المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة

اہم مسائل

جن میں ابتلائے عام ہے

جلد ہشتم

پسند فرمودہ:

حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی

رئیس: جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا نندر بار

تحریک وتحریض:

حضرت مولانا محمد حذیفہ صاحب وستانوی

ناظم تعلیمات ومعتمد جامعہ

تالیف:

مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی

صدر دار الافتاء جامعہ اکل کوا

تحقیق وتخریج:

معاون مفتیان کرام دار الافتاء

ناشر:

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم

اکل کوا، نندربار، مہاراشٹر

تقسیم کار

نام کتاب : المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ

مؤلف : حضرت مولانا مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی

تحقیق وتخریج : معاون مفتیان کرام دارالافتاء

کمپوزنگ و پروف ریڈنگ: عبدالمتین اشاعتی کانڑگاؤں

طبع اول : ۱۴۳۶ھ ۲۰۱۵ء

صفحات : ۳۸۳

تعداد مسائل : ۲۲۶

قیمت :

باہتمام : ابوحمزہ وستانوی

ناشر : جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

ملنے کا پتہ

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا ضلع نندربار مہاراشٹر

Phone & Fax: 02567,252556

E-mail jafarmilly@gmail.com

fatawaakkalkuwa@gmail.com

http://jamiyaakkalkuwa.com/fatawa/

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿فَسْـَٔلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

(سورة الأنبياء :۷)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :

’’مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْراً يُفَقِّهْهُ فِيْ الدِّيْنِ‘‘

(صحيح البخاري)

فہرست عناوین

نمبر شمار	فہرست عناوین	صفحہ
۞	**ابتدائیہ**	۞
◉	**كتاب الإيمان والعقائد**	◉

ابتدائیہ

الحمد لله رب العالمين ، والصلوة والسلام على رسوله الكريم ، أما بعد !

فأعوذ بالله من الشيطن الرجيم — ﴿ان الدين عند اللّٰه الاسلام﴾ (آل عمران : ۱۹)

ترجمہ: ''بے شک (معتبر) دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔''

اسلام، پیغمبر اسلام، اور مسلمانوں کے خلاف چوطرفہ زہر افشانی، اسلامی تعلیمات میں شکوک وشبہات پیدا کرنا، مدارسِ اسلامیہ ومقتدیانِ اسلام پر غلط وبے بنیاد الزام تراشی، مسلمانوں کی شبیہ کو بگاڑ کر پیش کرنا، یہ سب اس منظّم ومنصوبہ بند سازش کا حصہ ہے، جس کے ذریعے دشمنانِ اسلام، اقوامِ عالم کو، دین اسلام سے دور رکھنا چاہتے ہیں، اور بزعمِ خود اس طرح وہ اسلام کو آئندہ چند برسوں میں دنیا کا سب سے بڑا مذہب بن کر ابھرنے سے روک پائیں گے۔ لیکن: ؎

ایں خیال است ومحال است وجنوں

کیوں کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: **﴿يريدون أن يطفئوا نور الله بافواههم ويأبى الله إلا أن يتم نوره ولو كره الكٰفرون﴾** . (سورة التوبة : ۳۲)

ترجمہ: ''یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں، حالانکہ اللہ کو اپنے نور کی تکمیل کے سوا ہر بات نا منظور ہے، چاہے کافروں کو یہ بات کتنی بُری لگے۔'' ...... **﴿يريدون ليطفئوا نور الله بافواههم والله متمّ نوره ولو كره الكٰفرون﴾** . (سورة الصف : ۸)

ترجمہ: ''یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے منہ سے اللہ کے نور کو بجھا دیں، حالانکہ اللہ اپنے نور کی تکمیل کر کے رہے گا، چاہے کافروں کو یہ بات کتنی بُری لگے۔''

عالمِ اسلام کے مسلمان، بالخصوص ہندوستانی مسلمان جن حالات سے گزر رہے ہیں، ان سے نبرد آزما ہونے کے لیے ان نزدیک سب سے اہم ہتھیار اگر کوئی ہے، تو وہ ہے:

" إلى الإسلام من جديد "

یعنی اسلامی تعلیمات اور اس کے احکام پر از سر نو پوری طرح عمل کرنا شروع کر دیں، اپنے ایمان،

عبادات، معاملات ، معاشرت اور اخلاق کا جائزہ لیں، ان سے متعلق شرعی احکام سے واقف ہوجائیں، اوران کو عملی جامہ پہنائیں، مدارسِ اسلامیہ، خانقاہوں، دعوت وتبلیغ سے اپنے آپ کو مربوط ومنسلک کریں، اور دین وایمان کے اِن قلعوں کو مضبوط ومستحکم کریں، پھر دیکھیں خدائی وعدہ:﴿وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین﴾. [آل عمران :۱۳۹] (''اگر تم واقعی مومن رہو تو تم ہی سر بلند ہوگے۔'') کس طرح پورا ہوتا ہے، اور غم واندوہ ، مصائب ومشکلات، پریشانیوں وبے چینیوں، اختلاف وانتشار کے یہ گھنے بادل اور گھٹا ٹوپ اندھیرے کس طرح چھٹ جاتے ہیں، اور :﴿من عمل صالحا من ذکر أو انثی وھو مؤمن فلنحیینّہ حیوٰۃ طیبۃ﴾ . [النحل :۹۷] (''جس شخص نے بھی مؤمن ہونے کی حالت میں نیک عمل کیا ہوگا، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، ہم اُسے پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے۔'') سے سرفراز ہوجاتے ہیں۔......ان ہی جذباتِ کے تحت کہ امت کو دینی مسائل معلوم ہوجائیں، اور وہ اس پر عمل پیرا ہوکر، نعمتِ حیاتِ طیبہ سے مُنَعَّم ہوجائے، جامعہ کے دارالافتاء نے''المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ'' کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے،اب تک اس کی سات جلدیں منظرِ عام پر آ چکیں، اور یہ آٹھویں جلد، جو دوسو چھبیس (۲۲۶) مسائل پر مشتمل ہے،اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی ہے، جو آج آپ کے ہاتھوں میں ہے۔والحمدللہ علی ذلک!

میں مشکور ہوں!......رئیس جامعہ حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی دامت برکاتہم کا: اُن کے اِس سلسلے کو بنظرِ استحسان دیکھنے پر،...... ناظم تعلیمات حضرت مولانا حذیفہ زید مجدہٗ کا: اُن کی تحریک وتحریض پر،......اپنے معاون حضرات مفتیانِ کرام (مفتی عبدالمتین، مفتی مجیب الرحمٰن، مفتی افضل زید مجدہم) کا: اُن کی تخریج وتحقیق پر،......اور دیگر مخلصین ومحبین کا: اُن کے بندے کے حق میں خدمت دین کے واسطے صحت وتندرستی کی دعاؤں پر۔......اللہ پاک ہر ایک کو ان کے شایانِ شان اجرِ عظیم وجزیل عطا فرمائے، اوراس حقیر سی خدمت دین کو اپنے ہاں شرفِ قبولیت سے نوازے!

آمین یارب العالمین!

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم......وتب علینا انک انت التواب الرحیم

محمد جعفر ملی رحمانی

۱۷/ رجب المرجب، ۱۴۳۶ھ، مطابق ۷/مئی، ۲۰۱۵ء- بروز جمعرات

کتاب الإیمان والعقائد

ایمان وعقائد سے متعلق مسائل

اُوپر والے کی عنایت ونوازش

مسئلہ(۱): بسا اوقات انسان اپنی گفتگو کے دوران اللہ ربّ العزت کے لیے ’’اُوپر والا‘‘ کے الفاظ استعمال کرتا ہے، مثلاً: کسی خوشی وشادمانی کے حصول پر وہ کہتا ہے: ’’یہ اُوپر والے کی عنایت ونوازش ہے‘‘-تو کبھی مصیبت وآفت کا شکار ہونے اور نعمت کے چھن جانے پر وہ کہتا ہے: ’’اُوپر والا جس حال میں رکھے میں اُس پر راضی ہوں‘‘-واضح ہو کہ ’’اُوپر والے‘‘ سے مراد عموماً مقام ومرتبہ کی بلندی اور قدرت والا ہوتا ہے، اور عرفِ عام میں یہ الفاظ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے استعمال ہوتے ہیں، اس لیے محض ان کلمات کا استعمال موجبِ کفر نہیں ہے، بلکہ ان کا استعمال جائز ودرست ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ’’ القرآن الكريم ‘‘ : ﴿الرّحمٰن على العرش استوٰى﴾ . (سورة طه :۵)

ما في ’’ التفسير المظهري ‘‘ : (ثم استوى على العرش) فقالوا : معنى استوى استولى على العرش الذي هو أعظم المخلوقات ومحدد الجهات ، وذا يستلزم استيلاء ه تعالى على جميع الخلائق . (۳۱۵/۴ ، سورة يونس :۳)

ما في ’’ الفتاوى التاتارخانية ‘‘ : إذا وصف الله بما لا يليق به ، أو سخر باسم من أسماء الله تعالى ، أو بأمر من أوامره أو أنكر وعده أو وعيده يكفر . (۲۳۴/۴ ، كتاب أحكام المرتدين، فصل فيما يقال في ذات الله سبحانه وتعالى وصفاته ، مجمع الأنهر : ۵۰۴/۲ ، كتاب =

اللہ تعالیٰ کا آسمانِ دنیا پر نزول فرمانے کا مطلب

مسئلہ (۲): احادیثِ شریفہ میں وارد ہے کہ آخرِ شب میں اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں، اس سے مراد حق تعالیٰ کی رحمت اور اِجابتِ دعا وغیرہ ہے، یہ نہیں کہ خود ذاتِ باری تعالیٰ اُتر آتے ہیں، کیوں کہ اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ حق تعالیٰ جہت، زمان ومکان اور جسم وعوارضِ جسم سے مُنَزَّہ وپاک ہے۔[1]

=السير والجهاد ، باب المرتد ، ثم إن ألفاظ الكفر أنواع) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۶۲۶۴)
ما في " شرح عقود رسم المفتي " : والعرف في الشرع له اعتبار . لذا عليه الحكم قد يدار .
(ص/۱۷۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال : " ينزل ربنا عز وجل كل ليلة إلى سماء الدنيا حين يبقى ثلث الليل الآخر ، فيقول : من يدعوني فاستجيب له ، من يسألني فأعطيه ، من يستغفرني فأغفر له " . (ص/۱۸۶ ، كتاب الصلاة ، باب أي الليل أفضل، الرقم :۱۳۱۵، قديمي ، مشكوة المصابيح :ص/۱۰۹، كتاب الصلاة ، باب التحريض على قيام الليل ، الرقم :۱۲۲۳ ، قديمي)
ما في " بذل المجهود " : قال القاري : قال ابن حجر : أي ينزل أمره ورحمته أو ملائكته ، وهذا تأويل الإمام مالک وغيره ، ويدل له الحديث الصحيح : " إن الله عزّ وجلّ يمهل حتى يمضي شطر الليل ، ثم يأمر مناديا ينادي فيقول : هل من داع فيستجاب له ؟ " الحديث . والتأويل الثاني : ونسب إلى مالک أيضًا : أنه على سبيل الاستعارة ، ومعناه الإقبال على الداعي بالإجابة واللطف والرحمة وقبول المعذرة كما هو عادة الكرماء لا سيما الملوک إذا نزلوا بقرب محتاجين ملهوفين مستضعفين . فذهب جمهور السلف وبعض المتكلمين الإيمان بحقيقتها على ما يليق به تعالى ، وأن ظاهرها المتعارف في حقنا غير مراد ، ولا نتكلم في تأويلها مع اعتقادنا تنزيه الله سبحانه عن سائر سمات الحدوث . (۵/۵۵۸، ۵۵۹،=

....

....

= كتاب الصلاة ، باب أي الليل أفضل ، تحت الرقم : ١٣١٥)
ما في " مرقاة المفاتيح " : وقال القاضي : المراد بنزوله دنو رحمته ومزيد لطفه على العباد وإجابة دعوتهم ، وقبول معذرتهم ، كما هو ديدن الملوك الكرماء والسادة الرحماء إذا نزلوا بقرب قوم ملهوفين محتاجين مستضعفين . وقد روى يهبط من السماء العليا إلى السماء الدنيا ، أي ينتقل من مقتضى صفات الجلال التي تقتضي الأنفة من الأرذل ، وعدم المبالاة وقهر العداة ، والانتقام من العصاة إلى مقتضى صفات الجمال المقتضية للرأفة والرحمة وقبول المعذور والتلطف بالمحتاج ، واستقراض الحوائج والمساهلة والتخفيف في الأوامر والنواهي والاغضاء عما يبدو من المعاصي ، ولهذا قيل : هذا تجل صوري لا نزول حقيقي فارتفع الاشكال . والله أعلم بالحال .
(٣/ ٢٧١ ، كتاب الصلاة ، باب التحريض على قيام الليل ، تحت الرقم : ١٢٢٣)
ما في " عون المعبود " : وقد اختلف العلماء في قوله " ينزل الله " : فسئل أبو حنيفة فقال : ينزل بلا كيف ، وقال بعضهم : ينزل نزولا يليق بالربوبية بلا كيف من غير أن يكون نزوله مثل نزول الخلق بالتجلي والتملي ، لأنه جل جلاله منزه عن أن تكون صفاته مثل صفات الخلق كما كان منزها عن أن تكون ذاته مثل ذات الغير فمجيئه وإتيانه ونزوله على حسب ما يليق بصفاته من غير تشبيه وكيفية . انتهى .
(ص/ ١٢١ ٦ ، كتاب التطوع ، باب أي الليل أفضل ، تحت الرقم : ١٣١٥)
ما في " شرح الطيبي " : قوله : " ينزل ربنا " قض : لما ثبت بالقواطع العقلية والنقلية أنه تبارك وتعالى منزه عن الجسمة والتحيز والحلول ، امتنع عليه النزول على معنى الانتقال من موضع أعلى إلى ما هو أخفض منه ، بل المعنى به على ذكره أهل الحق دنو رحمته ، ومزيد لطفه على العباد ، وإجابة دعوتهم وقبول معذرتهم . الخ . (٣/ ١٢٥ ، ١٢٦ ، كتاب الصلاة ، باب التحريض على قيام الليل ، الفصل الأول ، تحت الرقم : ١٢٢٣)
(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۰۴/۱۸)

جمعہ کے دن جھاڑو دینا اور صفائی کرنا

مسئلہ (۳): بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن جھاڑو دینا، صفائی کرنا، کپڑے وغیرہ دھونا منع ہے، حالاں کہ جمعہ کے دن جھاڑو دینا، صفائی کرنا، کپڑے وغیرہ دھونا یہ سب اُمور شرعاً جائز اور درست ہیں، بلکہ احادیثِ شریفہ میں اس کی ترغیب آئی ہے، اور فقہاء کرام نے بھی جمعہ کے دن غسل کرنے، خوشبو لگانے، بالوں اور ناخنوں کے کاٹنے اور اچھے کپڑے پہننے کو مسنون قرار دیا ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح مسلم " : عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال : " حق الله على كل مسلم أن يغتسل في كل سبعة أيام يغسل رأسه وجسده " . (۱/۲۸۰)

وفيه أيضًا : عن عائشة أنها قالت : كان الناس ينتابون الجمعة من منازلهم ومن العوالي ، فيأتون في العباء ويصيبهم الغبار فتخرج منهم الريح فأتى رسول الله ﷺ انسان منهم وهو عندي فقال رسول الله ﷺ : " لو انكم تطهّرتهم ليومكم هذا " . (۱/۲۸۰، كتاب الجمعة ، فصل في استحباب الغسل والسواک وغسل الرأس ومسّ الطيب الخ)

ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله بن عمر أن رسول الله ﷺ قال : إذا جاء أحدكم الجمعة فليغتسل . (۱/۱۲۰ ، كتاب الجمعة ، باب فضل الغسل يوم الجمعة)

وفيه أيضًا : عن أبي سعيد قال : أشهد على رسول الله ﷺ قال : " الغسل واجب على كل محتلم وأن يستنّ وأن يمسّ طيبًا إن وجد " . (۱/۱۲۱، كتاب الجمعة ، باب الطيب للجمعة ، صحيح مسلم : ۱/۲۸۰، فضل في استحباب الغسل والسواک وغسل الرأس ومسّ الطيب الخ)

ما في " رد المحتار " : واستنان الغسل لها والتطيب ولبس الأحسن وتقليم الأظفار وحلق الشعر . (۳/۴۳، كتاب الصلاة ، باب الجمعة ، مطلب ما اختص به يوم الجمعة ، =

رمضان المبارک یا جمعہ کے دن کی موت

مسئلہ (۴): اگر کسی فاسق مسلمان کی موت رمضان المبارک یا جمعہ میں ہوجائے، تو اس کو ہلکا عذاب ہوگا، اس کے بعد قیامت تک عذاب اُٹھالیا جائے گا، اور وہ عذابِ قبر سے محفوظ رہے گا، اور اگر کسی کافر کی موت ان ایام میں ہوجائے، تو اس سے صرف رمضان المبارک اور جمعہ میں عذاب اٹھالیا جائے گا، رمضان وجمعہ گذرنے کے بعد پھر اس پر عذاب ہوگا، اور اگلا رمضان وجمعہ آنے پر پھر اس سے عذاب اٹھالیا جائے گا، اور یہی سلسلہ جاری رہے گا، یہی تمام اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔(۱)

=الموسوعة الفقهية :۲۷/۲۱۰، صلاة ، صلاة الجمعة ، آداب صلاة الجمعة ويومها ، أولا ما يسن فعله)

ما في " البحر الرائق " : ويستحب لمن حضر الجمعة أن يدهن ويمس طيبا إن وجده ، ويلبس أحسن ثيابه ويغتسل . (۲/۲۷۴، كتاب الصلاة ، باب صلاة الجمعة)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : الاغتسال والتطيب ولبس أحسن الثياب لمن يأتي الجمعة .... ۳/ تنظيف الجسد وتحسين الهيئة قبل الصلاة ، بتقليم الأظفار وقص الشارب ونتف الإبط وحلق العانة ونحو ذلک كإزالة الرائحة الكريهة بالسواک للفم وغيره من مواطن الرائحة في الجسم . (۲/۱۳۲۲- ۱۳۲۴، صلاة الجمعة ، المطلب السابع ؛ سنن الجمعة ومكروهاتها) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۰۳۲۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " ما من مسلم يموت يوم الجمعة أو ليلة الجمعة إلا وقاه الله فتنة القبر " . قال أبو عيسى : هذا حديث غريب ، وليس إسناده بمتصل . (۱/۲۰۵، أبواب الجنائز ، باب ما =

عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن زیارتِ قبور

مسئلہ (۵): عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا دن مسرت اور خوشی کا دن ہوتا ہے (۱)، بسا اوقات مسرت میں لگ کر آخرت سے غفلت ہو جاتی ہے، اور زیارتِ قبور سے آخرت کی یاد آجاتی ہے، یا کسی کو اِس خوشی کے موقع پر اپنے مرحوم والدین کی یاد آجاتی ہے، اس لیے اگر کوئی شخص عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن زیارتِ قبور کے لیے جائے، تو یہ جائز اور درست ہے (۲)، بشرطیکہ اِس عمل کو لازم یا مسنون نہ سمجھا جائے، اور نہ اِس کا ایسا التزام ہو، جس سے دوسروں کو شبہ ہو کہ یہ

= جاء في من يموت يوم الجمعة ، مشكوة المصابيح :ص/. ١٢١ ، كتاب الصلاة ، باب الجمعة ، الفصل الثالث ، الرقم :١٣٦٧ ، قديمي)

ما في " مرقاة المفاتيح " : وهذا يدل على أن شرف الزمان له تأثير عظيم كما أن فضل المكان له أثر جسيم ..... فإذا قبض الله عبدا من عبيده فوافق قبضه يوم الجمعة كان ذلك دليلا لسعادته وحسن مآبه ، وأنه لا يقبض في هذا اليوم إلا من كتب له السعادة عنده .

(٣/٤١٥ ، ٤١٦ ، باب الجمعة)

ما في " رد المحتار " : قال أهل السنة والجماعة : عذاب القبر حق ، وسؤال منكر ونكير ، وضغطة القبر حق ، لكن إن كان كافرا فعذابه يدوم إلى يوم القيامة ، ويرفع عنه يوم الجمعة وشهر رمضان ..... والمؤمن المطيع لا يعذب بل له ضغطة يجد هول ذلك وخوفه ، والعاصي يعذب ويضغط ، لكن ينقطع عنه العذاب يوم الجمعة وليلتها ثم لا يعود ، وإن مات يومها أو ليلتها يكون العذاب ساعة واحدة وضغطة القبر ثم يقطع ، كذا في المعتقدات للشيخ أبي المعين النسفي الحنفي من حاشية الحموي ملخصًا .

(٣/٤٤ ، كتاب الصلاة ، باب الجمعة ، مطلب ما اختص به يوم الجمعة)

(احسن الفتاویٰ: ۴/ ۲۰۷، ۲۰۸، فتاویٰ دار العلوم دیو بند، رقم الفتویٰ: ۵۴۴۳۸)=

چیز لازم اور ضروری ہے، نیز اگر کوئی شخص اس دن زیارتِ قبور کے لیے نہ جائے، تو اُس پر طعن یا اس کی ملامت بھی نہ کی جائے، ورنہ یہ عمل بدعت ہوگا۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة رضي الله عنها قالت : دخل أبو بكر وعندي جاريتان من جواري الأنصار تغنيان ..... وذلک في يوم عيد فقال رسول الله ﷺ : " يا أبا بكر ! إن لكل قوم عيدًا ، وهذا عيدنا " . (۱/ ۱۳۰ ، كتاب العيدين ، باب سنة العيدين لأهل الإسلام ، صحيح مسلم : ۱/ ۲۹۱ ، كتاب العيدين)

ما في " عمدة القاري " : ان يوم العيد يوم انبساط وانشراح يغتفر فيه ما لا يغتفر في غيره .

(۳۸۷/۶ ، كتاب العيدين ، باب الحِراب والدَّرق يوم العيد)

(۲) ما في " مشكوة المصابيح " : عن ابن مسعود أن رسول الله ﷺ قال : " كنتُ نهيتُكم عن زيارة القبور ، فزوروها ، فإنها تُزهد في الدنيا وتذكر الآخرة " . رواه ابن ماجة .

(ص/ ۱۵۴ ، كتاب الجنائز ، باب زيارة القبور ، الفصل الثالث ، الرقم : ۱۷۶۹)

(۳) ما في " مجموعة رسائل اللكنوي " : فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم ، والتخصيص من غير مخصص مكروها .

(۴۹۰/۳ ، سباحة الفكر في الجهر بالذكر ، الباب الأول ، الثاني والأربعون)

ما في " مرقاة المفاتيح " : من أصر على أمر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من أصر على بدعة أو منكر .

(۲۶/۳ ، باب الدعاء في التشهد ، الفصل الأول ، تحت الرقم : ۹۴۶)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۲/ ۵۵۶، میرٹھ، فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۶۲۵۶)

آپ ﷺ کے نام کے ساتھ محض ''صلعم'' لکھنا

مسئلہ (۶): آپ ﷺ کے نام مبارک کے ساتھ اُردو یا عربی میں محض ''صلعم'' یا انگریزی میں (.A.S) لکھنا، یا اسی طرح کا کوئی دوسرا مخفف کلمہ لکھنا جو دُرُود کی طرف اشارہ کرے، کنجوسی اور خلافِ ادب ہے، اور اس سے دُرُود شریف کا فائدہ بھی حاصل نہیں ہوتا، اس لیے آپ ﷺ کے نام کے ساتھ پورا دُرُود شریف لکھنے اور پڑھنے کا اہتمام ہونا چاہیے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' جامع الترمذي '' : عن علي بن أبي طالب قال : قال رسول الله ﷺ : '' البخيل الذي من ذكرتُ عنده فلم يصل عليّ '' . هذا حديث حسن غريب صحيح .

(۲/۱۹۴، أبواب الدعوات ، الرقم :۳۵۴۶ ، مشكوة المصابيح :ص/۸۷، كتاب الصلاة ، باب الصلاة على النبي ﷺ وفضلها ، الرقم :۹۳۳)

ما في '' كتاب علوم الحديث المعروف بمقدمة ابن الصلاح '' : التاسع ينبغي له أن يحافظ على كتبه الصلاة والتسليم على رسول الله تعالى صلى الله عليه وآله وسلم عند ذكره ولا يسأم من تكرير ذلک عند تكرره ، فإن ذلک من أكبر الفوائد التي يتعجلها طلبة الحديث وكتبته ومن أغفل ذلک حرم حظا عظيما ..... ثم ليجتنب في إثباتها نقيضين : أحدهما : أن يكتبها منقوصة صورة رامزا إليها بحرفين أو نحو ذلک ، والثاني : أن يكتبها منقوصة بأن لا يكتب (وسلم) .... سمعت حمزة الكتاني يقول : كنت أكتب الحديث وكنت أكتب عند ذكر النبي ﷺ ولا أكتب وسلم فرأيت النبي ﷺ في المنام ، فقال لي : ما لک لا تتم الصلاة عليّ ؟ قال : فما كتبت بعد ذلک ﷺ إلا كتبت وسلم ، قلت : ويكره أيضًا الاقتصار على '' قوله عليه السلام '' والله اعلم بالصواب . (ص/۷۶، ۷۷، النوع الخامس والعشرون معرفة كتابة الحديث وكيفية ضبط الكتاب وتقييده ، مطلب بيان أمور ومعارف مهمة رائقة)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۳۲۱۷)

ماہِ محرم الحرام میں سوگ و ماتم، مرثیہ خوانی وتعزیہ وغیرہ

مسئلہ (۷): ماہِ محرم الحرام میں سوگ و ماتم کرنا، مرثیہ خوانی کی مجلس کرنا اور اس میں شرکت کرنا، اور علم یعنی جھنڈا، وتعزیہ یعنی حضرت امام حسین اور اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کی تُربتوں کی نقل- کاغذ اور بانس وغیرہ سے بطورِ یادگار بنانا، اُس پر بَدّھی یعنی ہار اور پھول چڑھانا، تعزیوں پر نذرونیاز دلوانا، تعزیہ کو حاجت رَوا، یعنی ذریعۂ حاجت رَوائی سمجھنا، بَیراگ یعنی فقیر بننا، پَیک یعنی قاصد وہَرکارہ بننا، نیز تعزیوں سے منتیں اور مُرادیں مانگنا وغیرہ، یہ سب خُرافات جو رَوافض کرتے ہیں، قطعاً بدعت، جہالت پر جہالت، حماقت اور ناجائز وحرام ہیں[1]، اور اِن سب بدعات وخرافات کے نہ کرنے کو باعثِ نقصان خیال کرنا زَنانہ وہم ہے، مسلمانوں کو ایسی غلط حرکات سے باز آنا چاہیے[2]، البتہ تمام شہدائے اسلام کے لیے انفرادی طور پر ایصالِ ثواب کرتے رہنا چاہیے۔[3]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد " .

(ص/۳۷۱، الرقم : ۲۶۹۷ ، كتاب الصلح ، صحيح مسلم : ۲/۷۷ ، كتاب الأقضية ، سنن أبي داود :ص/۶۳۵ ، كتاب السنة ، باب في لزوم السنة ، الرقم :۴۶۰۶ ، مشكوة المصابيح :ص/۲۷ ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

ما في " بذل المجهود " : سواء كان في العمل أو الاعتقاد فهو مردود .

(۳۳/۱۳ ، تحت الرقم : ۴۶۰۶)

ما في " شرح الطيبي " : قوله ﷺ : " كل بدعة ضلالة " . =

....

=(۱/۲۲۳ ، مشکوٰۃ المصابیح :ص/۳۰ ، باب الاعتصام بالکتاب والسنة ، الفصل الثاني)
ما في " مرقاة المفاتيح " : قال في الأزهار : " كل بدعة سيئة ضلالة " . (۱/۳۳۷)
ما في " مرعاة المفاتيح " : وقال النووي : " البدعة كل شيء عمل على غير سابق ؛ وفي الشرع : إحداث ما لم يكن في عهد رسول الله ﷺ " . والمراد بالبدعة : ما أحدث في الدين ما لا أصل له في الشريعة يدل عليه ، وأما ما كا ن له أصل من الشر ع يدل عليه فليس ببدعة شرعًا ، وإن كان بدعة لغة ، وأما ما وقع في كلام السلف من استحسان بعض البد ع فإنما ذلک في البدع اللغوية لا الشريعة ، فالبدعة الشرعية كلها مذمومة لأنها موجبة للضلال والغواية " . (۱/۲٦۴ ، بحوالہ فتاویٰ عثمانی:۱/۱۱۳)
ما في " كتاب التعريفات ": البدعة هي الأمر المحدث الذي لم يكن عليه الصحابة والتابعون ولم يكن مما اقتضاه الدليل الشرعي . (ص۴۷)
ما في " الدر المختار مع الشامية ": ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله ﷺ في علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً .
(۲/۲۵٦ ، مطلب البدعة على خمسة أقسام)
(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وما تشآء ون إلا أن يشاء اللّٰه ان اللّٰه كان عليما حكيما﴾ . (سورة الدهر : ۳۰) . ﴿وما تشآء ون إلا أن يشاء اللّٰه رب العٰلمين﴾ . (سورة التكوير : ۲۹)
ما في " الإبانة عن أصول الديانة " : فأخبرتعالى : إنا لا نشاء شيئا إلا قد شاء الله أن يشاء ه ..... أجمع عليه المسلمون من أن ما شاء الله كان ، وما لم يشأ لم يكن . (ص/۱۲)
ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبى هريرة قال: قال رسول الله ﷺ : " لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر " . رواه البخاري . (ص/۳۹۱ ، باب الفال والطيرة)
ما في " مرقاة المفاتيح " : من اعتقد أن شيئاً سوى الله ينفع أو يضر بالاستقلال فقد أشرک أي شركاً جلياً . (۸/۳۹۸ ، تحت الرقم : ۴۵۸۷)
ما في " القول المفيد على كتاب التوحيد " : وأما النوع الثاني فالشرک في الربوبية ، فإن الرب سبحانه هو المالک المدبر المعطي المانع الضار النافع الخافض الرافع المعز المذل . فمن شهد أن المعطي أو المانع أو الضار أو النافع أو المعز أو المذل غيره فقد أشرک=

یومِ عاشورا میں مخصوص طرز پر چار رکعت نفل

مسئلہ (۸): طلبۂ جامعہ کی طرف سے چسپاں کیے گئے جداری پرچوں میں سے ایک پرچہ ''**البدر**'' میں فضیلتِ یومِ عاشورا کے متعلق یوں تحریر ہے: ''حضور پُرنور، محمد عربی ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ: ''جو شخص اس دن کا روزہ رکھے گا، اس کے'' اگلے-پچھلے'' سارے گناہ اللہ کے فضل وکرم سے معاف کردیئے جائیں گے۔'' ......حالاں کہ صحیح روایت یوں ہے: ''حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ ''یومِ عاشورا کے روزے کے ثواب کے بارے میں خدائے پاک سے امید رکھتا ہوں کہ اللہ اس کو گزشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ بنادے۔''[1] (جداری پرچے میں لفظ'' اگلے'' زائد ہے، جو کاتب کی زیادتی ہے)=

= بربوبيته .... قوله ﷺ لإبن عباس رضي الله عنهما : " واعلم أن الأمة لو اجتمعوا على أن ينفعوك لم ينفعوك إلا بشيء قد كتبه الله لك " . فهذا يدل على أنه لا ينفع في الحقيقة إلا الله ولا يضر غيره . (۱/۱۲ ، تعريف التوحيد وأقسامه)

(۳) ما في " البحر الرائق " : الأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاةً أو صومًا أو صدقة أو قراءة قرآن أو ذكرًا أو طوافًا أو حجًا أو عمرة أو غير ذلك عن أصحابنا بالكتاب والسنة . (۳/۱۰۵ ، كتاب الحج ، باب الحج عن الغير)

ما في " رد المحتار " : الأفضل لمن يتصدق نفلا أن ينوى لجميع المؤمنين والمؤمنات لأنها تصل إليهم ولا ينقص من أجره شيء .

(۳/۱۵۱ ، كتاب الصلاة ، باب صلاة الجنازة ، مطلب : في القراءة للميت وإهداء ثوابها له)

(فتاویٰ رحیمیہ: ۲/۷۰، ۷۱، فتاویٰ محمودیہ: ۳/۲۷۶، ۲۷۷، بہارِ شریعت: ۹/۲۱، عرفانِ شریعت: ۱/۷-۱۶، فتویٰ مولوی احمد رضا خان بریلوی، مؤلفہ مولوی امجد علی قادری رضوی، عرفانِ ہدایت: ص/۹، مولوی محمد عرفان رضوی بریلوی، رسالہ محرم وتعزیہ داری: حصہ دوم: ص/۵۹، ۶۰، مولوی محمد مصطفیٰ خان بریلوی)=

=اسی طرح اس پرچے میں مخصوص طرز پر چار رکعت نفل کا تذکرہ ہے کہ:
''جو شخص یومِ عاشورا کو چار رکعت نماز پڑھے، اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے، تو اللہ تعالیٰ اس کے پچاس برس کے گناہ معاف کردیتا ہے، اوراس کے لیے نور کا منبر بناتا ہے۔''(۲)-یہ بھی احادیثِ صحیحہ سے ثابت نہیں، بلکہ بدعت ہے، جسے ترک کرنا لازم ہے۔(۳)

طلبۂ کرام ! یہ بات ذہن نشیں کرلیں کہ عاشورہ، یعنی ۱۰رمحرم کے دن خصوصیت کے ساتھ کوئی خاص ذکر یا تسبیح یا طریقۂ عبادت، مثلاً: مخصوص طرز پر چار رکعت نفل وغیرہ، قطعاً درست نہیں، کیوں کہ آپ ﷺ اور صحابۂ کرام سے معتبر ومستند طریق پر منقول نہیں، لہٰذا کسی خاص طریقہ پر نفل نماز پڑھنا اور اسے باعثِ اجر وثواب سمجھنا بدعت ہے، اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''جب کوئی قوم کسی بدعت کو رَواج دیتی ہے، تو اسی کے مثل سنت اٹھالی جاتی ہے، اس لیے کسی سنت پر عمل کرنا اِحداث فی الدین یعنی بدعت سے بہتر ہے۔''(۴)

تنبیہ: مذکورہ جداری پرچے میں مخصوص طرز پر چار رکعت نفل کا طریقہ، کتاب ''شامِ کربلا'' (مصنف: مولانا محمد شفیع اوکاڑوی قبلہ، ناشر مکتبہ جامِ نور دہلی، مطبع: زمزم آفسیٹ پریس دہلی) سے ماخوذ ہے، جس کے مضامین عقائد اہل سنت والجماعت سے متصادم ہیں، لہٰذا جداری پرچوں کے ایڈیٹر وذمہ دار اور مضمون نگار طلبہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ معتبر ومستند کتابوں سے ہی مضمون نگاری کریں، اور جو بھی مضمون لکھیں، محقق ومدلل اوراحادیثِ صحیحہ کی مُراجعت کے بعد ہی لکھیں!!

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " صحيح مسلم " : عن أبي قتادة مرفوعا : " صيام يوم عاشوراء احتسب على الله أن يكفّر السنة التي قبله " . (۱/۳٦۷ ، باب استحباب صيام ثلاثة أيام من كل شهر وصوم يوم عرفة وعاشوراء الخ ، رقم :۲۸۰۳ ، جامع الترمذي : ۱/۱۵۸ ، باب ما جاء في الحث على صوم يوم عاشوراء ، رقم : ۷۵۲ ، سنن ابن ماجه :ص/۱۲۴ ، أبواب ما جاء في الصيام ، باب صيام يوم عاشوراء ، رقم : ۱۷۳۸ ، سنن أبي داود :ص/۳۲۹ ، كتاب الصيام ، باب في صوم الدهر تطوعًا ، قديمي)

(۲) ما في " نزهة المجالس ومنتخب النفائس " : وعنه ﷺ : " من صلى يوم عاشوراء أربع ركعات يقرأ في كل ركعة فاتحة الكتاب وقل هو الله أحد إحدى عشرة مرة غفر الله له ذنوب خمسين عامًا وبنى له منبرًا من نور " . (۱/۱٦۵ ، باب فضل صيام يوم عاشوراء وصيام أيام البيض ، عبد الرحمن بن عبد السلام الصفوري/ الصفوي)

ما في " شام كربلا " : حضور ﷺ نے فرمایا: (جو عاشورے کے دن چار رکعتیں پڑھے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ "قل ہو اللہ احد" پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کے پچاس برس کے گناہ معاف کردیتا ہے، اوراس کے لیے نور کا منبر بناتا ہے۔" (شامِ کربلا:ص/۲۸۸،فضیلتِ عاشوراء)

(۳) (فتاویٰ محمودیہ:۳/۲۵۵،۲۵٦،طبع کراچی،و۳/۲۷۳،۲۷۴)

(۴) ما في " مشكوة المصابيح " : عن غضيف بن الحارث الثمالي قال : قال رسول الله ﷺ : " ما أحدث قوم بدعةً إلا رُفع مثلُها من السنة ؛ فتمسُّكٌ بسنةٍ خيرٌ من إحداث بدعة " . رواه أحمد . (ص/۳۱ ، كتاب الإيمان ، باب الإعتصام بالكتاب والسنة ، الفصل الثالث ، قديمي)

ما في " مرقاة المفاتيح " : والأظهر أن مراده عليه الصلاة والسلام المبالغة في متابعته وأن سنته من حيث أنها سنة أفضل من بدعة ولو كانت مستحسنة مع قطع النظر عن كونها متعدية أو قاصرة أو دائمة أو منقطعة ، ألا ترى أن ترك سنة أي سنة تكاسلا يوجب اللوم والعتاب ، وتركها استخفافًا يثبت العصيان والعقاب ، وإنكارها يجعل صاحبه مبتدعًا بلا ارتياب . والبدعة ولوكانت مستحسنة لا يترتب على تركها شيء من ذلك ، وأما جعل خير بغير معنى التفضيل فبعيد بل تحصيل حاصل معلوم عند المخاطبين فلا يكون فيه فائدة تامة ولا مبالغة كاملة والله اعلم . (رواه أحمد) قال ميرك : بسند جيد . (۱/۳۹۳ ، رقم :۱۸۷، الفصل الثالث) (فتاویٰ بنوریہ،رقم الفتویٰ:۳٦۲۸۵)

۱۱؍ربیع الثانی کوغوث اعظم کے لیے ایصالِ ثواب

مسئلہ (۹): حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ایصالِ ثواب کے لیے ۱۱؍ربیع الثانی کو گیارہویں کی رسم منائی جاتی ہے، ان کے نام پر کھانا تیار کیا جاتا ہے، اوراس پر فاتحہ پڑھی جاتی ہے، اگراس قسم کا کھانا پکانے والا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو نفع ونقصان کا مالک نہیں سمجھتا، تواس کا کھانا حرام تو نہیں، مگر یہ فعل بدعت ہے، ایسا کھانا لینے سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کی جائے، تاکہ بدعت کی اشاعت اورتائید کا گناہ نہ ہو، اوراگراس قسم کا کھانا پکانے والا شیخ رحمہ اللہ کو نفع ونقصان کا مالک سمجھتا ہے، تواس کا یہ فعل شرک ہے، اورشیخ رحمہ اللہ کے نام پر پکایا گیا کھانا، کھانا-اوراس کا قبول کرنا کسی صورت میں جائز نہیں۔ [۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردٌّ " . (ص/۲۷)

ما في " التعريفات الفقهية للبركتي " : البدعة : هي الأمر المحدث الذي لم يكن عليه الصحابة والتابعون ولم يكن مما اقتضاه الدليل الشرعي . (ص/۲۰۴)

ما في " الشامية " : وفي البزازية : ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ...... وهذه الأفعال كلها للسمعة والرياء فيحترز عنها لأنهم لا يريدون بها وجه الله تعالى .
(۱۳۹/۳ ، كتاب الصلاة)

(احسن الفتاویٰ:۱/۳۸۲،فتاویٰ رحیمیہ:۲/۷۶)

عرس منعقد کرنا اور اس میں شرکت کرنا

مسئلہ (۱۰): مروّجہ عُرس میں بہت سے مشرکانہ افعال، بدعات اور بُرے اُمور، مثلاً: طوافِ قبور، قوالی، طبلہ بجانا وغیرہ، کا ارتِکاب کیا جاتا ہے [۱]، اس لیے یہ عرس بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہوگیا ہے، اس لیے اِن عرسوں کو منعقد کرنا اوران میں شرکت کرنا جائز نہیں، سخت گناہ ہے، اور وہاں جو دعوت اور کھانا پینا ہوتا ہے، وہ سب غیراللہ کے نام کی نذر ومنّت کا ہوتا ہے، اس لیے اُس کو تبرُّک سمجھ کر کھانا اور تقسیم کرنا، ناجائز وحرام ہے [۲]، اوران چیزوں سے بچنا واجب ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " الدر المنتقى على هامش الملتقى مع مجمع الأنهر " : فما ظنك به عند الغناء الذي يسمون وجدا ومحبة فإنه مكروه ، لا أصل له في الدين ، زاد في الجواهر : وما يفعله متصوفة زماننا حرام لا يجوز القصد والجلوس إليه ومن قبلهم لم يفعله .

(۴/ ۲۲۰ ، كتاب الكراهية)

ما في " الفتاوى البزازية على هامش الهندية " : استماع صوت الملاهي كالضرب بالقضيب ونحوه حرام . (٦/ ٣٥٩)

(٢) ما في " الدر المختار مع الشامية " : واعلم أن النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام وما يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها إلى ضرائح الأولياء الكرام تقربا إليهم فهو بالإجماع باطل وحرام . [در مختار] وفي الشامية : قوله : (باطل وحرام) لوجوه : منها : انه نذر لمخلوق ، والنذر للمخلوق لا يجوز ؛ لأنه عبادة ، والعبادة لا تكون للمخلوق .... ومنها : انه إن ظن أن الميت يتصرف في الأمور دون الله تعالى واعتقاده ذلك كفر .

(۳/ ۳۷۹ ، كتاب الصوم)

ما في " البحر الرائق " : وأما النذر الذي ينذره أكثر العوام على ما هو مشاهد كأن يكون =

تبلیغی جماعت کے سو سال مکمل، اب نیا مجدد، نئی جماعت

مسئلہ (۱۱): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ پاک ہر سو سال پر ایک مجدّد پیدا کرتا ہے، تبلیغی جماعت کو بھی سو سال پورے ہونے کو ہے، تو اللہ تعالیٰ کسی نئے مجدّد کو بھیج کر نیا کام دے گا، تو لوگ اس جماعت کو چھوڑ کر کسی اور جماعت میں چلے جائیں گے، اُن کی یہ بات اِس حد تک تو صحیح ہے کہ ''ہر سو سال پر اللہ پاک نئے مجدّد کو پیدا کرتا ہے''- جیسا کہ ابوداؤد شریف کی یہ حدیث: '' **إنّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِه الأمّةِ عَلٰى كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَن يُّجدِّدُ لَها دِينَهَا** ''اس پر شاہد ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کسی کام پر سو سال گزر جائیں، تو یہ نیا مجدد امت کو کوئی نیا کام دے گا، اور امت اس کام کو کرے گی، بلکہ اس نئے مجدد کا کام حدیث پاک میں یہ بتلایا گیا کہ وہ دین میں پیدا ہونے والی خرابیوں کو زائل کرے گا، اور اسلام کے رُخِ زیبا پر جو بدنُما داغ آجاتے ہیں، وہ انہیں صاف کرے گا، جیسا کہ حدیث کے آخری جملے '' **مَنْ يُجَدِّدُ لَها دِينَهَا** '' سے ثابت ہوتا ہے [1]، لہٰذا اس طرح کی غلط باتیں کرنے اور انہیں عام کرنے سے بچنا چاہیے، کیوں کہ دینِ

=لإنسان غائب أو مريض أو له حاجة ضرورية فيأتي بعض الصلحاء فيجعل ستره على رأسه فيقول : يا سيدي ! إن رد غائبي أو عوفي مريضي .... فلک من الذهب كذا .... فهذا النذر باطل بالإجماع لوجوه : منها : انه نذر مخلوق ، والنذر للمخلوق لا يجوز ؛ لأنه عبادة .... ومنها : إن ظن أن الميت يتصرف في الأمور دون الله تعالى واعتقاد ذلک كفر .

(۲/ ۵۲۰ ، کتاب الصوم) (فتاویٰ محمودیہ: ۳/ ۲۲۷)=

اسلام آخری دین ہے (۲)، قیامت تک باقی رہے گا، اوراس کے عقائد، عبادات اوراحکام میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوگی، اوراس کے مطابق زندگی گزارنا ہی، دنیوی کامیابی اوراُخروی سعادت کا ضامن ہے۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن أبي علقمة عن أبي هريرة فيما أعلم عن رسول الله ﷺ قال : " إن الله يبعث لهذه الأمة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها " . (ص/۵۸۹، كتاب الملاحم ، باب ما يذكر في قرن المائة ، الرقم : ۴۲۹۰ ، مشكوة المصابيح :ص/۳۶، كتاب العلم ، الفصل الثاني ، الرقم :۲۴۷، المستدرك على الصحيحين :۴/۵۲۲، كتاب الفتن والملاحم ، ذكر بعض المجددين في هذه الأمة ، دار الكتب العربي بيروت)

ما في " عون المعبود " : (من يجدد لها دينها) أي يبين السنة من البدعة ويكثر العلم وينصر أهله ويكسر أهل البدعة ويذلهم ، قالوا : ولا يكون إلا عالما بالعلوم الدينية الظاهرة والباطنية ، وقال العلقمي في شرحه : معنى التجديد احياء ما اندرس من العمل بالكتاب والسنة والأمر بمقتضاها .... قال في مجالس الأبرار : والمراد من تجديد الدين للأمة احياء ما اندرس من العمل بالكتاب والسنة والأمر بمقتضاها ، وقال فيه : ولا يعلم ذلك المجدد إلا بغلبة الظن ممن عاصره من العلماء بقرائن أحواله ولانتفاع بعلمه ، إذ المجدد للدين لا بد أن يكون عالما بالعلوم الدينية الظاهرة والباطنة ناصرا للسنة ، قامعا للبدعة ، وأن يعم علمه أهل زمانه ، وإنما كان بالتجديد على رأس كل مائة سنة لانخرام العلماء فيه غالبا ، واندراس السنن وظهور البدع ، فيحتاج حينئذ إلى تجديد الدين ، فيأتي الله تعالى من الخلق بعوض من السلف إما واحدا أو متعددا .... فظهر أن المجدد لا يكون إلا من كان عالما بالعلوم الدينية ، ومع ذلك من كان عزمه وهمته آناء الليل والنهار احياء السنن ونشرها ونصر صاحبها وإماتة البدع ومحدثات الأمور ومحوها وكسر أهلها باللسان أو تصنيف الكتب والتدريس أو غير ذلك ، ومن لا يكون كذلك لا يكون مجددا البتة وإن كان عالما بالعلوم مشهورا بين الناس مرجعا لهم . (ص/۱۸۴۱،۱۸۴۲، كتاب الملاحم ، تحت الرقم : ۴۲۹۰)=

…………………………………………

=ما في " مرقاة المفاتيح " : والأظهر عندي والله اعلم أن المراد بمن يجدد ليس شخصا واحدا بل المراد به جماعة يجدد كل أحد في فن أو فنون من العلوم الشرعية ما تيسر له من الأمور التقريرية أو التحريرية ، ويكون سببًا لبقائه وعدم اندراسه وانقضائه إلى أن يأتي أمر الله ، ولا شك أن هذا التجديد أمر إضافي ، لأن العلم كل سنة في التنزل كما أن الجهل كل عام في الترقي ... ويدل عليه ما في البخاري عن أنس مرفوعا " لا يأتي على أمتي زمان إلا الذي بعده شر منه . الخ " . (۱/۲۶۲ ، كتاب العلم ، تحت الرقم :۲۴۷، بذل المجهود :۱۲/۳۳۶ ، ۳۳۷ ، كتاب الملاحم ، تحت الرقم : ۴۲۹۱)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ان الدّين عند الله الاسلام﴾ . (آل عمران : ۱۹)

ما في " التفسير المظهري " : (ان الدين) المرضى (عند الله) هو (الاسلام) قرأ الكسائي بفتح أنّ على أنه بدل الكل أن فسر الإسلام بالإيمان .... وبدل اشتمال إن فسر الإسلام بالشريعة المحمدية فإنه الدين المرضى عند الله في هذا الزمان بعد نسخ الأديان المنزلة من الله تعالى سابقًا . (۲/۲۹، آل عمران)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿اليوم اكملتُ لكم دينَكم واتممتُ عليكم نعمتي ورضيتُ لكم الاسلام دِينًا﴾ . (سورة المائدة :۳)

ما في " روح المعاني " : وعن ابن عباس والسدي أن المعنى اليوم أكملت لكم حدودي وفرائضي وحلالي وحرامي بتنزيل ما أنزلتُ وبيان ما بينتُ لكم فلا زيادة في ذلک ولا نقصان منه بالنسخ بعد هذا اليوم ، وكان يوم عرفة عام حجة الوداع .... (ورضيت لكم الاسلام دينا) أي اخترته لكم من بين الأديان وهو الدين عند الله تعالى لا غير ، وهو مقبول وعليه المدار . (۴/۹۰، ۹۱، الجزء الثاني ، سورة المائدة)

ما في " التفسير المظهري " : (اليوم اكملت لكم دينا) بالتنصيص على قواعد العقائد والتوقيف على أصول الشرائع من الفرائض والواجبات والسنن والآداب والحلال والحرام والمكروه وموجبات الفساد لماله وجود شرعي كالصلاة والصوم والبيع ونحوها وقوانين الاجتهاد فيما لا نص فيه . (۳/۵۳ ، سورة المائدة :۳)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۶۸۳۷)

جماعت میں نکلنا بدعت نہیں

مسئلہ (۱۲): تین دن، چالیس دن، یا سال کے لیے جماعت میں نکلنا بدعت نہیں ہے، کیوں کہ ان مخصوص مدتوں کے لیے جماعت میں نکلنے کا مقصودِ اصلی، دعوت وتبلیغ اور دین کا سیکھنا سکھانا ہے، اور یہ نظام بزرگوں کا بنایا ہوا ہے، جیسے مدرسوں میں داخلے، امتحان اور تعلیم کے لیے نظام بنائے گئے ہیں [۱]، اور ان کی افادیت سے کسی کو انکار نہیں ہے، جماعت کے اس نظام کے جواز کے لیے اتنی دلیل کافی ہے کہ وہ کتاب اللہ وسنتِ رسول اللہ ﷺ کے خلاف نہیں ہے، بلکہ کلمۂ طیبہ- لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ [۲]، نماز [۳]، علم [۴] وذکر [۵]، اکرامِ مسلم [۶]، تصحیح نیت [۷]، دعوت وتبلیغ [۸] اور ترکِ مالا یعنی، یعنی فضول باتوں اور کاموں کا ترک کرنا [۹]، یہ تمام باتیں ایسی ہیں جن کو سمجھنا، ان کی عملی مشق کرنا، اور دوسروں تک ان کو پہنچانا، اور اس کے لیے جہدِ مسلسل، محنت ومشقت کرنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے، اور ان کی طرف لوگوں کو دعوت دینا آپ ﷺ، حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، اور متبعِ سنت اکابر اولیاء سے قولاً وعملاً ثابت ہے، لہٰذا جماعت میں نکلنے کو بدعت کہنا جرأتِ بے جا اور جہالت ونادانی ہے، اس سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المقاصد الشريعة " : ان الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبا . (ص/۴۶)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فاعلم انه لا اله الا الله واستغفر لذنبک وللمؤمنين=

....

....

....

....

....

....

= والمؤمنٰت﴾ . [سورة محمد : ۱۹] . ﴿محمد رسول الله﴾ . (سورة الفتح : ۲۹)
ما في " صحيح مسلم " : عن عبد الله بن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا أله إلا الله وأن محمدا رسول الله " . (۱/۳۷، کتاب الإيمان)
(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿واقيموا الصلوة واٰتوا الزكوة﴾ . (سورة البقرة :۴۳)
(۴) ما في " سنن الكبرى للبيهقي " : قوله عليه السلام : " طلب العلم فريضة على كل مسلم" . (۲/۲۵۴ ، رقم الحديث :۳۶۶۳ ، و۲/۲۵۶ ، رقم الحديث : ۱۶۷۲ ، مشكوٰة المصابيح : ص/۳۴ ، كتاب العلم ، الفصل الثاني)
(۵) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فاذكروني اذكركم واشكروا لي ولا تكفرون﴾ .
(سورة البقرة : ۱۵۲)
(۶) ما في " سنن أبي داود " : عن أبي الدرداء رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ قال : " ما مِن شيء أثقل في الميزان من حُسن الخلق " . (ص/۶۶۱)
(۷) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ومآ اُمروآ اِلا لِيعبُدوُا اللّٰه مُخلِصينَ له الدِّين﴾ .
(سورة البينة :۵)
(۸) ما في " صحيح مسلم " : عن أبي سعيد قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " من رأى منكم منكرا فليغيّره بيده ، فإن لم يستطع فبلسانه ، فإن لم يستطع فبقلبه ، وذلک أضعف الإيمان " . (۱/۵۱) (فتاویٰ محمودیہ:۵/۶۶،میرٹھ،فتاویٰ دارالعلوم دیوبند،رقم الفتویٰ:۴۳۰۲۹)
(۹) ما في " جمع الجوامع " : قال النبي ﷺ : " من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه " .
(۶/۳۹۳)

نماز کے بعد جائے نماز (مصلّٰی) فولڈ کر دینا

مسئلہ (۱۳): بعض لوگ نماز سے فارغ ہونے کے بعد، جائے نماز (مصلّٰی) کا کونہ فولڈ کر دیتے ہیں، یعنی پلٹ دیتے ہیں، اُن کا یہ عمل، اُن کی عادت سے متعلق ہے، اس کے فولڈ کرنے میں شرعاً نہ ثواب ہے، اور نہ ترک کرنے میں کوئی گناہ ہے۔ (۱)

رات یا دن میں ناخن کاٹنا

مسئلہ (۱۴): ناخن کاٹنے کے لیے شریعتِ مطہرہ میں رات یا دن کی کوئی تعیین نہیں ہے، جس وقت چاہے ناخن کاٹ سکتے ہیں۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " معجم المصطلحات والألفاظ الفقهية " : وشرعاً : جاء في " ميزان الأصول " : المباح ؛ ما استوى فعله وتركه في الشريعة . (۳/۲۰۲، حرف الميم ، المباح ، كتاب التعريفات للجرجاني :ص/۱۹۲ ، باب الميم) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۹۱۳۵)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " مرقاة المفاتيح " : ولم يثبت في قص الظفر يوم الخميس حديث بل كيفما احتاج إليه ، ولم يثبت في كيفيته ولا في تعيين يوم له شيء .

(۸/۲۷۲، كتاب اللباس ، باب الترجل ، الفصل الأول ، تحت الرقم : ۴۴۲۰)

ما في " الفتاوى الهندية " : حكي أن هارون الرشيد سأل أبا يوسف رحمه الله تعالى عن قصّ الأظافير في الليل فقال : ينبغي ، فقال : ما الدليل على ذلك ؟ فقال : قوله عليه الصلاة والسلام : " الخير لا يؤخر " . كذا في الغرائب . (۵/۳۵۸ ، كتاب الكراهية ، الباب التاسع عشر في الختان والخصاء وقلم الأظافير الخ) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۲۱۸۵۳)

جمعرات کے دن مُولی خریدنا

مسئلہ (۱۵): بعض لوگ کہتے ہیں کہ جمعرات کے دن مُولی نہیں خریدنا چاہیے، کیوں کہ جمعرات کے دن روحوں کا نکلنا ہوتا ہے، اورمُولی سے بدبُو آتی ہے، جب کہ روحوں کو بدبُونہیں آنی چاہیے، اُن کی یہ بات بےاصل اور غلط ہے، کیوں کہ جمعرات کے دن مُولی خریدنے کی ممانعت، مولیٰ حقیقی کے کلام اور آپ ﷺ کے ارشادات سے ثابت نہیں ہے، اور نہ ہی یہ بات ثابت ہے کہ جمعرات کے دن روحیں نکلتی ہیں، کیوں کہ روحیں اگر مُنعَم علیہ (نعمتوں میں) ہیں، تو انہیں دنیا میں آکر لپٹتے پھرنے کی کیا ضرورت ہے، اور اگر مُعذَّب (عذاب میں گرفتار) ہیں، تو فرشتگانِ عذاب کیونکر چھوڑ سکتے ہیں، اس لیے اس طرح کے توہمات سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن النسائي " : عن كعب بن مالك كان يحدث عن رسول الله ﷺ قال : "إنما نسمة المؤمن طائر في شجر الجنة حتى يبعثه الله إلى جسده يوم القيامة " .

(۱/۲۵۵، كتاب الجنائز ، أرواح المؤمنين)

ما في " مجمع الزوائد " : عن أم هانئ أنها سألت رسول الله ﷺ : أنتزاور إذا متنا ويرى بعضنا بعضًا ؟ فقال رسول الله ﷺ : " تكونُ النَّسَمُ طيرا تعلق بالشجر حتى إذا كان يوم القيامة دخلت كل نفس في جسدها " . (۳/۵۴، كتاب الجنائز ، باب في الروح ، الرقم : ۳۹۳۴ ، مسند أحمد : ۱۸/۵۳۲، الرقم : ۲۷۲۶۰ ، من حديث أم هانئ بنت أبي طالب رضي الله عنها)

ما في " الروح لإبن القيم " : إن الأرواح قسمان : أرواح معذبة ، وأرواح منعمة ، فالمعذبة في شغل بما هي فيه من العذاب ، والأرواح المنعمة المرسلة غير المحبوسة تتلاقى =

کائنات کے ہر ذرہ پر ''وحدہٗ لاشریک لہٗ'' کی ملکیت

مسئلہ(۱۶): آج کل اخبار اور واٹس ایپ وغیرہ پر ایسی چیزوں کی تصویریں شائع اور شیئر کی جارہی ہیں، جن پر قدرتی طور پر لفظ ''اللہ'' یا ''محمد'' لکھا ہوا نظر آتا ہے، اگر یہ واقعۃً وحقیقۃً ہو، تو اس سے اہلِ ایمان کے ایمان میں تازگی وپختگی، اور آپ ﷺ کی اتباع وپیروی کے جذبات پیدا ہونے چاہیے، کیوں کہ ان کا ایمان ہے کہ کائنات کے ذرہ ذرہ پر ''وحدہٗ لاشریک لہٗ'' کی ملکیت ہے [1]، اور آپ ﷺ کی اتباع کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہے [2]، اللہ تعالیٰ کائنات کی ہر چیز پر ہر طرح کا تصرف [3] اور اپنی قدرت کے عجائب ظاہر کرسکتا ہے [4]، اس لیے اس طرح کی چیزیں اس کی کھلی نشانیاں ہیں، مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ بہت سی مرتبہ خیال جمانے سے ''اللہ'' یا ''محمد'' لکھا ہوا نظر آتا ہے، حقیقۃً لکھا ہوا نہیں ہوتا، نیز اسلام وکفر کا مدار ان چیزوں پر نہیں ہے [5]، اس لیے اس چکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں، بلکہ اپنے ایمان کی حفاظت اور اعمالِ صالحہ کی فکر میں لگے رہنا چاہیے۔

=وتتزاور وتتذاكر ما كان منها في الدنيا وما يكون من أهل الدنيا . (ص/۲۰، المسألة الثانية وهي أن أرواح الموتى هل تتلاقى وتتزاور وتتذاكر أم لا؟) (اشرف الجواب:ص/۱۳۶، ۱۳۷، مردوں کی روح دنیا میں واپس نہیں آتی، دارالاشاعت کراچی، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۷۱۳۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولله ما في السمٰوٰت وما في الارض﴾ . (آل عمران : ۱۰۹)

(۲) ما في " كنز العمال " : عن ابن عمرو عن النبي ﷺ قال : " لا يؤمن أحدكم حتى =

لمبی عمر کی نیک فال لینا

مسئلہ (۱۷): مجلس میں کسی غیر موجود شخص کا ذکر ہو رہا ہو، اور وہ اسی وقت مجلس میں آجائے، تو لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ اس کی عمر لمبی ہوگی، شرعاً یہ نیک فال لینا ہے، جو ممنوع نہیں ہے[1]، مگر یہ اعتقاد کر لینا، اور وہ بھی جزماً و یقیناً کہ؛ اس کی عمر بڑھے گی ہی، یہ ایک طرح کی زیادتی اور مُفضِی الیٰ علیم الغیب ہے، جو جائز نہیں۔[2]

=يكون هواه متبعًا لما جئت به". (۱/۱۲۱، الرقم: ۱۰۸۰)

(۳) ما في "البيضاوي": والمالك هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء. (ص/۷)

(۴) ما في " القرآن الكريم ": ﴿سنريهم اٰيٰتنا في الأفاق وفي انفسهم حتى يتبين لهم انه الحق﴾. (سورة حم السجدة: ۵۳)

ما في " روح المعاني ": وقال عطاء وابن زيد: ان معنى " سنريهم آياتنا في الأفاق " أي أقطار السماء والأرض من الشمس والقمر وسائر الكواكب والرياح والجبال الشامخة وغير ذلک، وفي انفسهم من لطيف الصنعة وبديع الحكمة وضعف ذلک الإمام بنحو ما سمعت آنفا، وأجيب بأن القوم وإن كانوا قد رأوا تلک الآيات إلا أن العجائب التي أودعها الله تعالى فيها مما لا نهاية لها فهو سبحانه يطلعهم عليها زمانا قريبا حالا فحالا، فإن كل أحد يشاهد بنية الإنسان إلا أن العجائب المودعة في تركيبها لا تحصى، وأكثر الناس غافلون عنها فمن حمل على التفكر فيها بالقوارع التنزيلية والتنبيهات الالٰهية كلما ازداد تفكرا ازداد وقوفا. (۱۴/۱۱، ۱۲، سورة حم السجدة)

(۵) ما في " مشكوة المصابيح ": وعن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله ﷺ: "بني الإسلام على خمس؛ شهادة أن لا إله إلا الله، وأن محمدا عبده ورسوله وإقام الصلاة وإيتاء الزكاة والحج وصوم رمضان". متفق عليه. (ص/۱۲، كتاب الإيمان)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۶۴۱۸)=

…………………………………………………………………

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن أبي وهب الجثمي وكانت له صحبة قال : قال رسول الله ﷺ : " تسموا بأسماء الأنبياء وأحب الأسماء إلى الله تعالى عبد الله وعبد الرحمن ، وأصدقها حارث وهمام ، وأقبحها ومرة " .

(ص/٦٧٦، ٦٧٧، كتاب الأدب ، باب في تغيير الأسماء)

ما في " حاشية سنن أبي داود " : قال المحشي رحمه الله : قوله : " ومرة " لما فيها من المرارة والشناعة ، وكان ﷺ يحب الفال الحسن والإسم الحسن . كذا في مرقاة الصعود .

(ص/٦٧٧، رقم الحاشية : ١)

ما في " صحيح البخاري " : عن أنس بن مالک عن النبي ﷺ قال : " لا عدوى ولا طيرة ، ويعجبني الفأل ، قالوا : وما الفال ؟ قال : الكلمة الطيبة " .

(٢/٨٥٩، كتاب الطب ، باب لا عدوى ، قديمي ، صحيح مسلم : ٢/٢٣١، كتاب السلام ، باب الطيرة والفال وما يكون فيه الشوم)

ما في " صحيح مسلم " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " لا عدوى ولا هامة ولا طيرة وأحب الفال الصالح " .

(٢/٢٣١، كتاب السلام ، باب الطيرة والفال وما يكون فيه الشوم)

ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة قال : قال النبي ﷺ : " لا طيرة وخيرها الفال ، قال : وما الفال يا رسول الله ؟ قال : الكلمة الصالحة يسمعها أحدكم " .

(٢/٨٥٦، كتاب الطب ، باب الفال)

ما في " الموسوعة الفقهية " : التفاؤل مباح بل حسن إذا كان متعينا للخير كأن يسمع المريض يا سالم ! فينشرح لذلک صدره ، ولا خلاف بين الفقهاء في جواز التفاؤل بالكلمة الحسنة من غير قصد ، كأن يسمع المريض يا سالم أو يسمع طالب الضالة يا واجد ، فتستريح نفسه لذلک . (١٣/٧٧، تفاؤل ، حكمه التكليفي ، رد المحتار : ٣/٤٤، ٤٥، كتاب الصلاة ، باب العيدين ، مطلب في الفأل والطيرة ، بيروت)

(٢) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وعنده مفاتح الغيب لا يعلمهآ الا هو﴾ . (سورة=

جادو کی حقیقت اور اس کے برحق ہونے کا مطلب

مسئلہ (۱۸): بعض کمزور عقیدے کے جُہلاء یہ خیال کرتے ہیں کہ فلاں ساحر یا ڈائن، یعنی جادوگرنی نے ہمارے بچہ یا بیوی وغیرہ کو مار ڈالا، یا بیمار کردیا، نیز یہ بھی مشہور ہے کہ جادو برحق ہے، یعنی جادوگروں میں یہ طاقت ہے کہ وہ آدمی کو مار سکتے ہیں، یا بیمار کرسکتے ہیں، جب کہ اُن کا یہ عقیدہ سراسر غلط اور جہالت ہے، فاعلِ حقیقی اللہ کی ذات ہے، اس کے حکم کے بغیر کوئی کچھ نہیں کرسکتا، مخلوق میں سے جو کوئی، جو کچھ کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے ارادے اور حکم سے ہوتا ہے، البتہ یہ چیزیں (جادو، وسحر) کبھی اسبابِ امراض وہلاکت ہوجاتی ہیں، نیز جادو کے برحق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ- جادو کی تاثیر ہوتی ہے- خود آں حضرت ﷺ پر جادو کا اثر ہوا، مگر بہ حکمِ خداوندی سورۂ فلق اور سورۂ ناس کے ذریعے سے وہ زائل ہوگیا[۱]، اور یہ اثر جادو میں اللہ تعالیٰ ہی نے رکھا ہے، لہٰذا جادو کو مؤثرِ حقیقی نہیں کہا جاسکتا، یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ شیطان کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کرنے کی قوت دی ہے، اور اس کو مہلت بھی دی ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے گمراہ کرے، مگر

= الأنعام : ۵۹)

ما في " التفسير المظهري " : والمراد بالغيب ما لم يوجد بعد كأخبار المعاد ومن هذا القبيل أن المطر هل ينزل أو لا ومتى ينزل ومنه ما تكسب نفس غدا وأنه بأرض تموت أو وجد ولم يظهر الله تعالى على أحد ، ومنه ما في الأرحام ..... قلت : وليست خزائن الغيب منحصرة في الخمس المذكورة بل كل ما لم يوجد أو لم يظهر بعد . (۲۷۰/۳ ، سورة الأنعام)=

یہ قوت وطاقت اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہے، لہٰذا مسلمانوں کو اس طرح کے باطل عقائد وگمراہ خیالات سے احتراز کرنا چاہیے، اور اللہ کی ذات پر مکمل اعتماد وبھروسہ اور یقین رکھنا چاہیے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " تفسير النسفي " : روي : أنه ﷺ سحر فمرض ، فجاء ه ملكان وهو نائم فقال أحدهما لصاحبه : ما باله ؟ فقال : طُبّ ، قال : ومن طبّه ؟ قال : لبيد بن أعصم اليهودي ، قال : وبم طبّه ؟ قال : بمشطٍ ومشاطةٍ في جُفّ طلعةٍ ، تحت راعوفة في بئر ذي أروان ، فانتبه ﷺ ، فبعث زبيرا وعليا وعمارا – رضي الله عنهم – فنزحوا ماء البئر وأخرجوا الجفّ فإذا فيه مشاطة رأسه ، وأسنان من مشطه ، وإذا فيه وتر معقّد فيه إحدى عشرة عقدة مغروزة بالإبر، فنزلت هاتان السورتان ، فكلما قرأ جبريل آية انحلّت عقدة ، حتى قام ﷺ عند انحلال العقدة الأخيرة ، كأنّما نشط من عقال ، وجعل جبريل يقول : باسم الله أرقيک ، والله يشفيک من كل داء يؤذيک ، ولهذا جوّزوا الاسترقاء بما كان من كتاب الله وكلام رسوله ﷺ ، لا بما كان بالسريانية والعبرانية والهندية ، فإنه لا يحل اعتقاده والاعتماد عليه. (۳/۷۰۰ ، ۷۰۱ ، سورة الناس)

ما في " مرقاة المفاتيح " : إن يهوديا سحر النبي ﷺ في إحدى عشرة عقدة في وتر دسه في بئر فمرض النبي ﷺ فنزلت المعوّذتان وأخبره جبرئيل عليه السلام بموضع السحر ، فأرسل عليا رضي الله عنه ، فجاء به فقرأهما عليه فكان كلما قرأ آية انحلت عقدة ووجد بعض الخفة .

(۱۱/۳۲ ، كتاب الفضائل والشمائل ، باب في المعجزات ، تحت الرقم :۵۸۹۳)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قل لن يصيبنا إلا ماكتب الله لنا هو مولٰينا وعلى الله فليتوكل المؤمنون﴾ . (سورة التوبة : ۵۱)

ما في " روح المعاني " : أي لن يصيبنا إلا ما خط الله لأجلنا في اللوح . فتدل الآية على أن الحوادث كلها بقضاء الله تعالى . (۶/۱۶۶)=

اَمراض کے متعدی ہونے کا مطلب

مسئلہ(۱۹): عام لوگوں کا یہ خیال ہے کہ بعض بیماریاں مثلاً: کھُجلی، چیچک، آشوبِ چشم (آنکھ دُکھنا)، اورآب وہوا کی تبدیلی سے جو بیماری لاحق ہوتی ہے، نیز ہیضہ (کالرا-Cholera)وغیرہ متعدی ہوتی ہیں، کسی ایک کو اگر ہوجائے، تو اس کی مُجالَست ومُخالَطت سے دوسرے کو بھی ہوجاتی ہے، اُن کا یہ خیال غلط اور بے بنیاد ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی بیماری کسی کو نہیں لگ سکتی، اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:" **لا عَدْوٰی** "- چھوت، یعنی کسی بیماری کا ایک سے دوسرے کو لگنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا[۱]، اس لیے مسلمان کا عقیدہ یہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی بیماری لاحق نہیں ہوتی، **وما تشآء ون الا اَن یشآءَ اللّٰہُ رَبُّ العٰلَمِین**[۲]-تاہم انسان کمزور صفت وکمزور عقیدہ واقع ہوا ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے انسانی طبیعت اور اس کی فطرت کا خیال رکھتے ہوئے اسے حکم دیا ہے کہ-''مجذوم یعنی کوڑھ کے مریض سے اس طرح بھاگو جس

=ما في " القرآن الکریم " : ﴿وما تشاء ون الا ان یشاء اللہ﴾ . (سورۃ الدھر : ۳۰) . ﴿وما تشاء ون الا ان یشاء اللہ رب العٰلمین﴾ . (سورۃ التکویر: ۲۹)

ما في " الإبانة عن أصول الديانة " : أجمع عليه المسلمون من أن ما شاء الله كان ، وما لم يشأ لم يكن ، ورداً لقول الله عز وجل : ﴿وما تشاء ون إلا أن يشاء الله﴾ . (ص/۱۲)

ما في " مرقاة المفاتيح " : من اعتقد أن شيئاً سوى الله ينفع أو يضر بالاستقلال فقد أشرك أي شركاً جلياً . (۸/۳۹۸ ، تحت رقم :۴۵۸۷) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶۱۲/۱۸، ایمان کا بیان)=

طرح تم شیر سے بھاگتے ہو۔"(۳)

اس حکم کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ انسان کا ایمان کمزور نہ ہو جائے، اور توحید کے سلسلے میں وہ شک میں مبتلا نہ ہو جائے، یعنی کمزور عقیدے والا، خارش زدہ، یا کوڑھ کے مریض کے ساتھ رہتے ہوئے اگر اس بیماری میں مبتلا ہو جائے گا، تو کہے گا کہ کھُجلی اور کوڑھ والے کی صحبت کی وجہ سے مجھے بھی بیماری لگ گئی، اسی طرح طاعون و پلیگ کی بیماری کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا کہ- "جس شہر میں طاعون پھوٹ پڑا ہو، وہاں مت جاؤ، اور اگر پہلے سے اس شہر میں ہوں، تو وہاں سے باہر نہ جاؤ"(۴)، کیوں کہ شہر میں جانے سے اگر وہ بیماری بہ تقدیرِ الٰہی لاحق ہوگئی، تو کمزور ایمان والا سمجھے گا کہ فُلاں شخص شہر میں آیا، تو اس کی وجہ سے بیماری لگ گئی، لہٰذا آپ ﷺ نے عقیدے کی خرابی سے بچانے کے لیے سدّ باب کے طور پر اُس شہر میں جانے سے ہی منع فرما دیا۔(۵)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن أنس بن مالک عن النبي ﷺ قال : " لا عدوى ولا طيرة ، ويعجبني الفأل ، قالوا : وما الفال ؟ قال : الكلمة الطيبة " .

(۲/ ۸۵۹، کتاب الطب ، باب لا عدوى ، قديمي)

ما في " صحيح مسلم " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " لا عدوى ولا هامة ولا طيرة وأحب الفال الصالح " .

(۲/ ۲۳۱، کتاب السلام ، باب الطيرة والفال وما يكون فيه الشوم)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبی هريرة قال: قال رسول الله ﷺ : " لا عدوى=

....

= ولا طيرة ولا هامة ولا صفر ". رواه البخاري. (ص/ ۱۳۹۱، باب الفال والطيرة)
(۲) ما في " القرآن الكريم ": ﴿وما تشآءون إلا أن يشاء اللّٰه ان اللّٰه كان عليما حكيما﴾.
(سورة الدهر: ۳۰). ﴿وما تشآءون إلا أن يشاء اللّٰه رب العٰلمين﴾. (سورة التكوير: ۲۹).
﴿قل لا أملك لنفسي ضرا ولا نفعا الا ما شاء الله﴾. (سورة هود: ۴۸)
ما في " التفسير المظهري ": فإنه رب كل شيء وخالق كل شيء من الأعيان والأعراض وأفعال العباد وغير ذلك. اهـ. (۱۸۳/۱۰، سورة التكوير: ۲۹)
ما في " مرقاة المفاتيح ": من اعتقد أن شيئاً سوى الله ينفع أو يضر بالاستقلال فقد أشرك أي شركاً جلياً. (۳۹۸/۸، تحت الرقم: ۴۵۸۷)
ما في " الإبانة عن أصول الديانة ": فأخبرتعالى: إنا لا نشاء شيئا إلا قد شاء الله أن يشاء ه ..... أجمع عليه المسلمون من أن ما شاء الله كان، وما لم يشأ لم يكن. (ص/۱۲)
ما في " القول المفيد على كتاب التوحيد ": وأما النوع الثاني فالشرك في الربوبية، فإن الرب سبحانه هو المالك المدبر المعطي المانع النافع الضار الخافض الرافع المعز المذل. فمن شهد أن المعطي أو المانع أو الضار أو النافع أو المعز أو المذل غيره فقد أشرك بربوبيته .... قوله ﷺ لإبن عباس رضي الله عنهما: " واعلم أن الأمة لو اجتمعوا على أن ينفعوك لم ينفعوك إلا بشيء قد كتبه الله لك ". فهذا يدل على أنه لا ينفع في الحقيقة إلا الله ولا يضر غيره. (۱۲/۱، تعريف التوحيد وأقسامه)
(۳) ما في " صحيح البخاري ": حدثنا سعيد بن ميناءَ قال: سمعت أبا هريرة يقول: قال رسول الله ﷺ: " لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر، وفِرَّ من المجذوم كما تفرّ من الأسد ". (ص/۴۸۸، كتاب الطب، باب الجُذام، الرقم: ۵۷۰۷، دار السلام الرياض)
(۴) ما في " صحيح البخاري ": حدثنا حفص بن عمر: حدثنا شعبة قال: أخبرني حبيب بن أبي ثابت قال: سمعت إبراهيم بن سعد قال: سمعت أسامة بن زيد يحدث سعدا، عن النبي ﷺ قال: " إذا سمعتم بالطّاعون بأرض فلا تدخلوها، وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا منها ". (وفيه عن عبد الرحمن بن عوف): سمعت رسول الله ﷺ يقول: " إذا سمعتم به بأرض فلا تَقدَموا عليه، وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فرارا منه " – الحديث. =

....

....

....

....

....

....

=(ص/ ۴۸۹، ۴۹۰ ، كتاب الطب ، باب ما يذكر في الطاعون ، الرقم :۵۷۲۸ ، ۵۷۲۹ ، ۵۷۳۰ ، دار السلام الرياض)

(۵) ما في " عمدة القاري " : قوله : " لا عدوى " – هي اسم من الإعداء كالرعوى والبقوى من الإرعاء والإبقاء ، يقال : أعداه الداء يعديه إعداء وهو أن يصيبه مثل ما بصاحب الداء ، وكانوا يظنون أن المرض بنفسه يعدي فأعلمهم النبي ﷺ أن الأمر ليس كذلك ، وإنما الله عز وجل هو الذي يمرض وينزل الداء ، ولهذا قال : فمن أعدى الأول ؟ أي : من أين صار فيه الجرب ؟ اهـ . (۲۱/ ۳۶۸ ، كتاب الطب ، باب الجذام ، تحت الرقم :۵۷۰۷)

ما في " الموسوعة الفقهية " : إن المراد بنفي العدوى أن شيئًا لا يُعدى بطبعه نفيا لما كانت الجاهلية تعتقده أن الأمراض تُعدي بطبعها من غير إضافة إلى الله تعالى فأبطل النبي ﷺ اعتقادهم ذلک ، وأكل مع المجذوم ليبيّن لهم أن الله هو الذي يُمرض ويشفي ، ونهاهم عن الدنو منه ليبيّن لهم أن هذا من الأسباب التي أجرى الله العادة بأنها تُفضي إلى مسبّباتها ، ففي نهيه إثبات الأسباب ، وفي فعله إشارة إلى أنها لاتستقلّ ، بل الله هو الذي إن شاء سلبها قواها فلا تؤثّر شيئًا وإن شاء أبقاها فأثّرت ، وعلى هذا جرى أكثر الشافعية . ويُحتمل أيضًا أن يكون أكله مع المجذوم أنه كان به أمر يسير لا يُعدي مثلُه في العادة ، إذ ليس الجَذمَى كلهم سواء ولا تحصل العدوى من جميعهم . ۵ – العمل بنفي العدوى أصلا ورأسا وحمل الأمر بالمجانبة على حَسم المادّة ، وسدّ الذريعة لئلا يحدُث للمخالط شيء من ذلک فيظنّ أنه بسبب المخالطة فيُثبت العدوى التي نفاها الشارع .

(۱۵/ ۱۳۲ ، جذام ، اختلاط المجذوم بالناس)

قرآنیات

قرآن کریم سے متعلق مسائل

قرآن پاک کو عربی زبان وعربی لہجے میں پڑھنا

مسئلہ (۲۰): قرآن پاک چوں کہ عربی زبان میں نازل ہوا ہے[۱]، اس لیے قرآن پاک کو عربی زبان میں، عربی لہجے میں پڑھنا ضروری ہے[۲]، عربی زبان کے علاوہ محض انگلش، ہندی، مراٹھی، گجراتی یا کسی اور زبان میں قرآن پاک پڑھنا جائز نہیں ہے[۳]، اسی طرح متنِ قرآن کے بغیر کسی بھی زبان میں تنہا ترجمۂ قرآن کی اشاعت ناجائز ہے، اس لیے اسے خریدنا، تقسیم کرنا، اور ہدیہ کرنا درست نہیں ہے[۴]، ہاں! اصل متنِ عربی کے ساتھ انگلش یا کسی اور زبان میں قرآن کریم کی مستند تفسیر وترجمہ کو شائع کرنا جائز ہے، اس لیے اس کا خریدنا، تقسیم کرنا اور ہدیہ کرنا بھی جائز ودرست ہے۔

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿نزل به الروح الامین علی قلبک لتکون من المنذرین بلسان عربي مبین﴾ . (سورة الشعراء :۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵)

(۲) ما في " مشکوة المصابیح " : عن حذیفة قال : قال رسول الله ﷺ : " اقرؤوا القرآن بلحون العرب وأصواتها ، وإیاکم ولحون أهل العشق ولحون أهل الکتابین " الحدیث .

(ص/ ۱۹۱ ، کتاب فضائل القرآن ، الفصل الثالث)

(۳) ما في " فتح القدیر " : وفیه : إن اعتاد القراء ة بالفارسیة أو أراد أن یکتب مصحفا بها =

عربی زبان کے علاوہ زبان میں قرآن کریم کی طباعت

مسئلہ (۲۱): قرآن کریم کی طباعت عربی زبان کے علاوہ صوبائی زبان میں، مثلاً: ہندی، مراٹھی، گجراتی وغیرہ میں کرنا یا لکھنا، باجماعِ امت حرام وناجائز ہے، اور مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر تحریفِ قرآن کے حکم میں ہے:

۱- ایسا کرنا مصاحفِ عثمانی کے رسم الخط کی تبدیل وتغییر ہے، جو باجماعِ امت حرام ہے۔(۱)

۲- صوبائی زبان؛ ہندی، مراٹھی، گجراتی وغیرہ میں بہت سے ایسے حروف موجود نہیں، جو قرآن کریم میں پائے جاتے ہیں، مثلاً - ''ذ، ز، ض، ظ، الف، ع'' - ان سب حروف کو مذکورہ زبانوں میں الگ الگ نقش اور تلفظ کے ساتھ نہیں ادا کیا جاتا، بلکہ ایک ہی نقش کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے، حالاں کہ ان حروف کے تلفظ کے بدلنے سے عربی میں معانی بدل جاتے ہیں، اور ایسا کرنا قرآن مجید کی کھلی تحریف ہے۔

۳- اگر صوبائی زبان میں حرکات؛ زبر، زیر وپیش کو بہ شکلِ حروف لکھا جائے، تو یہ ایک اور تحریف ہے۔

=يمنع وإن فعل في آية أو آيتين لا ، فإن كتب القرآن وتفسير كل حرف وترجمته جاز .
(۲۹۱/۱ ، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة ، بيروت)

(۴) ما في '' رد المحتار '' : وما كان سببا لمحظور فهو محظور . (۴۲۶/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، قبيل فصل في اللبس ، دار الكتاب ديوبند ، و۲۲۳/۵ ، مكتبه نعمانيه)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۰۷۰۸)=

۴- نیز اس میں عجم کے کفار کے ساتھ مشابہت بھی ہے، کیوں کہ یہ ان کا مخصوص رسم الخط ہے۔

۵- نیز اکثر علاقائی زبانوں کی شروعات بائیں جانب سے ہوتی ہے، بنا بریں قرآن پاک کی شروعات بھی بائیں جانب سے ہوگی، جو کہ خلافِ سنت وخلافِ ادب ہے، کیوں کہ دائیں جانب سے کام کی شروعات کرنا پسندیدہ اور مسنون ہے۔(۲)

اس لیے جو لوگ عربی زبان سے ناواقف ہیں، انہیں چاہیے کہ وہ عربی سیکھیں، اور عربی ہی میں قرآن مجید کی تلاوت کریں!

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " الإتقان في علوم القرآن " : وقال أشهب : سئل مالک : هل يكتب المصحف على ما أحدثه الناس من الهجاء ؟ فقال : لا ، إلا على الكتبة الأولى ، رواه الداني في المقنع ، ثم قال : ولا مخالف له من علماء الأمة ...... وقال الإمام أحمد : يحرم مخالفة مصحف الإمام في واو أو ياء أو ألف أو غير ذلک . وقال البيهقي في شعب الإيمان : من يكتب مصحفا فينبغي أن يحافظ على الهجاء الذي كتبوا به هذه المصاحف ، ولا يخالفهم فيه ، ولا يغير مما كتبوه شيئًا ، فإنهم كانوا أكثر علما وأدق قلبا ولسانا ، وأعظم أمانة منا ، فلا ينبغي أن نظن بأنفسنا استدراكا عليهم .

(۲/۳۲۸ ، ۳۲۹ ، النوع السادس والسبعون في مرسوم الخط وآداب كتابته)

ما في " مناهل العرفان في علوم القرآن " : وقال الإمام أحمد بن حنبل : تحرم مخالفة خط مصحف عثماني في واو أو ألف أو ياء أو غير ذلک ..... وجاء في المحيط البرهاني في فقه الحنفية ما نصه : " إنه ينبغي ألا يكتب المصحف بغير الرسم العثماني " . وقال العلامة نظام الدين النيسابوري ما نصه : " وقال جماعة من الأئمة إن الواجب على القراء والعلماء =

....

....

....

=وأهل الكتابة أن يتبعوا هذا الرسم في خط المصحف ، فإنه رسم زيد بن ثابت ، وكان أمين رسول الله ﷺ وكاتب وحيه " .

(۱/۳۷۹ ، ۳۸۰ ، هل رسم المصحف توقيفي ، أقوال العلماء في التزام الرسم العثماني)

وفيه أيضًا : (رابعًا) ان مصطلح الخط والكتابة في عصرنا ، عرضة للتغيير والتبديل ، ومن المبالغة في قداسة القرآن حمايته من التغيير والتبديل في رسمه .

(۱/۳۹۸ ، شبهة على التزام الرسم العثماني في هذا العصر)

ما في " رد المحتار " : في الفتح عن الكافي : إن اعتاد القراء ة بالفارسية أو أراد أن يكتب مصحفا بها يمنع ، وإن فعل في آية أو آيتين لا . (۲/۱۸۷ ، باب صفة الصلاة ، مطلب في بيان المتواتر بالشاذ ، فتح القدير: ۱/۲۹۱ ، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة)

ما في " الفتاوى الهندية " : وينبغي لمن أراد كتابة القرآن أن يكتبه بأحسن خط .... كما هو مصحف الإمام عثمان بن عفان رضي الله تعالى عنه . كذا في القنية .

(۵/۳۲۳ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة والمصحف وما كتب فيه شيء من القرآن الخ)

ما في " أصول الفقه الإسلامي للزحيلي " : فإن تغيير سورة أو آية بألفاظ عربية مرادفة لألفاظ القرآن لا يعد قرآنا مهما كان مطابقا للمفسر في دلالته لأن القرآن عربي خاص نزل من عند الله سبحانه . (۱/۴۲۳ ، مكتبه رشيديه كوئٹه ، بحوالہ آپ کے مسائل اوران کاحل:۴/۴۶۴،جدید)

(۲) ما في " مشكوة المصابيح " : عن عائشة قالت : كان النبي ﷺ يحبّ التيامن ما استطاع في شأنه كله ؛ في طهوره وترجّله وتنعّله " . متفق عليه .

(ص/۴۶، كتاب الطهارة ، باب سنن الوضوء ، الفصل الأول)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۲۱۲۲، فتاویٰ محمودیہ: ۷/۲۱۴-۲۲۳، میرٹھ، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۴/۴۶۳،۴۶۴،جدید، جواہر الفقہ :۱/۷۱-۹۴،قرآن کریم کا رسم الخط اوراس کے احکام)

موبائل ولیپ ٹاپ سے آیتِ قرآن ڈیلیٹ کرنا

مسئلہ (۲۲): آج کل موبائل اور لیپ ٹاپ میں قرآن کریم کی آیات یا سورت، لوگ پڑھنے کی نیت سے رکھتے ہیں، اوراپنے دوستوں کوثواب کی نیت سے شیئر (Share) بھی کرتے ہیں، لیکن موبائل یا لیپ ٹاپ میں وائرس آنے، یا موبائل میں جگہ نہ ہونے پر سارا ڈاٹا(Data) ڈیلیٹ(Delete) کرنا پڑتا ہے، جس کے متعلق لوگوں میں یہ افواہ عام ہورہی ہے کہ اس فعل یعنی ڈیلیٹ کرنے سے آدمی ایمان سے خارج ہوجاتا ہے، ان کی یہ بات درست نہیں ہے، صحیح بات یہ ہے کہ ضرورۃً موبائل یا لیپ ٹاپ میں موجود قرآن کریم کی آیات یا سورت کا ڈیلیٹ کرنا جائز ودرست ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : ولو كان فيه اسم الله تعالى أو اسم النبي ﷺ يجوز محوه ليلفّ فيه شيء . (۹/۵۵۵، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولو كان فيه اسم الله تعالى أو اسم النبي صلى الله عليه وآله وسلم يجوز محوه ليلفّ فيه شيء . كذا في القنية . ولو محا كتب فيه القرآن واستعمله في أمر الدنيا يجوز . (۵/۳۲۲ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة والمصحف وما كتب فيه شيء من القرآن الخ)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : وفي مسائل الملتقط : ورسائل تستغنى عنها وفيها اسم الله تعالى يمحى ثم يلقى في الماء الكثير . (۱۸/۶۹، كتاب الكراهية ، الفصل الخامس في المسجد والقبلة والمصحف وما كتب فيه شيء من القرآن)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۵۵۰۵۹)

ٹیبلیٹ پر قرآن کریم کی تلاوت اور اسلامی کتابیں پڑھنا

مسئلہ (۲۳): قرآن کریم کی تلاوت اور اسلامی کتابوں کے پڑھنے کے لیے ٹیبلیٹ (لیپ ٹاپ) کا استعمال جائز ہے، البتہ اُس میں اسلامی اور دینی کتابوں کے ساتھ گندی وناجائز چیزیں نہ رکھی جائیں، کیوں کہ یہ ناجائز ہے، اور اِس میں دینی کتابوں کی بے حرمتی بھی ہے۔[1]

اگر ٹیبلیٹ کی اسکرین پر قرآن کریم کھلا ہوا ہو، تو بلا وضو یا ناپاکی کی حالت میں اسکرین پر ہاتھ لگانا، یا ٹیبلیٹ کو چھونا جائز نہیں ہوگا[2]، اور اگر اسکرین پر قرآن کریم کھلا نہ ہو، بلکہ کوئی دینی کتاب ہو، یا اسکرین پر کچھ نہ ہو، تو بلا وضو یا ناپاکی کی حالت میں اسے چھو سکتے ہیں، البتہ بہتر نہیں ہے[3]، اگر اسکرین پر کھلی ہوئی کتاب میں کوئی قرآنی آیت ہے، تو بلا وضو یا ناپاکی کی حالت میں اس آیت پر ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : قو له تعالى : ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم﴾ . (سورة لقمان : ٦)

ما في " الشامية " : وجاء في التفسير أن المراد الغناء .... قلت : وفي التاتارخانية عن العيون : إن كان سماع غناء فهو حرام بإجماع العلماء .

(۹/۵۰۲ ، ۵۰۳ ، كتاب الحظر والإباحة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : قلت : وفي البزازية : استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام ، لقوله عليه الصلاة والسلام : " استماع الملاهي معصية والجلوس=

....

=عليها فسق ، والتلذذ بها كفر " . أي بالنعمة . الخ . در مختار .
(٩/٥٠٤ ، كتاب الحظر والإباحة)
(٢) ما فى " القرآن الكريم " : ﴿لا يمسّه إلا المطهرون﴾ . (سورة الواقعة : ٧٩)
ما فى " أحكام القرآن لظفر أحمد التهانوى " : إن المراد به المطهرون من الأحداث ، وهم المكلفون من الآدميين لما روى أنس بن مالک فى حديث إسلام عمر قال لأخته : أعطونى الكتاب الذى كنتم تقرؤن ، فقالت : إنک رجس إنه لا يمسه إلا المطهرون ، فقم واغتسل أو توضأ .... ولذا ذهب الجمهور إلى أنه لا يجوز للمحدث مس المصحف إلا بواسطة شيء منفصل عنه . (٥/١٠)
ما فى " أحكام القرآن شفيعي " : وجه الاستدلال بالآية أن المراد بالمطهرين هم المطهرون من الأحداث ، ويؤيد هذا أن الكلام مسوق لتعظيم القرآن .... وهذا شرط لمس نقوشه وأوراقه . (٥/١٠)
ما فى " الفتاوى الهندية " :لا يجوز مسّ شيء مكتوب فيه شيء من القرآن من لوح أو دراهم أو غير ذلک إذا كان آية تامة . هكذا فى الجوهرة النيرة . والصحيح منع مس حواشى المصحف والبياض الذى لا كتابة عليه . هكذا فى التبيين . (١/٣٩ ، بدائع الصنائع : ١/١٤١، كتاب الطهارة ، مطلب فى مس القرآن ، مراقى الفلاح مع حاشية الطحطاوي :ص/٣٤ ، كتاب الطهارة ، الدر المختار مع الشامية : ١/٢٨٢ ، كتاب الطهارة)
ما في " الدر المختار مع الشامية " : وقراء ة قرآن بقصده ومسّه ولو مكتوباً بالفارسية في الأصح إلا بغلافه المنفصل.......... قوله : إلا بغلافه المنفصل أي كالجراب والخريطة دون المتصل كالجلد المشرز هو الصحيح وعليه الفتوى لأن الجلد تبع له .
(١/٤٢٣ ،كتاب الطهارة ، باب الحيض، مطلب لو أفتى مفت بشيء من هذه الأقوال... الخ، الفتاوى الهندية: ١/٣٨، ٣٩ ، الفصل الرابع في أحكام الحيض والنفاس والاستحاضة)
ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : ويجوز للمحدث أن يمس غلاف المصحف إذا كان متجافياً عنه بأن يكون شيء ثالث بين الماس والممسوس كمنديل ونحوه .... وأما مس الغلا ف المتصل بالمصحف غير المتجافي عنه فلا يحل شيء لأنه تبع للمصحف . (١/٩٨)=

قرآن کریم کو چھونے کے لیے باوضو ہونے کا ثبوت

مسئلہ (۲۴): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کو چھونے کے لیے باوضو ہونا ضروری نہیں ہے، کیوں کہ قرآن کریم میں یہ بات کہیں بھی نہیں ملتی، بلکہ یہ فقہ اسلامی کی پیداوار ہے، جو بعد میں مدوّن ہوا، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جس آیت سے فقہاء نے باوضو قرآن کریم چھونے کا حکم ثابت کیا ہے، اس میں خبر کا ذکر ہے، حکم کا نہیں، اور مراد فرشتے ہیں، انسان نہیں، ان کی یہ دونوں باتیں بالکل غلط ہیں، جس پر فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿لا یَمَسُّهٗ اِلا الْمُطَهَّرُوْن﴾، اور فرمانِ رسول ﷺ: ”لا تَمَسُّ الْقُرْآنَ إلا وَأنتَ طَاهِرٌ“ شاہد عدل ہیں، لہٰذا اس طرح کی ہفوات وبکواس قابلِ التفات نہیں ہے۔(۱)

=ما في ” الموسوعة الفقهية “ : فقال الحنفية : يحرم مس المصحف كله أو بعضه أي مس= المكتوب منه ولو آية على نقود درهم أو غيره أو جدار ، لأن حرمة المصحف كحرمة ما كتب منه فيستوي فيه الكتابة في المصحف وعلى الدراهم ، كما يحرم مس غلاف المصحف المتصل به ، لأنه تبع له ، فكان مسه مسا للقرآن .

(۲۷۶/۳۷، مس المحدث والجنب المصحف)

(۳) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : ذهب الحنفية والمالكية والحنابلة : إلى جواز مس المحدث كتب الفقه وغيرها وإن كان فيها آيات من القرآن الكريم ، وهو أصح وجهين مشهورين عند الشافعية ، غير أن أبا حنيفة قال : والمستحب له أن لا يفعل .

(۲۸۰/۳۷، مس المحدث كتب الفقه وغيرها)

ما في ” بدائع الصنائع “ : وأما مسّ كتاب الفقه فلا بأس به ، والمستحب له أن لا يفعل .

(۳۳/۱ ، ۳۴ ، المكتبة العلمية بيروت)=

....

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : وقد روى مالك وغيره أن في كتاب عمرو بن حزم الذي كتبه له رسول الله ﷺ ونسخته ..... وكان في كتابه : ألا يمس القرآن إلا طاهر ، وقال ابن عمر : قال النبي ﷺ : " لا تمس القرآن إلا وأنت طاهر " .

(۱۷/۲۲۵، سورة الواقعة)

ما في " المؤطا للإمام مالک " : عن عبد الله بن أبي بكر بن حزم أن في الكتاب الذي كتبه رسول الله ﷺ لعمرو بن حزم : ألا يمس القرآن إلا طاهر . (ص/۶۹)

ما في " أحكام القرآن لإبن العربي " : وقد روي أن عمر بن الخطاب دخل على أخته وزوجها سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل وهما يقرآن طه ، فقال : ما هذه الهينمة ؟ وذكر الحديث إلى أن قال : هاتوا الصحيفة ! فقالت له أخته : انه لا يمسه إلا المطهرون ، فقام واغتسل وأسلم .

(۱۷۳۸/۴، سورة الواقعة)

ما في " أحكام القرآن للتهانوي " : وروي عن النبي ﷺ في أخبار متظاهرة أنه كتب في كتابه لعمرو بن حزم : ولا يمس القرآن إلا طاهر ، ولذا ذهب الجمهور ، ومنهم السادة الحنفية ، إلى أنه لا يجوز للمحدث مس المصحف إلا بواسطة شيء منفصل عنه ، ووجه الاستدلال بالآية أن الآية لما كانت محتملا للمعنيين جاء الحديث كاشفا للمراد مبينا ان المراد بالمطهرين هم المطهرون من الأحداث . (۵/۱۰، سورة الواقعة)

ما في " أحكام القرآن لإبن العربي " : المسألة الرابعة : هل قوله : ﴿لا يمسّه﴾ نهي أو نفي ؟ فقيل : لفظه لفظ الخبر ، ومعناه النهي . (۱۷۳۸/۴)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وإن حمل على النهي وإن كان في صورة الخبر كان عموما فينا ، وهذا أولى لما روي عن النبي ﷺ في أخبار متظاهرة أنه كتب في كتابه لعمرو بن حزم : " ولا يمسّ القرآن إلا طاهر " فوجب أن يكون نهيه ذلک بالآية إذ فيها احتمال له.

(۵۵۵/۳ ، سورة الواقعة)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : فالجمهور على المنع من مسّه لحديث عمرو بن حزم ، وهو مذهب علي وابن مسعود وسعد بن أبي وقاص وسعيد بن زيد وعطاء =

قرآن وحدیث محفوظ کیے گئے موبائل کو بیت الخلا میں لے جانا

مسئلہ (۲۵): موبائل میں قرآن وحدیث اور اَدعیۂ ماثورہ وغیرہ محفوظ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ اگر یہ اسکرین پر ظاہر ہوں، تو اس حالت میں اسے بیت الخلاء اور استنجا خانہ وغیرہ میں لے جانا، بے ادبی شمار ہوگا، اور اگر یہ پروگرام بند ہوں، اسکرین پر ظاہر نہ ہوں، تو اسے بیت الخلاء اور استنجا خانہ وغیرہ میں لے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (۱)

=والزهري والنخعي والحكم وحماد وجماعة من الفقهاء . (۱۷/۲۲۶)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على أنه يحرم مسّ المصحف لغير الطاهر طهارة كاملة من الحدثين الأصغر والأكبر ...... واستدل الفقهاء على حرمة مسّ المصحف بالكتاب والسنة . أما الكتاب فهو قوله تعالى : ﴿إنه لقرآن كريم O في كتٰب مبين O لا يمسّه الا المطهّرون O تنزيل من رب العٰلمينO﴾ دلّت الآية الكريمة على أن الله تعالى نهى عن مسّ المصحف لغير الطاهر وأن المحدث ليس بطاهر ، فدل على عدم جواز مسّه ، ثم ان الله تعالى وصف القرآن بالتنزيل ، وظاهره أن المقصود هو القرآن الموجود بين أيدينا فلا يصرف عن ظاهره إلا بصارف شرعي ، وأن الخبر فيه النهي عن مسّه ...... وأما السنة فحديث ابن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله ﷺ قال : " لا يمسّ القرآن إلا طاهر " ، ولأن تعظيم القرآن واجب ، وليس من التعظيم مسّ المصحف بيد حلها الحدث ، وكتاب النبي ﷺ لعمرو بن حزم رضي الله عنه : أن لا تمسّ القرآن إلا على طهر . (۳۷/۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، كذا في الفتاوى الهندية : ۱/۳۸ ، ۳۹ ، بدائع الصنائع : ۱/۱۴۰، ۱۴۱، روح المعاني : ۱۵/۲۳۶) (فتاویٰ اشاعت العلوم غیر مطبوعہ، رقم الفتویٰ:۸۴۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : فلو نقش اسمه تعالى أو اسم نبيه ﷺ استحب أن يجعل الفصّ في كمه إذا دخل الخلاء . (۹/۵۱۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في اللبس)=

اتنی بلند آواز سے تلاوت جس سے دوسروں کو تکلیف ہو

مسئلہ (۲۶): دورانِ سفر کسی ایک ساتھی کا موبائل وغیرہ پر اتنی بلند آواز سے تلاوتِ کلام پاک سننا کہ اُس سے دوسرے ساتھیوں کو تکلیف ہو رہی ہو، یا وہ کسی اور کام، یا بات چیت وغیرہ میں مشغول ہوں، مکروہ ہے۔ (۱)

=ما في " الفتاوى الهندية " : إذا كان في جيبه دراهم مكتوب فيها اسم الله تعالى أو شيء من القرآن فأدخلها مع نفسه المخرج يكره وإن اتخذ لنفسه مبالا طاهرا في مكان طاهر لا يكره .
(۳۲۳/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة والمصحف الخ)
(موبائل کے مسائل: ص/ ۵۰، مرتب مفتی محمد اسماعیل برہانپوری، مکتبہ نعیمیہ دیوبند)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : ذهب الحنفية والشافعية إلى جواز القراء ة في الطريق إذا لم يلته عنها صاحبها ، فإن التهى صاحبها عنها كرهت ...... وقالوا : يجب على القاري احترام القرآن بأن لا يقرأ في الأسواق ومواضع الاشتغال ، فإذا قرأه فيهما كان هو المضيع لحرمته فيكون الإثم عليه دون أهل الاشتغال دفعا للحرج في إلزامهم ترك أسبابهم المحتاج إليها . (۶۳/۳۳ ، قراء ة ، الأحوال التي تجوز فيها قراء ة القرآن والتي تكره)

ما في " حلبي كبير " : رجل يكتب الفقه وبجنبه يقرأ القرآن ولا يمكن الكاتب الاستماع فالإثم على القارئ لقراء ته جهرا في موضع اشتغال الناس بأعمالهم ولا شيء على الكاتب .
(ص/ ۴۹۷ ، القراء ة خارج الصلاة)

ما في " رد المحتار " : رجل يكتب وبجنبه رجل يقرأ القرآن فلا يمكنه استماع القرآن فالإثم على القارئ ، وعلى هذا لو قرأ على السطح والناس نيام يأثم . اهـ. أي لأنه يكون سببا لإعراضهم عن استماعه أو لأنه يؤذيهم بإيقاظهم . تأمل . (۲۶۸/۲ ، صفة الصلاة ، فروع في القراء ة خارج الصلاة)

ما في " الفتاوى الهندية " : لا يقرأ جهرا عند المشتغلين بالأعمال ومن حرمة القرآن أن لا يقرأ في الأسواق وفي موضع اللغو . كذا في القنية .
(۳۱۶/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الرابع في الصلاة والتسبيح وقراء ة القرآن الخ)

مسابقاتِ قرآنیہ وعلمیہ کا انعقاد

مسئلہ (٢٧): طلبۂ علومِ دینیہ کے مابین ان کی ذہن سازی، ان کی خوابیدہ صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے، اوران کے اندر علم وعمل کے میدان میں سبقت حاصل کرنے کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے، مسابقاتِ علمیہ کے انعقاد کے جواز پر علماء وفقہاء کا اتفاق ہے، کیوں کہ آپ ﷺ نے جہاد کی تیاری اوراس پر اُبھارنے کے لیے اپنے اصحاب کے درمیان گھوڑ دوڑ کا مسابقہ کرایا، تاکہ دین کا قیام مضبوط ومستحکم ہوجائے، اور یہ علت مسابقاتِ علمیہ کے انعقاد میں پائی جاتی ہے، وہ اس طور پر کہ جس طرح جہاد، دین کے قیام کا ذریعہ ہے، اسی طرح مسابقاتِ قرآنیہ واحادیثِ نبویہ، قرآن وحدیث کے علوم کی حفاظت کے ذرائع ہیں، اور مسابقات کے ذریعہ ان ہی علوم کے حاصل کرنے پر اُبھارا جاتا ہے، جو حفاظتِ دین میں مفید ومعاون ہیں، اس لیے مسابقاتِ قرآنیہ وعلمیہ کا انعقاد جائز وممدوح ہے، البتہ شرط یہ ہے کہ مساہمین ومتسابقین سے شرکت کا عوض نہ لیا جائے، اوران مسابقات کا انعقاد محض اخلاص پر مبنی ہو۔ (١)

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله بن عمر رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ قال : " إن من الشجر شجرة لا يسقط ورقها وإنها مثل المسلم ، حدثوني ما هي ؟ قال : فوقع الناس في شجر البوادي ، قال عبد الله : فوقع في نفسي أنها النخلة ، ثم قالوا : حدثنا ما هي يا رسول الله ؟ قال : هي النخلة " . (١/ ١٤ ، الرقم : ٦٢ ، كتاب العلم ، باب طرح الإمام الخ)

ما في " عمدة القاري " : قال ابن التين : إنه ﷺ سابق بين الخيل على حلل أتته من اليمن =

....

....

....

....

=فأعطى السابق ثلاث حلل ، وأعطى الثاني حلتين ، والثالث حلة ، والرابع دينارًا ، والخامس درهمًا ، والسادس فضة ، وقال : " بارک الله فيک وفي كلكم وفي السابق والفسكل " .
(۲۳۶/۴، باب هل يقال مسجد بني فلان ؟)
ما في " مجمع الأنهر " : لو اختلف اثنان في مسئلة وأراد الرجوع إلى شيخ وجعلا على ذلک جعلا أي لو وقع الاختلاف بين اثنين وشرط أحدهما لصاحبه أنه إن كان الجواب كما قلت أعطيتک كذا ، وإن كان كما قلتُ فلا آخذ منک شيئًا فهذا جائز ، لأنه لما جاز في الأفراس لمعنى يرجع إلى الجهاد يجوز هنا للحديث على الجهد في طلب العلم لأن الدين يقوم بالعلم كما يقوم بالجهاد . (۲۱۷/۴، كتاب الكراهية ، فصل في المتفرقات)
ما في " رد المحتار " : انه لو قال واحد من الناس لجماعة من الفرسان أو لإثنين : من سبق فله كذا من مال نفسه ، أو قال للرماة : من أصاب الهدف فله كذا جاز ، لأنه من باب التنفيل ، فإذا كان التنفيل من بيت المال كالسلب ونحوه جاز ، فما ظنک بخالص ماله ؟ وعلى هذا : الفقهاء إذا تنازعوا في المسائل ، وشرط للمصيب منهم جعل جاز إذا لم يكن من الجانبين على ما ذكرنا في الخيل ، إذ التعلم في البابين يرجع إلى تقوية الدين وإعلاء كلمة الله تعالى .
(۱۰/ ۴۰۰ ، فصل في مسائل شتى)
ما في " أحكام المسابقات في الشريعة الإسلامية " : اتفق الفقهاء رحمهم الله تعالى على جواز إجراء مسابقات علمية بين طلبة العلم ، لاختبار حدة الذكاء وسرعة النباهة وإثارة روح المنافسة بين الطلاب للوصول إلى الجواب المطلوب .... وذلک إذا كان بدون عوض . (ص/ ۲۱۱، الفصل الخامس ، السبق العلمي)
ما في " القواعد والضوابط الفقهية لإبن تيمية " : إذا زال الموجِب زال الموجَب .
(۲۳۳/۲)

نابینا اور معذور افراد کے لیے

بریل کوڈ (Braille Code) کی ایجاد

مسئلہ (۲۸): نابینا اور معذور افراد سماج کی خصوصی توجہ اور ہمدردی کے مستحق ہیں، ان کی تعلیم کے لیے بریل کوڈ☆ (Braille Code) کی ایجاد نہایت اہم پیش رفت ہے، مسلمانوں کو چاہیے کہ اس رمزی زبان کے ذریعے نابینا حضرات کو زیادہ سے زیادہ علومِ اسلامیہ سے استفادہ کی سہولت فراہم کریں، بریل کوڈ کے مسلمان ماہرین کو چاہیے کہ وہ اس کوڈ کو زیادہ سے زیادہ عربی خط اور رسمِ عثمانی سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کریں، تاکہ یہ رُموز قرآنِ مجید کے اصل رسم سے زیادہ سے زیادہ ہم آہنگ ہوجائیں۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿عبس وتولّى ان جآءه الاعمى ٥ وما يدريك لعلّه يزّكّى﴾.

(سورة عبس : ۱، ۲)

ما في '' الدر المنثور في التفسير المأثور '' : وأخرج ابن جرير وابن مردويه عن ابن عباس قال: بينا رسول الله صلى الله عليه وسلم يناجي عتبة بن ربيعة والعباس بن عبد المطلب وأبا جهل بن هشام ، وكان يتصدى لهم كثيرا ، ويحرص أن يؤمنوا فأقبل إليه رجل أعمى يقال له عبد الله بن أم مكتوم يمشي وهو يناجيهم ، فجعل عبد الله يستقرئ النبي صلى الله عليه وسلم آية من القرآن ، قال : يا رسول الله ! علّمني مما علّمك الله ، فأعرض عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم وعبس في وجهه وتولى وكره كلامه ، وأقبل على الآخرين ، فلما قضى رسول الله صلى الله عليه وسلم نجواه ، وأخذ ينقلب إلى أهله أمسك الله ببعض بصره ثم خفق برأسه ثم أنزل الله ﴿عبس وتولّى أن جاءه الأعمى﴾ فلما نزل فيه ما نزل أكرمه نبي الله وكلمه يقول له : ما حاجتك ؟ هل تريد من شيء ؟ . =

....

=(۵۱۸/۶، سورة عبس ، دار الكتب العلمية بيروت ، معالم التنزيل المعروف بتفسير البغوي :۳۳۲/۸ ، دار طيبة للنشر والتوزيع ، روح المعاني :۲۴۱/۱۵ ، بيروت)
وما في " القرآن الكريم " : ﴿ولقد يسّرنا القراٰن للذّكر فهل من مدّكر﴾ . (سورة القمر: ۱۷)
ما في " تفسير القرآن العظيم " : قوله تعالى : ﴿ولقد يسّرنا القراٰن للذّكر﴾ ؛ أي سهلناه للحفظ والقراء ة والكتابة ...... ﴿فهل من مدكر﴾ ؛ أي فهل ذاكرٌ يذكره ، وقارئٌ يقرأه ، ومعناه : الحثّ على قراء ة القرآن ودرسه وتعلّمه ، ولو لا تسهيل الله علينا ذلك لم يستطع أحد أن يلفِظَ به . (الباب : ۱۷، أبو القاسم سليمان بن احمد بن أيوب بن مطير اللخمي والشامي الطبراني ، الجامع لأحكام القرآن للقرطبي :۱۳۴/۱۷، سورة القمر ، دار عالم الكتب ، الرياض ، التحرير والتنوير المعروف بتفسير ابن عاشور:۸۹/۱۶، سورة مريم ، الآية/۹۶، محمد الطاهر بن محمد بن محمد الطاهر ابن عاشور التونسي ، مؤسسة التاريخ العربي بيروت)
ما في " تفسير التستري " : قوله تعالى : أي ؛ هونا القرآن للذكر ، ولو لا ذلك لما أطاقت الألسنة أن تتكلم به فهل من مدكر لهذه النعمة . (۱۵۸/۱، أبو محمد سهل بن عبد الله التستري ، دار الكتب العلمية بيروت ، تفسير روح البيان المعروف بتفسير حقي : ۲۲۴/۹، سورة القمر ، اسماعيل حقي بن مصطفى الإستانبولي الحنفي الخلوتي ، دار احياء التراث العربي بيروت ، غريب القرآن لإبن قتيبه : ۴۳۲/۱ ، ابو محمد عبد الله بن مسلم بن قتيبه الدينوري ، دار الكتب العلمية ، مصريه ، شرح السنة : ۱۸۲/۱، الحسين بن مسعود البغوي ، المكتب الإسلامي دمشق ، و بيروت ، الورع لإبن حنبل : ۸۸/۱، أبو عبد الله احمد بن محمد بن حنبل الشيباني ، دار الكتب العلمية بيروت ، مرعاة المفاتيح :۲۶۱/۷، الفصل الأول ، تحت رقم :۲۲۰۹ ، ابو الحسن عبيد الله بن محمد عبد السلام المباركفوري ، إدارة البحوث العلمية .. ، بنارس ، الهند)
ما في " التفسير المنير للزحيلي " : ولقد سهلناه للحفظ وأعنا عليه من أراد حفظه فهل =

....

=من طالب لحفظه ليعان عليه . (۱۶۳/۲۷ ، فقه الحياة والأحكام)

ما في " التفسير الواضح " : فإنما يسرنا القرآن بلسانک العربي حتى صار مفهوما يفهمه الخاص والعام فهو كالبحر يغترف منه كل على قدر طاقته ولقد يسرنا القرآن للذكر ـ الخ .

(۲/۴۷۴ ، سورة مريم ، الدكتور محمد محمود حجازي ، دار الجيل الجديد)

ما في " التحرير والتنوير " : ﴿ولقد يسرنا القرآن للذكر﴾ [القمر: ۲۲] ، ولذلک كان شأن الرسول ﷺ حفظ القرآن عن ظهر قلب ، وكان شأن المسلمين اقتداء به في ذلک على حسب الهمم والمكنات . (۸/۲۵، سورة فصلت)

ما في " لطائف الإشارات " : يسّرنا قرأته على ألسنة الناس ، ويسّرنا علمه على قلوب قوم ، ويسرنا فهمه على قلوب قوم ، ويسرنا حفظه على قلوب قوم ، وكلهم أهل القرآن ، وكلهم أهل الله وخاصته . (۳/۴۹۷ ، سورة القمر ، عبد الكريم بن هوازن القشيري ، الناشر ؛ الهيئة المصرية العامة للكتاب ، مصر)

ما في " كيف نفهم القرآن الكريم ؟ " : فهذا القرآن العظيم قد سهل الله ألفاظه للحفظ والأداء ومعانيه للفهم والعلم ، لأنه أحسن الكلام لفظا وأصدقه معنى ، وأبينه تفسيرا ، فكل من أقبل عليه يسر الله عليه مطلوبه غاية التيسير وسهله عليه .... ولهذا كان علم القرآن حفظا وتفسيرا أسهل العلوم وأجلها ...... فهذه نعمة عظيمة فهل من مدكر ؟ هل من متعظ ؟ هل من مقبل على كلام الله يفهمه ويتعلمه ؟ والله يعينه ويوفقه ويسدده .... فهم القرآن وتدبره ليس مقصودا على العلماء ، بل كل واحد لا بد أن يأخذ حظّه من بحسب ما يسره الله له ، وبحسب ما معه من الفهم والعلم والإدراک ، فالله تبارک وتعالى دعا عباده كلهم إلى تدبر القرآن وفهمه لم يخص طائفة بذلک دون طائفة ، ولو كان فهم القرآن وتدبره مقتصرا على فئة من الناس لكان نفع القرآن محصورا عليهم ولكان الخطاب في الآية موجهًا إليهم .

(۱/۶ ، عبد السلام بن ابراهيم بن محمد الحصين)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحٰفظون﴾ . (سورة الحجر: ۹)=

....

....

....

....

=ما في " جمع القرآن الكريم حفظا وكتابة " : سهولة حفظ القرآن الكريم وتيسيره ؛ فكان من رحمة الله على خلقه أن يسر لهم حفظ القرآن ليجعل من ذلک سببًا مانعًا من ضياع شيء منه ، فكما قال عزّ وجلّ : ﴿انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحفظون﴾ ... فقد قال أيضًا : ﴿ولقد يسرنا القرآن للذكر﴾ . (١/٢٦ ، أد. على بن سليمان العبيد)

ما في " الأصول والقواعد للفقه الإسلامي " : " مَا رَآهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ " . "جس چیز کو مسلمان اچھا خیال کریں، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھی ہے۔" (ص/٢٦٣ ، قاعده : ٣١٢ ، شرح السير الكبير:١٤٩/٤ ، باب ما يكره في دار الحرب وما لا يكره ، قواعد الفقه:ص/١١٥ ، القاعدة:٢٩٤ ، جمهرة القواعد ، المادة: ١١٧١)

ما في " موقع الإسلام سؤال وجواب " : وقال الشيخ صلاح الصاوي حفظه الله : أما إن كان سؤالک حول جواز هذا العمل في ذاته – أي : المصحف المترجم بطريقة برايل ، فلا شک في مشروعيته ، وأنه يمثل إنجازا حضاريا كبيرا ، ونعمة من أجل نعم الله على المكفوفين . والله تعالى أعلى وأعلم . انتهى . (أحكام المصاحف " القرآن وعلومه " www.islamQA.com) (كتابة القرآن الكريم بنظام برايل للمكفوفين ، د. عبد الله الخميس ، المسلم نت almoslim.net ، ما هو حكم ترجمة معاني القرآن إلى طريقة برايل للمكفوفين ؟ وهل تأخذ حكم المصحف؟ موقع الإسلام سؤال وجواب www.islamQA.com، وكذا : اللجنة الدائمة للإفتاء في السعودية ، المجموعة الثانية :٤١/٣ ، المصحف المطبوع بطريقة برايل للمكفوفين هل له حكم المصحف المعروف ؟ ، الدكتور حسام الدين عفانه/ جامعة القدس فلسطين ، المصدر : جمعية أصدقاء الكفيف فلسطين)

(مدرسۃ النور فاردی بلائنڈ تر کی کانفرنس کا مقالہ [ارسال کردہ از فقہ اکیڈمی]، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، ٢٤ رواں فقہی سمینار، ٢٠١٥ء مطابق ١٤٣٦ھ، تجاویز بابت متن قرآن وترجمہ کی کتابت واشاعت، تجویز نمبر:٦-٧، فتاویٰ عثمانی:١/ ٢١٨-٢١٩، جواہر الفقہ :١/ ١٠٦)

☆ بریل: اندھوں کے لیے ایک نظامِ تحریر وطباعت۔ (فیروز اللغات:ص/ ١٩٨)

کتاب الطهارة

پاکی وناپاکی سے متعلق مسائل

رِیسائیکلڈ واٹر(Recycled Water) کا استعمال

مسئلہ (۲۹): بعض ملکوں اور علاقوں میں پانی کی قلت کی وجہ سے وہاں کی حکومتیں قدرتی چیزوں کو محفوظ کرنے کے لیے فکرمند ہوتی ہیں، اوراسی مقصد سے وہ استعمال شدہ پانی کو نئی تکنیک کے ذریعے دوبارہ قابلِ استعمال بناتی ہیں، اِس پانی کو''رِیسائیکلڈ واٹر''(Recycled Water) کہا جاتا ہے، اِس پانی اور عام پانی میں؛ رَنگ، بُو اور مزہ میں کوئی فرق نہیں ہوتا، اِس طرح کا پانی اگر جسم اور کپڑے میں لگ جائے، تو وہ ناپاک نہیں ہوں گے، مگر اِس سے وضواور غسل نہیں کرنا چاہیے، کیوں کہ یہ پانی فلٹر کرنے کی وجہ سے صاف تو ہوا، مگر پاک نہیں ہوا، اورصاف و پاک میں بڑا فرق ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير مع الدر والرد " : (و) يرفع (بماء ينعقد به ملح لا بماء) حاصل بذوبان (ملح) لبقاء الأول على طبيعته الأصلية ، وانقلاب الثاني إلى طبيعة المحلية . [تنوير مع الدر] . وفي الشامية : ومقتضاه أنه لا يجوز بماء الملح مطلقًا : أي سواء انعقد ملحًا ثم ذاب أو لا ؟ وهو الصواب عندي . اهـ . (۱/۳۲۵ ، كتاب الطهارة ، باب المياه ، بيروت)

ما في " شرح مختصر الطحاوي " : والدليل على تحريم استعمال الماء الذي فيه جزء من النجاسة وإن لم يتغير طعمه أو لونه أو رائحته ، قول الله تعالى : ﴿ويحرّم عليهم الخبآئث﴾ والنجاسات من الخبائث ، لأنها محرمة . (۱/۲۳۹ ، بحوالہ آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۱۰۰)=

ریح کے خروج پر فرضِ وضو کی حکمت

مسئلہ (۳۰): بعض لوگوں کو یہ اشکال ہوتا ہے کہ ریح خارج ہونے پر اس جگہ کا دھونا فرض نہیں ہوتا، اور وضو فرض ہوتا ہے، ایسا کیوں؟ جواباً عرض ہے کہ حِکمت جانے بغیر حاکم کے حکم کو تسلیم کرنے کا نام اطاعت ہے، پس احکامِ شریعت کی حکمت تلاش کرنا شانِ عبدیت کے خلاف ہے۔ بس! اِس قدر سمجھنا چاہیے کہ حکم کرنے والا جب حکیم ہے، تو اس کے حکم میں بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہوں گی، اس کا کوئی حکم حکمت سے خالی ہو ہی نہیں سکتا، لہٰذا بندے کا کام حکم کو بجالانا ہے، نہ کہ حکمتیں اور وجہیں ڈھونڈنا، اس کو یہ سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی حکم دیا ہے، جس میں یقیناً ایک سے زائد حکمتیں ہوں گی، پھر بھی بعض علماء نے مذکورہ مسئلے میں یہ حکمت لکھی ہے کہ ریح خارج ہونے سے ملائکہ سے دوری ہو جاتی ہے، شیاطین وجنات اس کو گھیر لیتے ہیں، اور طبیعت میں بھی سُستی اور انقباض پیدا ہو جاتا ہے، وضو کرنے سے یہ سب چیزیں ختم ہو جاتی ہیں، وضو سے فرشتوں کا قرب حاصل ہوتا ہے، شیاطین وجنات بھاگ جاتے ہیں، طبیعت میں نشاط وفرحت پیدا ہوتی ہے، ریاح خارج ہونے پر اس جگہ کا دھونا ضروری اس لیے قرار نہیں دیا گیا کہ وہاں کوئی نجاست نہیں، جسے صاف کیا جائے۔ (۱)

=ما في " الفتاوى الهندية " : اتفق أصحابنا رحمهم الله أن الماء المستعمل ليس بطهور حتى لا يجوز التوضؤ به . (۱/۲۲، الباب الثالث في المياه ، الفصل الثاني فيما لا يجوز به التوضؤ)
(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۱۲۵۲۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : ولأن غسل غير موضع الإصابة أمر تعبّدي . (هدايه) وفي هامش الهداية : قال المحشي رحمه الله : قوله : (تعبدي) أي تعبدنا الله تعالى وكلفنا لغسل =

بندر کا جوٹھا ناپاک ہے

مسئلہ (۳۱): بعض علاقوں میں بندر بکثرت آتے ہیں، اور کھلی ہوئی پانی کی ٹنکیوں میں منہ ڈال کر پانی پی لیتے ہیں، ان ٹنکیوں کا پانی عموماً ٹھہرا ہوا اور تھوڑا ہوتا ہے، اور بندر کا جوٹھا ناپاک ہے، اس لیے بندر کے منہ ڈالنے سے ایسا پانی ناپاک ہو جائے گا، لہٰذا ایسے علاقے کے لوگوں کو چاہیے کہ ٹنکیوں کو ڈھکن یا جالی لگا دیں، تاکہ بندر پانی کو ناپاک نہ کر سکیں۔[1]

=الأعضاء الأربعة عند وجود الحدث من السبيلين من غير أن يدركه بالعقول ، إذ العقل يقتضي غسل موضع إصابة النجاسة وأمر الوضوء على عكس هذا ، فإن النجاسة تخرج من أحد السبيلين وأنت تغسل الوجه واليد ، فكان هذا أمر غير مدرك بالعقل فيقتصر على مورد النص . (۱/۲۳ ، كتاب الطهارة ، فصل في نواقض الوضوء)

ما في " حجة الله البالغة " : أما الطهارة من الأحداث فمأخوذة من أصول البر والعمدة في معرفة الحدث ، وروح الطهارة وجدان أصحاب النفوس التي ظهرت فيها أنوار ملكية ، فأحست بمنافرتها للحالة التي تسمى حدثا ، وسرورها وانشراحها في الحالة التي تسمى طهارة ...... والأمور التي فيها معنى الحدث كثيرة جدا يعرفها أهل الأذواق السليمة ...... والثاني معلوم بالحس ، وأيضًا فالمعنى انقباض النفس فيه شبح محسوس وخليقة ظاهرة وهي التلطخ بالنجاسة ، وأيضًا إنما يؤثر الوضوء عند زوال اشتغال النفس وذلك بالخروج .... أقول : النظافة المؤثرة في جذر النفس تقدس النفس ، وتلحقها بالملائكة ، وتنسى كثيرا من الحالات الدنسية فجعلت خاصيتها خاصية للوضوء الذي هو شبحها ومظنتها وعنوانها . (۱/۳۹۱ – ۳۹۳ ، من أبواب الطهارة ، وفصل في الوضوء)

ما في " رد المحتار " : قوله : (فلا يسن من ريح) لأن عينها طاهرة ، وإنما نقضت لانبعاثها عن موضع النجاسة . اهـ . ولأن بخروج الريح لا يكون على السبيل شيء فلا يسن منه بل هو بدعة كما في المجتبى . بحر . (۱/۵۴۵ ، كتاب الطهارة ، فصل في الاستنجاء)=

کوا، برتن میں منھ ڈال دے

مسئلہ (۳۲): ''کوا'' اگر کسی برتن میں منھ ڈال دے، یا بیٹ کردے، تو وہ ''کوا'' اگر صرف دانہ کھاتا ہے، تو اس کا جھوٹا اور بیٹ پاک ہے، اور جو صرف گندگی کھاتا ہے، اس کا جھوٹا مکروہِ تنزیہی ہے، اور بیٹ نجاستِ خفیفہ ہے، اور جو ''کوا'' دونوں (دانہ، گندگی) کھاتا ہے، تو امام صاحب کے نزدیک اس کا جھوٹا اور

= (احکامِ اسلام عقل کی نظر میں: ص/ ۳۱-۳۳ و ۵۹، حکمتِ وضو، باب نواقض الوضوء والتیمم، فتاویٰ محمودیہ: ۱۳۲/۸، فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۱۳۶۰۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المبسوط للسرخسي " : وأما سؤر ما لا يؤكل لحمه من السباع كالأسد والفهد والنمر عندنا نجس .

(۱/ ۱۵۵، باب الوضوء والغسل، هدايه : ۱/ ۱۴۵، كتاب الطهارة، فصل في الآسار)

ما في " الموسوعة الفقهية " : المراد بالحيوانات المفترسة : كل دابة لها ناب يفترس به، سواء أكانت أهلية كالكلب والسنور الأهلي، أم وحشية كالأسد والذئب والضبع والنمر والفهد والثعلب والسنور الوحشي والسنجاب والفنك والسمور والدلق (وهو أبو مقرض) والدب والقرد وابن آوى والفيل . وحكمها : أنها لا يحل شيء منها عند الحنفية والشافعية والحنابلة وهو قول للمالكية . (۵/ ۱۳۳، ۱۳۴، أطعمة، الحيوان البري حلاله وحرامه، النوع الثالث : الحيوانات المفترسة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (و) سؤر (خنزير وكلب وسباع بهائم) ومنه الهرة البرية . الدر مع التنوير . وفي الشامية : قوله : (وسباع بهائم) هي ما كان يصطاد بنابه كالأسد والذئب والفهد والنمر والثعلب والفيل والضبع وأشباه ذلك . سراج . (۱/ ۳۸۲، الطهارة، باب المياه، مطلب في السؤر، الموسوعة الفقهية : ۲۴/ ۱۰۲، سؤر، الجوهرة النيرة : ۱/ ۶۱، مطلب في بيان أحكام السؤر، بيروت) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۱۳۴۸)

بیٹ پاک ہے، اور امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے نزدیک اس کا جھوٹا مکروہ ہے، اور بیٹ نجاستِ خفیفہ ہے۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : والغرب ثلاثة أنواع : نوع يأكل الجيف فحسب فإنه لا يؤكل ، ونوع يأكل الحب فإنه يؤكل ، ونوع يخلط بينهما وهو أيضًا يؤكل عند الإمام وهو العقعق لأنه يأكل الدجاج ، وعن أبي يوسف أنه يكره أكله لأنه غالب أكله الجيف والأول أصح .
(۸/۳۱۳ ، ۳۱۴ ، كتاب الذبائح ، رد المحتار : ۹/۴۴۳ ، كتاب الذبائح)

ما في " الفتاوى الهندية " : والغراب الذي يأكل الحب والزرع ونحوها حلال بالإجماع . كذا في البدائع ..... فأما الغراب الزرعي الذي يلتقط الحب مباح طيب ، وإن كان الغراب بحيث يخلط فيأكل الجيف تارة والحب أخرى فقد روي عن أبي يوسف رحمه الله تعالى أنه يكره ، وعن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه لا بأس بأكله وهو الصحيح على قياس الدجاجة . كذا في المبسوط . (۵/۲۸۹، ۲۹۰، كتاب الذبائح ، الباب الثاني في بيان ما يؤكل من الحيوان وما لا يؤكل ، فتاوى قاضي خان : ۴/۳۳۶ ، كتاب الصيد والذبائح)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : (ولا نزح بخرء حمام وعصفور) . در مختار . وفي الشامية : قوله : (حمام وعصفور) أي ونحوهما مما يؤكل لحمه من الطيور سوى الدجاج والإوز .
(۱/۳۸۹ ، كتاب الطهارة ، باب المياه ، مطلب مهم في تعريف الاستحسان)

ما في " رد المحتار " : ان السؤر يعتبر بلحم مسئره فإن كان لحم مسئره طاهرا فسؤره طاهر، أو نجسًا فنجس ، أو مكروها فمكروه ، أو مشكوكا فمشكوك . ابن ملك .
(۱/۳۸۱ ، كتاب الطهارة ، باب المياه ، مطلب في السؤر)

ما في " فتاوى قاضي خان " : من الآسار سؤر طاهر لا كراهة فيه وهو سؤر ما يؤكل لحمه من الأنعام والطيور وسؤر الآدمي على أي صفة كان . (۱/۱۰ ، كتاب الطهارة ، فصل في الآسار)
(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۱۰۷۲۶)

ناپاک کپڑے کی چھینٹیں پاک کپڑے پر پڑ جائیں

مسئلہ (۳۳): ناپاک کپڑا دھوتے وقت، اُس کی ناپاک چھینٹیں اگر پاک کپڑے پر پڑ جائیں، تو جس جگہ وہ چھینٹیں پڑیں گی، اُس جگہ کو ناپاک کردیگی، کیوں کہ ناپاک کپڑے کی چھینٹیں بھی ناپاک ہیں (۱)، لہٰذا بغیر اُس جگہ کو دھوئے، اُس کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى التاتارخانية " : غسالة الثوب النجس إذا أصاب الثوب لا يطهر إلا بالغسل ثلاثا . (۱/۱۸۷، الفصل السابع في النجاسات وأحكامها ، قبيل الفصل الثاني في تطهير النجاسات)

ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : فرع : غسالة النجاسة في المرات الثلاثة مغلظة في الأصح .

(ص/۱۵۵، باب الأنجاس والطهارة عنها ، البحر الرائق : ۱/۴۰۴، باب الأنجاس)

ما في " رد المحتار " : بخلاف الغسلات الثلاث إذا استنقعت في موضع فأصابت شيئًا نجسته . اهـ . .... واحترز بالثلاث عن الغسالة في المرة الرابعة فإنها طاهرة . (۱/۵۳۲ ، باب الأنجاس ، مطلب العرقي الذي يُستقطر من دردي الخمر نجس حرام الخ ، بيروت)

(۲) ما في " التنوير مع الدر والرد " : شروط الصلاة هي ستة : طهارة بدنه من حدث وخبث وثوبه . (۲/۷۳ ، باب شروط الصلاة)

(فتاویٰ محمودیہ: ۸/۳۰۳، میرٹھ، و ۵/۲۵۱، کراچی، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۰۷۸۰)

وضو سے پہلے ویسلین تیل وغیرہ دھونا

مسئلہ (۳۴): ویسلین، تیل یا اس جیسی غیر ذی جرم چکنی چیزیں لگانے کے بعد، وضو کرنے سے پہلے، اُسے صابون سے دھونا ضروری نہیں ہے، کیوں کہ یہ پانی کو کھال تک پہنچنے سے مانع نہیں، بلکہ چکناہٹ کی وجہ سے پانی بہت تیزی کے ساتھ کھال سے مَس ہوکر گزر جاتا ہے(۱)، بشرطیکہ اس میں ناپاک اَجزا شامل نہ ہوں، ورنہ دھونا ضروری ہوگا۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير مع الدر والرد " : ولا يمنع الطهارة ونيم وحناء ودرن ووسخ وكذا دهن ودسومة . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قوله : (ودسومة) هي أثر الدهن ، قال في الشرنبلالية : قال المقدسي : وفي الفتاوى : دهن رجليه ثم توضأ وأمرّ الماء على رجليه ولم يقبل الماء للدسومة جاز لوجود غسل الرجلين .

(۱/۲۸۸، كتاب الطهارة ، مطلب في أبحاث الغسل)

ما في " الفتاوى الولوالجية " : إذا ادهن رجل وأمرّ الماء على رجله ، ولم يسل الماء لمكان الدسومة جاز الوضوء ، لأنه وجد غسل الرجل .

(۱/۴۹ ، كتاب الطهارة ، الفصل الثالث في المعاني الموجبة للوضوء وغيره ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح :ص/۶۲، كتاب الطهارة ، فصل في أحكام الوضوء ، الفتاوى الهندية : ۱/۵، كتاب الطهارة ، الفصل الأول في فرائض الوضوء)

(۲) ما في " الجوهرة النيرة " : يجب على المصلي أن يقدم الطهارة من الأحداث والأنجاس.

(۱/۱۲۷ ، كتاب الصلاة ، باب شروط الصلاة التي تتقدمها ، الفقه الحنفي وأدلته : ۱/۱۴۴، كتاب الصلاة ، باب فروض الصلاة) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۲۸۸۲۹)

وضو کے بعد چہرے پر کریم لگانا

مسئلہ (۳۵): بعض لوگ وضو کے بعد چہرے پر کریم لگا کر نماز پڑھتے ہیں، ایسی صورت میں اگر یہ اطمینان ہو کہ اس میں حرام اَجزا کی آمیزش نہیں ہے، تو اسے لگا کر نماز پڑھنا جائز ہے، اور اگر اس میں حرام اَجزا کی آمیزش ہو، تو نماز سے پہلے اسے دھونا ضروری ہے۔(۱)

واش بیسن میں وضو اور سوتی یا اُونی موزے پر مسح

مسئلہ (۳۶): اگر کوئی شخص کسی ایسی کمپنی یا کارخانے میں کام کرتا ہو، جہاں وضوخانہ یا غسل خانہ وغیرہ نہ ہو، صرف واش بیسن ہو، جس میں وہ وضو کر لیتا ہو، مگر اس میں پیر دھوتے دیکھ لیے جانے کی صورت میں، اس کے لیے مسئلہ پیدا ہوسکتا ہو، جس کی وجہ سے وہ مروّجہ سوتی یا اُونی موزے پر مسح کرنا چاہے، تو یہ جائز نہیں ہے، اُسے چاہیے کہ چمڑے کا موزہ استعمال کرے، اور اُس پر مسح کرے(۲)، یا پھر باہر کسی جگہ جا کر پیر دھولیا کرے، کیوں کہ پیر کا دھونا فرض ہے۔(۳)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " التنویر مع الدر والرد " : (شروط الصلاة) هي ستة : طهارة بدنه من حدث وخبث . (۲/۷۳ ، کتاب الصلاة ، باب شروط الصلاة) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۲۹۷۴۹)

ما في " الجوهرة النیرة " : یجب علی المصلي أن یقدم الطهارة من الأحداث والأنجاس .

(۱/۱۲۷ ، کتاب الصلاة ، باب شروط الصلاة التي تتقدمها)

ما في " الفقه الحنفي وأدلته " : وهي خمس فرائض ؛ الأولی والثانیة الطهارة من الأحداث،=

ٹیشو پیپر گیلا کر کے اعضائے وضو کو پونچھنا

مسئلہ (۳۷): ٹرین اور ہوائی جہاز کے واش بیسن کے پاس جگہ کم ہوتی ہے، اور پیروں کو دھونے کی صورت میں وہ جگہ گیلی ہو جاتی ہے، جسے دیگر مسافرین اور ہوائی جہاز کا عملہ پسند نہیں کرتے ہیں، اس لیے بعض مسلم مسافر ٹیشو پیپر گیلا کر کے اپنے اعضائے وضو، یا پیروں پر پھیر لیتے ہیں، اور یہ خیال کرتے ہیں کہ اُن کا وضو ہو گیا، حالاں کہ اُن کا یہ خیال صحیح نہیں ہے، کیوں کہ اِس صورت میں شرعاً غَسل (دھونے) کا مفہوم متحقق نہیں ہوا، غَسل کا مفہوم اس وقت متحقق ہوتا ہے، جب کہ

=الطهارة من الأنجاس . (۱/۱۴۴، كتاب الصلاة ، باب فروض الصلاة)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " التنوير مع الدر والرد " : أو جوربيه ، ولو من غزل أو شعر (الثخينين) بحيث يمشي فرسخًا ، ويثبت على السّاق بنفسه ، ولا يرى ما تحته ، ولا يشف إلا أن ينفذ إلى الخف قدر الغرض . الدر المختار . وفي الشامية : قوله : (ولو من غزل أو شعر) .... وخرج عنه ما كان من كرباس .... وهو الثوب من القطن الأبيض ، ويلحق بالكرباس كل ما كان ... من نوع الخيط كالكتان ، والإبريسم ونحوهما ...... وأقول : الظاهر أنه إذا وجدت فيه الشرط يجوز ، وأنهم أخرجوه لعدم تأتي الشروط فيه غالبًا . (۱/۴۵۱ ، ۴۵۲، باب المسح على الخفين ، حلبي كبير: ص/۱۲۱ ، المسح على الخفين) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند، رقم الفتویٰ: ۲۹۹۹۲)

ما في " فتاوى قاضي خان " : وإن كان رقيقين غير منعلين لا يجوز المسح عليهما .... والثخينين أن يقوم على الساق من غير شد ولا يسقط ولا ينشف ..... معنى قوله : لا ينشفان أي لا يجاوز الماء إلى القدم . (۱/۲۵ ، فصل في المسح على الخفين)

(۳) ما في " بدائع الصنائع " : وكذا نفي قبول صلاة من لا يغسل رجليه في وضوئه ، فدل أن غسل الرجلين من فرائض الوضوء . (۱/۱۲۱ ، فصل في بيان أنواع الطهارة)

اعضائے وضوکوتَر کرنے کے بعدکم ازکم اُن سے دوقطریں پانی ٹپکیں، اگر اِس قدر بھی تقاطُر (قطروں کاٹپکنا) نہ پایا جائے، تو فرضِ غَسل ادانہیں ہوگا، جس کی وجہ سے وضوبھی صحیح ودرست نہیں ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا إذا قمتم الى الصلوة فاغسلوا وجوهكم وأيديكم الى المرافق وامسحوا برؤوسكم وارجلكم الى الكعبين﴾ . (سورة المائدة : ٦)

ما في " روح المعاني " : " فاغسلوا وجوهكم " أي أسيلوا عليها الماء ، وحدّ الإسالة أن يتقاطر الماء ولو قطرة عندهما ، وعند أبي يوسف لا يشترط التقاطر .

(۱۰۳/۴ ، سورة المائدة : ٦)

ما في " التفسير الكبير للرازي " : المسألة السادسة عشرة : الغسل عبارة عن إمرار الماء على العضو ، فلو رطب هذه الأعضاء ولكن ما سال الماء عليها لم يكن ، لأن الله تعالى أمر بإمرار الماء على العضو . (۳۰۱/۴ ، المائدة : ٦)

ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : والغسل إسالة الماء على المحل بحيث يتقاطر وأقله قطرتان في الأصح ، ولا تكفي الإسالة بدون التقاطر .

(ص/۳۲ ، فصل في أحكام الوضوء)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (غسل الوجه) أي إسالة الماء مع التقاطر ولو قطرة ، وفي الفيض : أقله قطرتان في الأصح . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (أقله قطرتان) يدل عليه صيغة التفاعل ، ثم لا يخفى أن هذا بيان للفرض الذي لا يجزئ أقل منه لأنه في صدر بيان الغسل المفروض . (۱/۱۸۷ ، ۱۸۸ ، كتاب الطهارة ، مطلب في فرض القطعي والظني)

ما في " الهداية " : ففرض الطهارة غسل الأعضاء الثلاثة ومسح الرأس بهذا النص ، والغسل هو الإسالة والمسح هو الإصابة . (۱/ ۱٦ ، كتاب الطهارات) (کتاب المسائل:۱/۱۳۲)

غسل کے وقت کلمہ پڑھنا ضروری نہیں

مسئلہ (۳۸): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ غسل کرتے وقت کلمہ پڑھنا ضروری ہے، ورنہ ناپاکی دور نہیں ہوتی، اسی طرح بعض، مُردے کو نہلاتے وقت کلمہ پڑھنے کو ضروری خیال کرتے ہیں، شرعاً یہ دونوں باتیں ثابت نہیں ہیں، بلکہ غسل کرتے وقت کلمہ یا اور کوئی ذکر کرنے کو منع قرار دیا گیا ہے۔ (۱)

اَٹیچ باتھ روم میں وضو کی دعائیں پڑھنا

مسئلہ (۳۹): آج کل عام طور پر بیت الخلا اور غسل خانہ دونوں ایک ساتھ بنانے کا رَواج بڑھتا جارہا ہے، جس کی وجہ سے آدمی ایک ہی جگہ استنجا، غسل اور وضو کرتا ہے، ایسی صورت میں وضو میں ادعیۂ ماثورہ پڑھنے کا مسئلہ آ کھڑا ہوتا ہے، کہ وہ پڑھی جائیں یا نہیں؟ تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر غسل کی جگہ اتنے فاصلے

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : قال الشرنبلالي : ویستحب أن لا یتکلم بکلام مطلقًا ، أما کلام الناس فلکراهة حال الکشف ، وأما الدعاء فلأنه في مصب المستعمل ومحل الأقذار والأوحال . (۱/۲۹۱ ، کتاب الطهارة ، مطلب سنن الغسل ، حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح :ص/۱۰٦ ، کتاب الطهارة ، فصل وآداب الاغتسال)

ما في " حلبي کبیر " : ویستحب أن لا یتکلم بکلام قط من کلام الناس أو غیره ، أما کلام الناس فلما تقدم في الوضوء ، وأما غیره من الذکر والدعاء فلأنه في مصب الماء المستعمل ومحل الأوضار أي الأوساخ والأقذار . (ص/۵۱، ۵۲، کتاب الطهارة ، سنن الغسل ، الموسوعة الفقهیة : ۳۱/۲۱٦ ، غسل ، تثلیث الغسل)

(فتاویٰ محمودیہ:۸/۱۶۶،فتاویٰ دارالعلوم دیوبند،رقم الفتویٰ:۱۵۱۷۲)

پر ہے کہ بیت الخلا کی بدبو وہاں محسوس نہیں ہوتی، تو وضو کے وقت ادعیۂ ماثورہ پڑھنی چاہیے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں، اور اگر اتنی قریب ہو کہ بدبو آرہی ہو، تو وضو کی دعائیں ساقط ہیں، یعنی نہ پڑھیں، اور بہتر یہ ہے کہ بیت الخلا اور غسل خانہ دونوں علیحدہ بنائیں جائیں، تاکہ اہلِ خانہ کو بھی سہولت ہو۔ (۱)

ایک بالشت سے کم مسواک کا استعمال

مسئلہ (۴۰): بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ایک بالشت سے کم مسواک نہیں کرسکتے، اور اس کا ثواب نہیں ملتا، جب کہ شرعاً ایک بالشت سے کم مسواک بھی کرسکتے ہیں، اور اس کا ثواب بھی ملتا ہے، ایک بالشت، یہ مسواک کی زیادہ سے زیادہ مقدار ہے، لہٰذا ابتدا میں ایک بالشت ہونا بہتر ہے، بعد میں کم ہو جائے، تب بھی کوئی حرج نہیں ہے، اور جب تک وہ استعمال کے قابل رہے، استعمال کرسکتے ہیں۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير مع الدر والرد " : وسننه : ...... البداء ة بالتسمية قولا .... قبل الاستنجاء وبعده إلا حال انكشاف وفي محل نجاسة فيسمى بقلبه . تنوير مع الدر . وفي الشامية : ولا يحرّك لسانه تعظيمًا لاسم الله تعالى .

(۱/۲۲۶، ۲۲۷، كتاب الطهارة ، مطلب سائر بمعنى باقي لا بمعنى جمع)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولا يسمى في حال الانكشاف ولا في محل النجاسة . هكذا في فتح القدير . (۱/۶، كتاب الطهارة، الفصل الثاني في سنن الوضوء ، فتح القدير : ۱/۲۱، كتاب الطهارة) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۴۷۵۲)=

کھڑے ہوکر پیشاب کرنا

مسئلہ (۴۱): کھڑے ہوکر پیشاب کرنا اسلامی تہذیب وثقافت کے خلاف ہے، حدیث پاک میں اس کی ممانعت آئی ہے، اسی لیے حضراتِ فقہائے کرام نے بلا عذر کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کو مکروہِ تنزیہی قرار دیا ہے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: ''جو شخص تم سے یہ بیان کرے کہ آپ ﷺ کھڑے ہوکر پیشاب کیا کرتے تھے، تو تم اُس کی اِس بات کو سچ نہ مانو، آپ ﷺ بیٹھ کر ہی پیشاب کیا کرتے تھے۔''(۱)

الحجة على ما قلنا :

=(۲) ما في " رد المحتار " : قوله : (وطول شبر) الظاهر أنه في ابتداء استعماله ، فلا يضر نقصه بعذ ذلک بالقطع منه لتسويته . تأمل .

(۱/ ۲۱۰ ، كتاب الطهارة ، مطلب في دلالة المفهوم)

ما في " النهر الفائق " : ويندب أن يكون لينا خال من العقد طول شبر . (۱/ ۴۱ ، كتاب الطهارة) (فتاویٰ محمودیہ:۸/ ۱۱۸،فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۱۲۲۸۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن عائشة رضي الله عنها قالت : " من حدثكم أن النبي ﷺ كان يبول قائما فلا تصدّقوه ، ما كان يبول إلا قاعدا " . رواه أحمد والترمذي والنسائي. (ص/۴۳ ، كتاب الطهارة ، باب آداب الخلاء ، الفصل الثالث ، الرقم : ۳۶۵ ، قديمي ، سنن النسائي : ۱/ ۶ ، كتاب الطهارة ، باب النهي عن البول قائما ، جامع الترمذي : ۱/ ۹، كتاب الطهارة ، باب النهي عن البول قائما)

ما في " بذل المجهود " : وقال عامة العلماء : البول قائما مكروه إلا لعذر وهي كراهة تنزيه لا تحريم وهو مذهبنا الحنفية . (۱/ ۲۴۷ ، كتاب الطهارة ، باب البول قائما)=

حائضہ کے غسل کے پانی پر کلمۂ طیبہ پڑھ کر دم کرنا

مسئلہ (۴۲): بعض علاقوں میں یہ رَواج ہے کہ جب عورت حیض یا نفاس سے پاک ہوکر غسل کرنا چاہتی ہے، تو گھر کے مرد کسی عالم صاحب سے پانی پر دَم کرواکر لاتے ہیں، اور یہ عورت اُس پانی کو غسل کے پانی میں ملاکر نہاتی ہے، جب کہ غسل کے پانی پر کلمۂ طیبہ یا کچھ اور پڑھ کر دَم کرنا، شریعت سے اس کا کوئی ثبوت نہیں، اس لیے یہ عمل نہ فرض ہوگا نہ واجب، نہ مسنون اور نہ مستحب[1]، بلکہ اگر فرض یا واجب وغیرہ سمجھ کر کیا جائے، تو یہ ناجائز و بدعت ہوگا۔[2]

=ما في " الدر المختار مع الشامية " : وكذا يكره ...... وأن يبول قائما . در مختار . وفي الشامية : قال العلماء : يكره إلا لعذر ، وهي كراهة تنزيه لا تحريم . (۱/۵۵۷ ، باب الأنجاس ، مطلب القول مرجح على الفعل) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۵۴۹۸)

ما في " الفتاوى الهندية " : ويكره أن يبول قائما أو مضطجعا أو متجردا عن ثوبه من غير عذر فإن كان بعذر فلا بأس به . (۱/۵۰، كتاب الطهارة ، قبيل كتاب الصلاة)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : الفصل الأول في فرائضه وهي ثلاثة : المضمضة والاستنشاق وغسل جميع البدن على ما في المتون .... يسن أن يبدأ بالنية بقلبه ويقول بلسانه نويت الغسل لرفع الجنابة أو للجنابة ثم يسمي الله تعالى عند غسل اليدين ثم يستنجي . كذا في الجوهرة النيرة . (۱/۱۳، ۱۴، كتاب الطهارة ، الباب الثاني في الغسل ، الفصل الأول في فرائضه) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۱۶۱۵)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ " . (۱/۳۷۱ ، كتاب الصلح ، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود ، الرقم :۲۶۹۷ ، صحيح مسلم : ۲/۷۷، كتاب=

قضائے حاجت کے وقت چہرہ یا پیٹھ قبلے کی طرف کرنا

مسئلہ (۴۳): قضائے حاجت کے وقت چہرہ یا پیٹھ قبلے کی طرف کرنا مکروہِ تحریمی ہے، اس لیے اپنے مکانوں، مہمان خانوں اور ہوٹلوں وغیرہ میں استنجا خانہ اس طرح بنانا چاہیے کہ قضائے حاجت کے وقت چہرہ یا پیٹھ قبلے کی طرف نہ ہو، اور اگر اس طرح بنے ہوئے ہوں کہ چہرہ یا پیٹھ قبلے کی طرف ہوتی ہے، تو رُخ پھیر کر استنجا کرنا چاہیے، اور اگر ممکن ہو تو اس کی اصلاح کر لینی چاہیے۔[1]

=الأقضية ، باب نقض الأحكام الباطلة وردّ محدثات الأمور ، الرقم :۱۷۱۸، مشكوة المصابيح :ص/۲۷، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، الفصل الأول ، الرقم : ۱۴۰)

ما في " صحيح مسلم " : عن عائشة أن رسول الله ﷺ قال : " من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو ردّ " . (۲/۷۷، كتاب الأقضية ، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور)

ما في " رد المحتار " : (البدعة) ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله ﷺ من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان ، وجعل دينا قويما وصراطا مستقيما .

(۲/۲۹۹، كتاب الصلاة ، باب الإمامة ، مطلب البدعة خمسة أقسام)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير مع الدر والرد " : كره تحريمًا استقبال القبلة واستدبارها لأجل بول أو غائط ولو في بنيان لإطلاق النهي . (۱/۴۸۰، باب الأنجاس ، فصل في الاستنجاء ، مطلب إذا دخل المستنجي في ماء قليل ، مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي :ص/۲۲، كتاب الطهارة ، فصل لا يجوز كشف العورة للاستنجاء)

ما في " صحيح البخاري " : عن أبي أيوب الأنصاري : أن النبي ﷺ قال : " إذا أتيتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها ، ولكن شرّقوا أو غرّبوا " قال أبو أيوب : فقدمنا الشام ، فوجدنا مراحيض بُنِيت قِبل القبلة فننحرف ، ونستغفر الله تعالى . (۱/۵۷، كتاب الصلاة ، باب قبلة أهل المدينة وأهل الشام والمشرق ، الرقم :۳۹۴ ، صحيح مسلم : ۱/۱۳۰،=

پھوڑا یا پھنسی کا پیپ کپڑے پر لگ جائے

مسئلہ (۴۴): اگر کسی دانے یا پھوڑے پھُنسی سے پانی یا پیپ نکل کر بہے نہیں، بلکہ وہیں رُکا رہے، اور وہ کپڑوں پر لگ جائے، تو اُس سے کپڑا ناپاک نہیں ہوگا، اگرچہ اس کی مقدار ایک درہم سے زائد ہو۔[1]

ٹشو سے استنجا کے بعد پسینہ آجائے

مسئلہ (۴۵): اگر کوئی شخص پیشاب کے بعد استنجا صرف ٹشو پیپر سے صاف کرے، اور بعد میں اُسے پسینہ آجائے، اور یہ پسینہ بہہ کر کپڑے یا بدن پر لگ جائے، تو کپڑا یا بدن ناپاک نہیں ہوگا، متأخرین فقہاء کا اِس پر اتفاق ہے۔[2]

= كتاب الطهارة ، باب الاستطابة ، الرقم : ۲۶۴ ، سنن أبي داود : ص/۳ ، كتاب الطهارة ، باب كراهية استقبال القبلة عند قضاء الحاجة ، الرقم : ۹)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۷۹۳۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : ونظيره ما ليس فيه قوة السيلان من الخارج من الجسد فإنه ساقط الاعتبار وإن كثر وعم الثوب ، وقد صرّح في الحلية بعين ما قلنا فقال : ما ليس بكثير من النجاسة منه ما هو مهدر الاعتبار فلا يجمع بحال ، وعليه ما في الحاوي القدسي أن ما أصاب من رشّ البول مثل رؤوس الإبر ، ونحوه الدم على ثوب القصاب ، وما لا ينقض الوضوء من بلة الجرح أو القيء معفو عنه وإن كثر . (۱/۴۶۰ ، كتاب ا لطهارة ، باب الأنجاس ، مطلب إذا صرّح بعض الأئمة بقيد لم يصرح غيره بخلافه وجب اتباعه)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۲۸۶۶)

(۲) ما في " رد المحتار " : وأجمع المتأخرون على أنه لا ينجس بالعرق ، حتى لو سال منه=

شاوَر (فوارہ-Shower) کے نیچے کھڑے ہوکر غسل کرنا

مسئلہ (۴۶): آج کل عام طور پر ہوٹلوں، مہمان خانوں اور گھروں کے غسل خانوں میں شاوَر یعنی جھرنا (فوارہ) دیوار کے ساتھ لگا ہوتا ہے، جس میں عام طور پر لوگ کھڑے ہوکر غسل کرتے ہیں، جس کے بارے میں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ کھڑے ہوکر غسل کرنا تنگیٔ رزق، بیماری اور فاقے کا سبب ہوتا ہے، شرعاً یہ بے اصل ہے، قرآن وحدیث میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، اور شرعاً کھڑے ہوکر غسل کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے، البتہ بیٹھ کر غسل کرنا افضل ہے۔ (۱)

=وأصاب الثوب أو البدن أكثر من قدر الدرهم لا يمنع .

(۱/۴۷۴، ۴۷۵، باب الأنجاس ، مطلب إذا دخل المستنجي في ماء قليل)

ما في " الفتاوى الهندية " : ثم اتفق المتأخرون على سقوط اعتبار ما بقي من النجاسة بعد الاستنجاء بالحجر في حق العرق حتى إذا أصابه العرق من المقعدة لا يتنجس .

(۱/۴۸ ، كتاب الطهارة ، الباب السابع في النجاسة ، الفصل الثالث في الاستنجاء)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۴۸۶۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير مع الدر والرد " : (وسننه) كسنن الوضوء سوى الترتيب ، وآدابه كآدابه سوى استقبال القبلة لأنه يكون غالبًا مع كشف العورة . (۱/۲۹۱، كتاب الطهارة ، مطلب سنن الغسل ، الموسوعة الفقهية : ۳۱/۲۱۶، غسل ، سنن الغسل)

ما في " مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي " : من آداب الوضوء أربعة عشر شيئًا : الجلوس في مكان مرتفع . (ص/۳۱ ، كتاب الطهارة ، فصل من آداب الوضوء)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۲۹۹۶)

غسل کرتے وقت ستر چھپانا

مسئلہ (۴۷): اگر کوئی شخص لوگوں کے سامنے غسل کر رہا ہو، تو اُس وقت کچھ پہن کر غسل کرنا جس سے کشفِ عورت نہ ہو، یعنی ستر دکھائی نہ دے، ضروری ہے، اور اگر کسی چیز کی آڑ یا غسل خانے میں غسل کر رہا ہو، جہاں کسی کی نظر نہ پڑے، اُس وقت بغیر کچھ پہنے غسل کرنا جائز ہے، البتہ اُس وقت بھی کچھ پہن کر غسل کرنا بہتر ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : وعن يعلى قال : إن رسول الله ﷺ رآى رجلا يغتسل بالبراز فصعد المنبر فحمد الله وأثنى عليه ثم قال : " إن اللّٰه حييٌّ ستير يحبّ الحياء والتستُّر، فإذا اغتسل أحدكم فليستتِر " رواه أبو داود والنسائي .

(ص/۴۹، كتاب الطهارة ، باب الغسل ، الفصل الثاني ، الرقم :۴۴۷)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قال ابن حجر : وحاصل حكم من اغتسل عاريًا إن كان بمحل خال لا يراه أحد ممن يحرم عليه نظر عورته حل له ذلک ، لكن الأفضل التستر حياء من الله تعالى ، وإن كان بحيث يراه أحد يحرم عليه نظر عورته وجب عليه التستر منه إجماعا على ما حُكي . (۱۳۸/۲ ، باب الغسل ، قبيل الفصل الثالث)

ما في " مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي " : ويكره مع كشف العورة ويستحب أن يغتسل بمكان لا يراه فيه أحد لا يحل له النظر لعورته لاحتمال ظهورها في حال الغسل أو لبس الثياب . (ص/۱۰۶ ، كتاب الطهارة ، فصل آداب الاغتسال)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۱۷۳۷)

وضو اور غسل میں کتنا پانی استعمال کیا جائے؟

مسئلہ (۴۸): پانی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، جہاں پانی ہے وہاں رونقِ زندگی ہے، اور جہاں پانی نہیں ہے، یا کم ہے، وہاں زندگی کی رونقیں سِرے سے ہیں ہی نہیں، یا پھر کم ہیں۔

الحمد للہ! (ہمارے جامعہ میں) اللہ کی یہ نعمت بحظِ وافر ہمیں حاصل ہے، جس کی قدردانی ہم پر واجب ہے، اور ہر نعمت کی قدر اُس کے مناسبِ حال ہوا کرتی ہے، تو پانی کی قدر یہ ہے کہ غسل اور وضو میں اس کا استعمال زائد از ضرورت نہ ہو۔ غسل میں تقریباً چار کلو، اور وضو میں ایک یا سَوا کلو پانی کافی ہے، اگر مقدارِ مذکور میں کچھ کمی زیادتی بھی ہوجائے، تو گنجائش ہے، البتہ اتنی کمی کرنا کہ غسل اور وضو کے صحیح ہونے میں شک ہونے لگے، یا اتنا زیادہ پانی بہانا کہ اِسراف اور بے جا استعمال کی حد میں آجائے، مکروہ ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : وأما بيان مقدار الماء الذي يغتسل به : فقد ذكر في ظاهر الرواية وقال : أدنى ما يكفي في الغسل من الماء صاع ، وفي الوضوء مد ، لما روي عن جابر رضي الله عنه : " أن النبي ﷺ كان يتوضأ بالمُدّ ويغتسل بالصّاع " فقيل له : إن لم يكفنا ؟ فغضب وقال : " لقد كفى من هو خير منكم وأكثر شعرًا " ...... ثم هذا التقدير الذي ذكره محمد من الصاع والمد في الغسل والوضوء ، ليس بتقدير لازم ، بحيث لا يجوز النقصان عنه أو الزيادة عليه ، بل هو بيان مقدار أدنى الكفاية عادة ، حتى أن من أسبغ الوضوء والغسل بدون ذلك أجزاه ، وإن لم يكفه زاد عليه ، لأن طباع الناس وأحوالهم تختلف ، والدليل عليه ما روي : " أن رسول الله ﷺ كان يتوضأ بثلثي مدّ " لكن ينبغي أن يزيد عليه بقدر =

گوشت کے ریشے دانتوں میں باقی رہ جائیں

مسئلہ (۴۹): بعض لوگوں کے دانتوں کے درمیان جگہ ہونے کی وجہ سے، بعض مرتبہ گوشت کے ریشے یا کھانے کے ٹکڑے اس میں جا کر پھنسے رہ جاتے ہیں، تو اگر یہ خلال وغیرہ کے ذریعے آسانی سے نکل سکیں، تو انہیں نکال دینا چاہیے، اور اگر بہت کوشش کے بعد بھی نہ نکلیں، تو اُن کے باقی رہتے ہوئے بھی وضو اور غسل ہو جائے گا، کیوں کہ یہ ریشے اور ٹکڑے اتنے سخت نہیں ہوتے جو پانی کے پہنچنے سے مانع ہوں، ہاں! اگر کسی وجہ سے پانی نہ پہنچنے کا یقین ہو جائے، تو پھر اُن کا نکالنا ضروری ہوگا۔[1]

=ما لا إسراف فيه . (۱/۲۷۰ ، ۲۷۱، ۲۷۲، کتاب الطهارة ، فصل في أحكام الغسل ، المبسوط للسرخسي : ۱/۱۴۹، ۱۵۰، کتاب الطهارة ، باب الوضوء والغسل ، الفتاوى الهندية : ۱/۱۶، کتاب الطهارة ، الباب الثاني في الغسل ، الفصل الثالث في المعاني الموجب للغسل ومما يتصل بذلک مسائل) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۵۴۶۲۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير مع الدر والرد " : ولا يمنع ما على ظفر صباغ ولا طعام بين أسنانه أو في سنّه المجوف . به يفتى . وقيل : إن صلبا منع ، وهو الأصح . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قوله : (به يفتى) صرّح به في الخلاصة وقال : لأن الماء شيء لطيف يصل تحته غالبًا .... ومفاده عدم الجواز إذا علم أنه لم يصل الماء تحته .

(۱/۲۸۹، کتاب الطهارة ، مطلب أبحاث الغسل)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولو كان سنّه مجوفا فبقي فيه أو بين أسنانه طعام أو درن رطب في أنفه ثم غسله على الأصح . كذا في الزاهدي .

(۱/۱۳، کتاب الطهارة ، الباب الثاني في الغسل ، الفصل الأول في فرائضه)=

اجرت دے کر وضو کرانا لازم

مسئلہ (۵۰): اگر کوئی شخص ایسا مریض ومعذور ہے کہ بلا اعانتِ غیر، وضو سے عاجز وقاصر ہے، اعانت کرنے والا بھی موجود ہے، لیکن اعانتِ وضو پر اجرت طلب کرتا ہے، اور یہ اجرت، اجرتِ مثل ہے، اور مریض اس کی ادائیگی پر قادر بھی ہے، تو اس کے لیے اجرت دے کر وضو کرانا لازم ہے، تیمّم کرنا جائز نہیں۔ (۱)

=ما في " الفتاوى التاتارخانية " : وإذا اغتسل من الجنابة وبقي بين أسنانه طعام فلم يصل الماء تحته جاز ، لأن ما بين الأسنان رطب فلا يمنع وصول الماء إلى ما تحته ، وفي المضمرات : وبه يفتى . (۱/۸۴، كتاب الطهارة ، الفصل الثالث في الغسل ، نوع آخر في بيان فرائضه وسننه ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح :ص/۱۰۲ ، كتاب الطهارة ، فصل لبيان فرائض الغسل) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۴۵۹۷۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : أو لمرض .... أو لم يجد من يوضيه فإن وجد ولو بأجر مثل وله ذلک لا يتيمم في ظاهر المذهب كما في البحر .

(۱/۳۵۲ ، كتاب الطهارة ، باب التيمم)

ما في " البحر الرائق " : وإن وجد خادما كعبده وولده وأجيره لا يجزيه التيمم اتفاقا كما نقله في المحيط .... ما في التجنيس : وظاهره أنه لو لم يكن أجير لكن معه ما يستأجر به أجيرا لا يجزئه التيمم قل الأجر أو كثر فإنه قال : أو عنده من المال مقدار ما يستأجر به أجيرا .

(۱/۴۴۵، ۴۴۶، كتاب الطهارة ، باب التيمم)

ما في " الفتاوى الولوالجية " : المريض إذا أقعده المرض بحيث لا يستطيع الحركة إن كان له خادم أو عنده من المال مقدار ما يستأجر به أجيرا أو بحضرته من المسلمين ما لو يستعان به على الوضوء أعانه وهو بحال لو وضأه لا يدخله الضرر لا يجوز له التيمم لأنه قادر على التوضي . (۱/۶۲، كتاب الطهارة ، الفصل السابع في التيمم)=

واجب غسل میں تاخیر

مسئلہ (۵۱): غسل واجب ہونے کے بعد، غسل میں اتنی تاخیر کرنا کہ نماز قضا ہوجائے، جائز نہیں ہے، اور یہ حکم مرد وعورت دونوں کے لیے ہے، عورت کے لیے جنابت کی حالت میں بچے کو دودھ پلانا جائز ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ غسل سے فارغ ہوکر پاکی کی حالت میں پلائے، تاکہ بچے پر اچھے اثرات مرتب ہوں۔ (۱)

=ما في " الفتاوى الهندية " : فإن وجد خادما أو ما يستأجر به أجيرا أو عنده من لو استعان به أعانه فعلى ظاهر المذهب أنه لا يتيمم لأنه قادر . كذا في فتح القدير . (۲۸/۱، كتاب الطهارة ، الباب الرابع في التيمم ، الفصل الأول) (فتاویٰ حقانیہ:۵۵۲/۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فخَلفَ من بعدهم خلفٌ اضاعوا الصلوة واتبعوا الشهوات فسوف يلقون غيّا﴾ . (سورة مريم : ۵۹) ﴿فويل للمصلّين الذين هم عن صلوتهم ساهون﴾ . (سورة الماعون : ۴، ۵)

ما في " التفسير المظهري " : (أضاعوا) أي تركوا (الصلوة) المفروضة ، وقال ابن مسعود وإبراهيم : أخروها عن وقتها ، وقال سعيد بن المسيب : هو أن لا يصلي الظهر حتى يأتي العصر ، ولا العصر حتى تغرب الشمس . (۲۹/۶، سورة مريم : ۵۹)

ما في " روح المعاني " : (أضاعوا الصلوة) وإضاعتها على ما روي عن ابن مسعود والنخعي والقاسم بن مخيمرة ومجاهد وإبراهيم وعمر بن عبد العزيز : تأخيرها عن وقتها . (۱۵۹/۹، الجزء السادس عشر)

ما في " التفسير المظهري " : روى البغوي بسنده عن مصعب بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه قال : سئل رسول الله ﷺ هم عن صلوتهم ساهون ؟ قال : إضاعة الوقت ، وفي رواية ابن جرير وأبي يعلى قال : هم الذين يؤخرون الصلوة عن وقتها . (۳۳۳/۱۰ ، الماعون : ۵)

ما في " روح المعاني " : (فويل للمصلين الذين هم عن صلوتهم ساهون) أي غافلون=

کتاب الصلاۃ

نماز سے متعلق مسائل

فصل في الجماعة

عذر کی بنا پر گھر پر اہلیہ کے ساتھ نماز باجماعت

مسئلہ (۵۲): اگر کوئی شخص کسی عذر کی بنا پر مسجد میں نماز باجماعت کے لیے وقتِ مقررہ پر نہ پہنچ پائے، اور جماعت کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے وہ گھر میں اپنی اہلیہ کے ساتھ جماعت کرے، تو ایسی صورت میں اہلیہ کو ایک صف پیچھے کھڑا کیا جائے، مرد کی طرف دائیں جانب نہ کھڑا کیا جائے[1]، نیز گھر میں اہلیہ کے ساتھ جماعت کی عادت نہ بنالیں، کہ یہ بڑی محرومی کی بات ہے۔[2]

= غير مبالين بها حتى تفوتهم بالكلية ، أو يخرج وقتها ..... وعن ابن عباس وجماعة تأخيرها عن وقتها ، وفيه حديث أخرجه غير واحد عن سعد بن أبي وقاص مرفوعا ، وقال الحاكم والبيهقي : وقفه أصح . (۱۶/۴۳۶ ، الجزء الثلاثون ، سورة الماعون :۵)

(آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۱۱۶،جدید)

ما في " مرقاة المفاتيح " : (عن عائشة رضي الله عنها قالت : كنت أرجل رأس رسول الله ﷺ) أي شعر رأسه (وأنا حائض) فيه جواز المخالطة مع الحائض .... وفي الحديث دلالة على طهارة بدن الحائض وعرقها . (۸/۲۷۰، ۲۷۱، اللباس ، باب الترجل ، الفصل الأول)

ما في " الفتاوى الهندية " : وإن أراد أن يأكل أو يشرب فينبغي أن يتمضمض ويغسل يده . كذا في السراج الوهاج . (۱/۱۶ ، كتاب الطهارة ، قبيل الباب الثالث في المياه) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۱۴۰،جدید، خیر الفتاویٰ:۲/۸۷،۸۸، فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۲۹۰۶۶)=

....

....

....

....

....

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : قوله : (أو امرأة) حتى لو صلى في بيته بزوجته أو جاريته ، أو ولده فقد أتى بفضيلة الجماعة . كذا في الشرح .

(ص/۲۸۷ ، كتاب الصلاة ، باب الإمامة ، مكتبه شيخ الهند ديوبند)

ما في " رد المحتار " : قوله : (أما الواحدة فتتأخر) فلو كان معه رجل أيضًا يقيمه عن يمينه والمرأة خلفها . (۲/۳۰۷ ، باب الإمامة ، مطلب إذا صلى الشافعي قبل الحنفي الخ)

ما في " بدائع الصنائع " : وإذا كان مع الإمام امرأة أقامها خلفه لأن محاذاتها مفسدة .

(۱/۳۹۲ ، كتاب الصلاة ، فصل في بيان مقام الإمام والمأموم)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة رضي الله عنه يقول : قال رسول الله ﷺ : "صلاة الرجل في الجماعة تضعّف على صلاته في بيته وفي سوقه خمسا وعشرين ضعفا " . الحديث . (۱/۹۷ ، كتاب الأذان ، باب فضل صلاة الجماعة ، الرقم :٦٤٧)

ما في " سنن أبي داود " : عن أبي هريرة يقول : قال رسول الله ﷺ : " لقد هممت أن آمر فِتيتي فيجمعو حُزما من حطب ثم آتي قوما يصلون في بيوتهم ليست بهم علة فأحرّقها عليهم" . (ص/۸۱ ، كتاب الصلاة ، باب التشديد في ترك الجماعة ، الرقم : ۵۴۹)

وفيه أيضًا : عن عبد الله بن مسعود قال : " حافظوا على هؤلاء الصلوات الخمس حيث ينادى بهن فإنهن من سنن الهدى وإن الله عز وجل شرع لنبيه ﷺ سنن الهدى ولقد رأيتنا وما يتخلف عنها إلا منافق بيّن النفاق ، ولقد رأيتنا وإن الرجل ليهادي بين الرجلين حتى يقام في الصف وما منكم من أحد إلا وله مسجد في بيته ولوصليتم في بيوتكم وتركتم مساجدكم تركتم سنة نبيّكم ولو تركتم سنة نبيكم لكفرتم " . (ص/۸۱، الرقم : ۵۵۰)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۹۳۹۶)

خدمتِ خلق کے ساتھ فرائضِ خالق کی ادائیگی ضروری

مسئلہ (۵۳): بعض لوگ غریبوں، مسکینوں، محتاجوں، محلّہ اور گاؤں والوں کی انسانیت کی وجہ سے خدمت اور مدد کرتے ہیں، جو بڑی خوش نصیبی ہے، مگر وہ لوگ نماز، روزہ، زکوۃ اور حج وغیرہ فرائض میں سُستی اور کوتاہی کرتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ انسانیت کی خدمت کی وجہ سے ہم آخرت میں بھی نجات پالیں گے، حالاں کہ انسانیت کی خدمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اُن کی دنیوی ضروریات تو پوری فرمادے گا(۱)، لیکن یہ خدمت آخرت میں فرائض کا بدل نہیں ہوگی، کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ''میں نے بندے پر جو کام فرض کیے ہیں، ان کے علاوہ اور کسی چیز سے وہ میرا قرب حاصل نہیں کرسکتا۔''(۲) ''اور میں نے بندے کے ذمے جو کام فرض کیے ہیں، اُن کے ادا کیے بغیر بندہ میرے عذاب سے چھٹکارا حاصل نہیں کرسکتا۔''(۳)، لہٰذا خدمتِ خَلق کے ساتھ ساتھ فرائضِ خالق کا ادا کرنا بھی ضروری ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' صحيح البخاري '' : عن عبد الله بن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : '' المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه ، ومن كان في حاجة أخيه كان الله في حاجته ، ومن فرج عن مسلم كربة فرج الله عنه كربة من كربات يوم القيامة '' . الحديث .

(۱/ ۳۳۰ ، أبواب المظالم ، باب لا يظلم المسلم المسلم ولا يسلمه ، صحيح مسلم : ۲/ ۳۲۰ ، كتاب البر والصلة ، باب تحريم الظلم ، الرقم : ۲۵۸۰، مشكوة المصابيح : ص/ ۴۲۲، كتاب الآداب ، باب الشفقة والرحمة على الخلق ، الرقم : ۴۹۵۸)=

فصل في الإمامة

بیٹھ کر نماز پڑھنے یا اشارہ کرنے والے کی امامت

مسئلہ (۵۴): اگر کوئی شخص گھٹنوں اور کمر میں تکلیف ہونے کی وجہ سے قیام پر قدرت نہ رکھنے کی بنا پر، بیٹھ کر رکوع سجدے سے نماز پڑھتا ہے، تو ایسا شخص کھڑے ہوکر نماز پڑھنے والوں کی امامت کرسکتا ہے، اور جو رکوع سجدے کے بجائے، اشارے سے نماز پڑھتا ہے، وہ ان لوگوں کی امامت نہیں کرسکتا، جو حقیقت میں رکوع سجدے پر قادر ہوں۔(۱)

=(۲) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : "إن الله تعالى قال : من عاد لي وليًّا فقد آذنته بالحرب ، وما تقرّب إليّ عبدي بشيء أحب إليّ مما افترضت عليه " . الحديث . (ص/۱۹۷ ، كتاب الدعوات ، باب ذكر الله عز وجل والتقرب إليه ، الفصل الأول ، صحيح البخاري ، كتاب الرقاق ، باب التواضع ، الرقم : ۶۵۰۲) (روضۃ الفتاویٰ:۳/۱۳۵)

(۳) ما في " التعليق الصبيح على مشكوة المصابيح " : قوله : (وما تقرب إلي عبدي بشيء أحب إلى مما افترضت عليه) دخل تحت هذا اللفظ جميع فرائض العين والكفاية والفرائض الظاهرة فعلا كالصلاة والزكاة وغيرها من العبادات .... وروي عن عيسى عليه الصلاة والسلام ، يقول الله تعالى : " بالفرائض نجا مني عبدي ، وبالنوافل تقرب إلي عبدي " . وفي أثر آخر قال الله تعالى : " لا ينجو مني عبدي إلا بأداء ما افترضته عليه " كذا في الإحياء .

(۳/۷۷، كتاب الدعوات ، باب ذكر الله عز وجل والتقرب إليه ، تحت الرقم : ۲۲۶۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير مع الدر والرد " : (وصح اقتداء متوضئ بمتيمم وغاسل بماسح وقائم بقاعد) يركع ويسجد ، لأنه ﷺ صلى آخر صلوته قاعدا وهم قيام وأبو بكر يبلغهم =

باب صفة الصلوة

مقتدی جتنی دیر چاہے دعا مانگے، امام کی متابعت ضروری نہیں

مسئلہ (۵۵): فرض نمازوں کے بعد امام ومقتدی یا منفرد کا دعا کرنا اور دعا میں ہاتھ اٹھانا، احادیثِ نبویہ اور روایاتِ فقہیہ سے ثابت ہے، مگر یہ صرف مستحب کے درجے میں ہے، پس امام اور مقتدی اس مستحب پر عمل کریں، تو ضمناً خود بخود اجتماعی دعا ہوجائے گی، اور یہ جائز ہے، لیکن آج کل فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کی جو صورت اختیار کی گئی ہے، کہ امام اور مقتدی سب مل کر دعا کی ابتدا اور انتہا

=تكبيره . تنوير مع الدر . وفي الشامية : وقيد القاعد بكونه يركع ويسجد ، لأنه لو كان موميا لم يجز اتفاقًا . (۳۳۶/۲ ، باب الإمامة ، قبيل مطلب في رفع المبلغ صوته زيادة الخ)

ما في " الاختيار لتعليل المختار " : ويجوز اقتداء المتوضئ بالمتيمم والغاسل بالماسح والقائم بالقاعد . (المختار) . وفي الاختيار : قال : (والقائم بالقاعد) خلافا لمحمد ، وهو القياس ، لأن القائم أقوى حالا ، ولنا : أنه ﷺ آخر صلاة صلاها قاعدا والناس خلفه قيام ، وبمثله يترك القياس . (۲۰۹/۱ ، فصل في صلاة الجماعة ، مجمع الأنهر : ۱۶۹/۱ ، فصل في صلاة الجماعة ، تبيين الحقائق : ۳۶۴/۱ ، باب الإمامة والحدث في الصلاة)

ما في " اللباب في شرح الكتاب " : (ويصلي القائم خلف القاعد) وقال محمد : لا يجوز وهو القياس ، لقوة حال القائم ، ونحن تركناه بالنص ، وهو ما روي أنه ﷺ " صلى آخر صلوته قاعدا والقوم خلفه قيام " هدايه . (ولا يصلي الذي يركع ويسجد خلف المومئ) لأن حال المقتدي أقوى . (ص/۹۲ ، ۹۳ ، باب صلاة الجماعة ، حلبي كبير : ص/۵۱۸ ، فصل الإمامة ، من لا يصح الاقتداء به) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۸۹۵۸)

ایک ساتھ کرتے ہیں، جس کی بنا پر مقتدی امام کی دعا کا انتظار کرتے رہتے ہیں، اور امام سے پہلے اپنی دعا بھی ختم نہیں کرتے، کیوں کہ یہ عمل لوگوں میں معیوب سمجھا جاتا ہے، حتی کہ امام کی جہری دعا کے جواب میں بآوازِ بلند آمین، یا دیگر جوابی کلمات نہ بولنے والے کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، اور بسا اوقات مقتدی کو اپنی نماز سے فراغت کے بعد، امام کی دعا کے انتظار میں بیٹھنا پڑتا ہے، یہ سب ایسی باتیں ہیں، جن کا کتاب وسنت اور قرونِ مشہود لہا بالخیر میں کہیں ثبوت نہیں ملتا، اس لیے یہ طریقہ درست نہیں، نیز امام اور مقتدی کا اجتماع ایک ضمنی چیز ہے، مقصود نہیں، لہٰذا اس کو اصل دعا سے مزید بڑھانے کی کوشش کرنا، اور ضروری سمجھنا غلط ہے، بلکہ امام کو بھی اختیار ہے کہ جتنی دیر چاہے دعا مانگے، اور مقتدی کو بھی اختیار ہے، اس دعا میں کوئی ایک دوسرے کا تابع نہیں، اگر مقتدی چاہے تو مختصر دعا مانگ کر چلا جائے، یا امام کے ساتھ دعا ختم کرے، یا امام کی دعا سے زیادہ دیر تک دعا مانگتا رہے، ہر طرح جائز ہے، اور فرائض کے بعد دعا کے استحباب پر عمل ہو جائے گا۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في ” کتاب عمل الیوم واللیلة “ : عن أم سلمة رضي الله عنها تقول : کان رسول الله ﷺ إذا صلی الصبح قال : ” اللهم إني أسئلک علمًا نافعاً وعملا مستَقبلا ورزقًا طیبًا “ .

(الرقم : ۱۱۰)

وفیه أیضًا : وعن زید بن أرقم رضي الله عنه قال : سمعت رسول الله ﷺ یدعو في دبر الصلاة یقول : ” اللهم ربنا وربّ کل شيء ، أنا أشهد أنک أنت الرب ، وحدک لا شریک لک . اللهم ربنا ورب کل شيء ، أنا أشهد أن محمدا عبدک ورسولک . اللهم ربنا ورب کل شيء أشهد أن العباد کلهم اخوة . اللهم ربنا ورب کل شيء اجعلني مخلصًا لک في =

....

=كل ساعة وأهلي في الدنيا والآخرة ، يا ذا الجلال والإكرام . اللهم اسمع واستجب ، الله اكبر الله اكبر نور السمٰوات والأرض ، الله اكبر الله اكبر ، حسبي الله ونعم الوكيل ، الله اكبر الله اكبر " . (الرقم :١١٤)

وعن أبي أمامة قال : ما دنوت من رسول الله صلى الله عليه وسلم في دبر صلاة مكتوبة ولا تطوع إلا سمعته يقول : " اللهم اغفرلي ذنوبي وخطاياي كلها . اللهم أنعشني واجبرني واهدني لصالح الأعمال والأخلاق ، إنه لا يهدي لصالحها ولا يصرف سيئها إلا أنت " . (الرقم :١١٦)

عن معاذ بن جبل رضي الله عنه قال : لقيت النبي صلى الله عليه وسلم فقال لي : يا معاذ ! إني أحبک فلا تدع أن تقول في دبر كل صلاة : " اللهم أعني على ذكرک وشكرک وحسن عبادتک " .

(الرقم :١١٨)

عن أنس رضي الله عنه قال : ما صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاة مكتوبة إلا أقبل بوجهه علينا فقال : " اللهم إني أعوذبک من كل عمل يخزيني ، وأعوذبک من كل صاحب يرديني، وأعوذبک من كل أمل يلهيني ، وأعوذبک من كل فقر ينسيني ، وأعوذبک من كل غنى يطغيني " . (الرقم :١٢٠) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:٣٢٦٣٩، فتاویٰ محمودیہ:١٣/١٣٣-١١٦، میرٹھ)

عن أنس بن مالک رضي الله عنه ، عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال : " ما من عبد بسط كفيه في دبر كل صلاة ، ثم يقول : " اللهم إلهي وإله ابراهيم واسحاق ويعقوب وإله جبرئيل وميكائيل واسرافيل عليهم السلام – اسألک أن تستجيب دعوتي فإني مضطر ، وتعصمني في ديني فإني مبتلي وتنالني برحمتک فإني مذنب وتنفي عن الفقر ، فإني متمسكن إلا كان حقا على الله عز وجل أن لا يرد يد يد خائبتين . (الرقم :١٣٨)

(ص/٤٤ ، ٤٥ ، ٤٦ ، ٤٧ ، ٥٣ ، باب ما يقول في دبر صلاة الصبح)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويستحب أن يستغفر ثلاثا ويقرأ آية الكرسي والمعوذات ويسبح ويحمد ويكبر ثلاثا وثلاثين ، ويهلل تمام المائة ويدعو ويختم بسبحان ربک . (٢/٢٤٧ ، باب صفة الصلاة ، مطلب هل يفارقه المكان)

ما في " مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي " : (و) يستحب (أن يستقبل بعده) أي بعد التطوع ، وعقب الفرض إن لم يكن بعده نافلة يستقبل (الناس) إن شاء إن لم يكن في مقابله=

سجدے میں دعا مانگنا

مسئلہ (۵۶): بعض لوگ نماز کے علاوہ صرف دعا کے لیے سجدہ کرکے دعا کرتے ہیں، جب کہ نبی کریم ﷺ سے جو سجدے میں دعا مانگنے کی روایات ملتی ہیں، اس سے مراد نفلوں میں دعائے ماثورہ کا مانگنا ہے، الگ سے سجدہ کرکے دعا مانگنا کسی حدیث سے ثابت نہیں (۱)، نیز لوگوں کے سامنے اور فرض نمازوں کے بعد سجدے میں جاکر دعا مانگنا منع ہے، البتہ تنہائی میں سجدے میں گر کر دعا کرنے میں مضائقہ نہیں۔ (۲)

=مصل ..... (ثم يدعون لأنفسهم وللمسلمين) بالأدعية المأثورة الجامعة لقول أبي أمامة قيل : يا رسول الله ! أي الدعاء أسمع ؟ قال : جوف الليل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات (رافعي أيديهم) حذاء الصدر ، وبطونها مما يلي الوجه بخشوع وسكون . (ص/۳۱۴، ۳۱۶، ۳۱۷، كتاب الصلاة ، فصل في صفة الأذكار الواردة بعد صلاة الفرض)

ما في " الكوكب الدري على الترمذي " : لا بدّ من اتيان الدعاء مستقلا على حدة فيعزز تارك الدعوات بعد الصلوات ولا يعذر على تركها . (الكوكب) . قال المحشي رحمه الله : ويغتنم الدعاء بعد المكتوبة وقبل السنة على ما روي عن البقالي من أنه قال : الأفضل أن يشتغل بالدعاء ثم بالسنة . (۲/۲۹۱ ، أبواب الدعوات عن رسول الله ﷺ)

ما في " مجموعة رسائل اللكنوي " : فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم والتخصيص من مخصص مكروها . (۳/۴۹۰ ، رسالة سباحة الفكر في الجهر بالذكر، الباب الأول ، السعاية في كشف ما في شرح الوقاية : ۲/۲۶۵، باب صفة الصلاة ، قبيل فصل في القراءة)

ما في " شرح الطيبي " : ان من أصر على أمر مندوب وجعله عزما ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال . (۲/۴۴۶ ، كتاب الدعاء ، باب الدعاء في التشهد ، الفصل الأول ، تحت الرقم : ۹۴۶، مرقاة المفاتيح :۳/۲۶) =

بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے رکوع کی حد

مسئلہ (۵۷): بیٹھ کر نماز پڑھنے والے شخص کے لیے رکوع کے وقت بہتر یہ ہے کہ اتنا جھکے کہ پیشانی گھٹنوں کے مقابل ہوجاوے، لیکن اگر کمر اور سر کو تھوڑا سا جھکا دے، تو بھی اس کا رکوع ادا ہوجائے گا۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي هريرة قال : كان النبي ﷺ يقول في سجوده : "اللهم اغفرلي ذنبي كله دِقَّه وجلَّه وأوله وآخره وعلانيّته وسرّه " . رواه مسلم . وعن عائشة رضي الله عنها قالت : فقدت رسول الله ﷺ ليلة من الفراش فالتمستُه فوقعتُ يدي على بطن قدميه وهو في المسجد وهما منصوبتان وهو يقول : " اللهم إني أعوذ برضاك من سخطك وبمعافاتك من عقوبتك وأعوذبك منك ، لا أحصي ثناء عليك أنت كما أثنيت على نفسك " رواه مسلم .(ص/۸۴ ، كتاب الصلاة ، باب السجود وفضله ، الفصل الأول ، صحيح مسلم : ۱/۱۹۱ ، ۱۹۲ ، كتاب الصلاة ، باب ما يقول في الركوع والسجود)

(۲) ما في " رد المحتار " : (لكنها تكره بعد الصلاة) الضمير للسجدة مطلقا ، قال في شرح المنية آخر الكتاب عن شرح القدوري للزاهدي : أما بغير سبب فليس بقربة ولا مكروه ، وما يفعل عقيب الصلاة فمكروه ، لأن الجهال يعتقدونها سنة أو واجبة ، وكل مباح يؤدي إليه فمكروه . انتهى . وحاصله أن ما ليس لها سبب لا تكره ما لم يؤد فعلها إلى اعتقاد الجهلة سنيتها كالتي يفعلها بعض الناس بعد الصلاة . (۵۹۸/۲ ، كتاب الصلاة ، قبيل باب صلاة المسافر ، الفتاوى الهندية : ۱۳۶/۱ ، كتاب الصلاة ، قبيل الباب الرابع عشر في صلاة المريض) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۵۰۳/۳، جدید، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۳۸۴۶۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وفي حاشية الفتال عن البرجندي : ولو كان يصلي قاعدا ينبغي أن يحاذي جبهته قدام ركبتيه ليحصل الركوع . اهـ . قلت : ولعله محمول على تمام الركوع ، وإلا قد علمت حصوله بأصل طأطأة : أي مع انحناء الظهر . =

ٹرین میں بیٹھ کر نماز

مسئلہ (۵۸): فرض نماز بغیر کسی شرعی مجبوری کے بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے[۱]، اس لیے ٹرین سے سفر کرنے کی صورت میں اگر بھیڑ ہو، تو کوشش کرکے کسی طرح جگہ نکال کر کھڑے ہوکر ہی پڑھنا چاہیے، اور عام طور پر لوگ نماز کے لیے جگہ دینے میں دشواری محسوس نہیں کرتے، اور اگر بھیڑ اتنی ہو کہ کھڑے ہوکر پڑھنے کی گنجائش نہ ہو، تو فی الحال بیٹھ کر پڑھ لیں، تاکہ نماز قضا نہ ہو، پھر بعد میں کھڑے ہوکر نماز کا اِعادہ کرلیں۔[۲]

=(۱/۱۳۴، باب صفة الصلاة ، بحث الركوع والسجود)

ما في " منحة الخالق على البحر الرائق " : واختلفوا في حد الركوع ، ففي البدائع وأكثر الكتب : القدر المفروض من الركوع أصل الانحناء والميل ، وفي الحاوي : فرض الركوع انحناء الظهر ، وفي المنية المصلي : الركوع طأطأة الرأس . وقال الشيخ ابراهيم في شرحها : طأطاة الرأس أي خفضه مع انحناء الظهر لأنه هو المفهوم من وضع اللغة فيصدق عليه قوله تعالى : " اركعوا " وأما كماله فبانحناء الصلب حتى يستوي الرأس بالعجز محاذاة وهو حد الاعتدال فيه . اهـ . كذا في حواشي نوح آفندي . (۱/۵۱۱، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة ، حلبي كبير :ص/۲۷۹، ۲۸۰، فرائض الصلاة ، الرابع الركوع ، بدائع الصنائع : ۱/۲۸۳، كتاب الصلاة ، فصل في أركان الصلاة ، ديوبند ، الفتاوى التاتارخانية : ۱/۳۱۴ ، كتاب الصلاة ، فصل في الركوع ، دار الايمان سهارنپور)

(آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۳۶۰،جدید، کتاب المسائل:۱/ ۲۸۸،فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/ ۱۹۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير مع الدر والرد " : من تعذر عليه القيام لمرض حقيقي قبلها أو فيها أو حكمي بأن خاف زيادته أو بطء برئه بقيامه أو دوران رأسه أو وجد لقيامه ألمًا شديدًا =

مقتدی قعدۂ اخیرہ میں التحیات پوری پڑھے

مسئلہ (۵۹): امام کے پیچھے نماز میں قعدۂ اخیرہ میں مقتدی کو بھی پوری التحیات پڑھنا ضروری ہے، اگر مقتدی کی التحیات پوری نہیں ہوئی، حتی کہ امام نے سلام پھیر دیا، تو مقتدی التحیات پوری کر کے سلام پھیرے، ہاں! اگر دُرُود شریف یا دعا کا کچھ حصہ رہ جائے، تو اسے چھوڑ دے، اور امام کی متابَعت میں سلام پھیر دے۔ (۱)

=صلى قاعدًا . (۲/۵٦٤ ، ۵٦۵، كتاب الصلاة ، باب صلاة المريض)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : ان المريض إذا قدر على الصلاة قائمًا بركوع وسجود فإنه يصلي المكتوبة قائما بركوع وسجود فلا يجزيه غير ذلك .

(۱/۵۸۰ ، كتاب الصلاة ، الفصل الحادي والثلاثون في صلاة المريض)

ما في " البحر الرائق " : القيام في الصلاة بإجماع المفسرين وهو فرض في الصلاة للقادر عليه في الفرض وما هو ملحق به واتفقوا على ركنيته . (۱/۵۰۹ ،الصلاة ، باب صفة الصلاة)

(۲) ما في " البحر الرائق " : الأسير في يد العدو إذا منعه الكافر عن الوضوء والصلاة يتيمم ويصلي بالإيماء ثم يعيد إذا خرج ..... رجل أراد أن يتوضأ فمنعه إنسان عن أن يتوضأ بوعيد، قيل : ينبغي أن يتيمم ويصلي ثم بعد الصلاة بعد ما زال عنه ، لأن هذا عذر جاء من قبل العباد فلا يسقط الفرض الوضوء عنه . اهـ . فعلم منه أن العذر إن كان من قبل الله تعالى لا تجب الإعادة ، وإن كان من قبل العبد وجبت الإعادة . (۱/۲۴۸، كتاب الطهارة ، باب التيمم)

(فتاویٰ محمودیہ:۹/ ۲۵۹، میرٹھ، و۵/ ۵۵۵، کراچی، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۲۳۸٦۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير مع الدر والرد " : (ولو رفع الإمام رأسه قبل أن يتم المأموم التسبيحات وجب متابعته بخلاف سلامه قبل تمام المؤتم التشهد) فإنه لا يتابعه بعل يتمه لوجوبه ، ولو لم يتم جاز ، ولو سلم والمؤتم في أدعية التشهد تابعه لأنها سنة والناس عنه غافلون . در مختار . وفي الشامية : قوله : (ولو لم يتم جاز) معناه : صح مع الكراهة التحريمية ويدل عليه=

نماز میں سلام پھیرنے کا مسنون طریقہ

مسئلہ (۶۰): نماز میں دونوں جانب سلام پھیرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ؛ سلام کا آغاز اُس وقت کیا جائے جب چہرہ قبلے کی طرف ہو، اور اختِتام، چہرہ دائیں یا بائیں پھیر کر کیا جائے، اور ظاہر ہے کہ جب پہلے سلام کا اختتام اُس وقت ہو، جب چہرہ دائیں جانب ہو، اور دوسرے سلام کا آغاز اِس حالت میں ہو جب چہرہ قبلے کی طرف ہو، تو لامحالہ دونوں سلاموں میں چند سیکنڈ کا وقفہ ہوگا، اور یہ دونوں سلاموں میں فصل کے لیے کافی ہے، لہٰذا دوسرے سلام کے لیے چہرہ دائیں جانب سے قبلے کی طرف لانے کے بعد، مزید توقف کی ضرورت نہیں۔ (۱)

=أيضًا تعليلهم بوجوب التشهد .

(۲/۱۹۹، ۲۰۰، باب صفة الصلاة ، مطلب في إطالة الركوع للجائي)

ما في " الفتاوى الهندية " : إن أدرک الإمام في التشهد وقام الإمام قبل أن يتم المقتدي أو سلم الإمام في آخر الصلاة قبل أن يتم المقتدي التشهد ، فالمختار أن يتم التشهد . كذا في الغياثية . ... ولو سلم الإمام قبل أن يفرغ المقتدي من الدعاء الذي يكون بعد التشهد أو قبل أن يصلي على النبي ﷺ فإنه يسلم مع الإمام . (۱/۹۰، كتاب الصلاة ، الفصل السادس فيما يتابع الإمام وفيما لا يتابعه) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۲۹۱۸۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الكوكب الدري " : كان يسلم تسليمة واحدة أي يأخذ فيها من تلقاء وجهه ويختمها إذا مال وجهه إلى اليمين ، وكذا الحكم في تسليم اليسار . (۱/۱۴۰، أبواب الصلاة ، قوله كان يسلم تسليمة واحدة) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۵۲۸۴۸)

ما في " مرقاة المفاتيح " : (عن عائشة قالت : كان رسول الله ﷺ يسلم في الصلاة تسليمة تلقاء وجهه) أي يبدأ بالتسليم محاذاة وجهه ، قال ابن حجر : أي يبتدئ بها وهو مستقبل=

السلام علیکم کی بجائے سلام علیکم کہہ کر سلام پھیرنا

مسئلہ (۶۱): بعض ائمۂ کرام نماز کے ختم پر دونوں جانب سلام پھیرتے وقت ''سلام علیکم ورحمۃ اللہ'' کہہ کر نماز ختم کرتے ہیں، اور بعض پہلا سلام تو ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' کہہ کر پھیرتے ہیں، مگر دوسرا سلام ''سلام علیکم ورحمۃ اللہ'' کہہ کر پھیرتے ہیں، حالاں کہ دونوں سلاموں میں ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' کہنا چاہیے، کیوں کہ یہی سنت طریقہ ہے، لہٰذا اس کا خیال رکھنا چاہیے، اور پورے ہوش کے ساتھ، صحیح تلفظ کرتے ہوئے نماز پڑھانا چاہیے۔[1]

= القبلة (ثم يميل إلى الشق الأيمن شيئًا) أي يسيرا حتى يرى بياض خده يعني ثم يميل إلى الشق الأيسر شيئًا يسيرا حتى يرى بياض خده كما يدل عليه سائر الأحاديث .

(۳/۳۲ ، كتاب الصلاة ، باب الدعاء في التشهد ، الفصل الثالث ، تحت الرقم :۹۵۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' سنن أبي داود '' : عن عبد الله أن النبي ﷺ كان يسلم عن يمينه وعن شماله حتى يرى بياض خدّه : '' السلام عليكم ورحمة الله . السلام عليكم ورحمة الله '' .

(ص/۱۴۳ ، كتاب الصلاة ، باب في السلام ، الرقم :۹۹۶، الكافي في الفقه الحنفي : ۲۵۰/۱، الفصل الثالث ، واجبات الصلاة)

ما في '' فتح القدير '' : ثم يسلم عن يمينه فيقول : السلام عليكم ورحمة الله ، وعن يساره مثل ذلك . (۳۲۷/۱ ، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة)

ما في '' البحر الرائق '' : ثبت وجوبه بالسنة للمواظبة وهو على وجه الأكمل أن يقول : السلام عليكم ورحمة الله مرتين ..... فإن قال : السلام عليكم أو السلام أو سلام عليكم أو عليكم السلام أجزاه وكان تاركًا للسنة . (۵۸۰/۱، باب صفة الصلاة ، الاختيار لتعليل المختار : ۱۸۷/۱ ، باب الأفعال في الصلاة) =

رکوع اور سجدے کی تسبیح سنت ہے

مسئلہ (۶۲): راجح قول کے مطابق حنفیہ کے یہاں رکوع اور سجدے کی تسبیح سنت ہے، اور تین مرتبہ پڑھنا بھی سنت ہے، حنفیہ کا راجح قول یہی ہے۔ دوسرا قول حنفیہ کے یہاں ایک مرتبہ کہنے کے وجوب کا بھی ہے، کہ ایک مرتبہ کہنا واجب ہے۔ بعض حضراتِ ائمۂ مساجد اِس سلسلے میں اِفراط وتفریط کے شکار ہیں، بعض اتنی جلدی رکوع پورا کرتے ہیں کہ مقتدی تین تسبیحات بھی نہیں پڑھ پاتے، اور بعض اتنا لمبا رکوع کرتے ہیں کہ مقتدیوں کی تین تسبیحات ختم ہوجاتی ہیں، مگر امام صاحب کی تسبیحات ختم نہیں ہوتیں، بسا اوقات تو وہ مقتدی جن کی کمر میں تکلیف ہوتی ہے، اور زیادہ دیر تک رکوع کی حالت میں نہیں رہ سکتے، اپنے اِس امام کے لیے ہدایت کی دعا میں لگ جاتے ہیں، اور بعض اُس مسجد میں آنا چھوڑ دیتے ہیں، لہٰذا حضراتِ ائمۂ مساجد کو سنت طریقے پر نماز پڑھانا چاہیے، اور مقتدیوں کا پاس ولحاظ رکھنا چاہیے؛ کہ اُن میں مریض، ضعیف اور ضرورت مند لوگ بھی ہوتے ہیں، اس لیے بعض اہلِ علم نے لکھا ہے کہ امام کو پانچ دفعہ تسبیحات پڑھنی چاہیے، تاکہ تیز پڑھنے والوں کو زیادہ انتظار کرنا نہ پڑے، اور آہستہ پڑھنے والوں کی تین تسبیحات پوری ہوجائیں، ہاں! البتہ اپنی انفرادی نماز میں رکوع

=ما في " الفتاوى الهندية " : المختار أن يكون السلام بالألف واللام ، وكذلك في التشهد . كذا في الظهيرية . (۱/۷۶ ، كتاب الصلاة ، الفصل الثالث في سنن الصلاة وآدابها وكيفيتها) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۸۹۲۵)

وسجود میں زائد تسبیحات پڑھنے، اور رکوع وسجود کو لمبا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن مشاہدہ یہ ہے کہ ائمہ حضرات ایسا نہیں کرتے، امید کہ وہ اِس جانب توجہ فرمائیں گے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : والحاصل أن في تثليث التسبيح في الركوع والسجود ثلاثة أقوال عندنا ، أرجحها من حيث الدليل الوجوب تخريجا على القواعد المذهبية ، فينبغي اعتماده كما اعتمد ابن الهمام ومن تبعه رواية وجوب القومة والجلسة والطمأنينة فيهما كما مرّ ، وأما من حيث الرواية فالأرجح السنية لأنها المصرح بها في مشاهير الكتب ، وصرحوا بأنه يكره أن ينقص عن الثلاث ، وأن الزيادة مستحبة بعد أن يختم على وتر خمس أو سبع ما لم يكن إمامًا فلا يطول ، وقدمنا في سنن الصلاة عن أصول أبي اليسر أن حكم السنة أن يندب إلى تحصيلها ويلام على تركها مع حصول اثم يسير ، وهذا يفيد أن كراهة تركها فوق التنزيه وتحت المكروه تحريمًا .... وفي المنية : ويكره للإمام أن يعجلهم عن إكمال السنة ، ونقل في الحلية عن عبد الله بن المبارك واسحاق وابراهيم والثوري أنه يستحب للإمام أن يسبح خمس تسبيحات ليدرك من خلفه الثلاث .

(۲/۱۹۷ ، ۱۹۸ ، ۱۹۹ ، باب صفة الصلاة ، قبيل مطلب في إطالة الركوع للجائي)

ما في " حلبي كبير " : ويقول في ركوعه سبحان ربي العظيم ثلاثا وذلك أدناه ، وإن زاد فهو أفضل وأنه يختم على وتر وإن اقتصر على مرة أو ترك بالكلية جازت صلاته ويكره . وروي عن أبي مطيع البلخي أن تسبيح الركوع والسجود ركن لو تركه لا تجوز صلاته ، ولا ينبغي للإمام أن يطيل التسبيح على وجه يمل به القوم لأنه سبب التنفير وأنه مكروه ، لأنه مؤد إلى حرمان المسلمين الثواب الموعود على الصلاة بالجماعة ، .... وفي رواية : إذا صلى أحدكم بالناس فليخفف ؛ فإن فيهم الضعيف والسقيم والكبير ، وإذا صلى لنفسه فليطول ما شاء .... واعلم أن التطويل المكروه وهو الزيادة على قدر أدنى السنة عند ملل القوم حتى ان رضوا بالزيادة لا يكره ، وكذا إذا ملوا من قدر أدنى السنة لا يكره ، ..... وليس المراد=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

= بالتخفيف الإخلال بالواجب أو السنة لغير ضرورة كما يفعله الكثير من ائمة زماننا محتجين بلفظ هذا الحديث مع الغفلة عن معناه كما قررناه ، وعن قول أنس أخف ولا أتم حيث وصف صلاته عليه الصلاة والسلام بالاتمية مع التخفيف وهل توصف بالاتمية صلاة ترک فيها شيء من الواجبات أو السنن ومن لم يجعل الله له نورا فما له من نور .

(ص/۳۱٦، ۳۱۷، صفة الصلاة)

ما في " فتح القدير " : فإن الركوع والسجود يجوز بدون هذا الذكر إلا على قول أبي مطيع ، يعني تلميذ أبي حنيفة . (۱/۳۰۴ ، باب صفة الصلاة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ومذهب الحنفية أن التسبيح في الركوع سنة وأقله ثلاث ، فإن ترک التسبيح أو نقص عن الثلاث كره تنزيها ، والزيادة على الثلاث اللمفرد أفضل بعد أن يختم على وتر ولا يزيد على الإمام على وجه يمل به القوم . وقيل : إن تسبيحات الركوع والسجود واجبات . (۲۳/۱۳۲ ، ركوع ، التسبيح في الركوع)

ما في " مجمع الأنهر " : وقالوا : ينبغي للإمام أن يقول خمسا ليتمكن القوم من الثلاث .

(۱/۱۴۵ ، باب في صفة الصلاة ، فصل)

(کتاب الفتاویٰ:۲/۱۷۷، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۸۲٦۸)

مفسدات الصلوۃ ومکروهاتها

تنگ وچست پینٹ شرٹ پہن کر نماز

مسئلہ (۶۳): اتنی تنگ اور چُست پینٹ شرٹ کہ اُس کو پہننے کے بعد مخصوص اعضا کی بناوٹ اور حَجم (یعنی جَسامت) نمایا ہوتی ہو، پہننا شرعاً درست نہیں ہے، ہاں! اگر پینٹ شرٹ اتنی ڈھیلی ڈھالی ہو کہ اس کو پہننے کے بعد مخصوص اعضا کی بناوٹ اور حَجم (یعنی جَسامت) نمایا نہ ہوتی ہو، اور پینٹ ٹخنوں کے نیچے نہ ہو، تو اس کو پہننا جائز ہے، مگر پھر بھی ہمارے ملک میں شلوار، قمیص، کُرتہ، شیروانی اور پاجامہ کا استعمال؛ اسلامی اور مہذّب لباسوں میں شمار ہوتا ہے، اور عام طور پر علماء وصلحاء اور متقی وپرہیزگار لوگوں کا لباس یہی ہے، لہٰذا اِس لباس کا پہننا بہتر ومستحب ہے، مگر افسوس صد افسوس! کہ آج کل ہمارے نوجوان نہایت چُست وتنگ پینٹ شرٹ، یا ہاف آستین والا ٹی شرٹ پہن کر نماز پڑھتے ہیں، کہ جب رکوع یا سجدے میں جاتے ہیں، تو یا تو اُن کے ستر کا بعض حصہ کھل جاتا ہے، یا پوری طرح سے نمایاں ہو جاتا ہے، لہٰذا اس کی اصلاح انتہائی ضروری ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' القرآن الكريم '' : قوله تعالىٰ : ﴿ولا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار﴾ .

(سورة هود : ۱۱۳)

ما في '' البحر المحيط لأبي حيان الغرناطي '' : والنهي متناول لانحطاط في هواهم والانقطاع إليهم ومصاحبتهم ومجالستهم وزيارتهم ومداهنتهم والرضا بأعمالهم والتشبه بهم =

=والتزيي بزيهم ومد العين إلى زهرتهم وذكرهم بما فيه تعظيم لهم .
(۵/ ۳۵۰ ، روح المعاني للآلوسي : ۷/ ۲۳۱)
ما في " حاشية القونوي على تفسير البيضاوي " : قال ابن عباس : أي لا تميلوا ، والركون المحبة والميل بالقلب ، وقال أبو العالية : لا ترضوا بأعمالهم ، وقال عكرمة : لا تطيعوهم ؛ قال البيضاوي : لا تميلوا إليهم أدنى ميل ، فإن الركون هو الميل اليسير كالتزيى بزيهم وتعظيم ذكرهم . (۱۰ /۲۲۶ ، التفسير المظهري : ۴/ ۴۳۰)
ما في " معارف القرآن شفيعي " : حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "مراد ہے کہ ظالموں سے دوستی نہ کرو اوران کا کہا نہ مانو"، ابنِ جریج رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "ظالموں کی طرف کسی طرح کا بھی میلان نہ رکھو"، ابوالعالیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "ان کے اعمال وافعال کو پسند نہ کرو" [قرطبی]، سدّی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "ظالموں سے مداہنت نہ کرو، یعنی ان کے برے اعمال پر سکوت یا رضا کا اظہار نہ کرو"، عکرمہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "ظالموں کی صحبت میں نہ بیٹھو"، قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "شکل وصورت اور فیشن اور رہن سہن کے طریقوں میں ان کا اتباع کرنا یہ سب اسی ممانعت میں داخل ہے"۔ (۴/۶۷۳)
ما في " سنن أبي داود " : " من تشبه بقوم فهو منهم " .
(ص/ ۵۵۹، كتاب اللباس ، باب لبس الشهرة)
ما في " مرقاة المفاتيح " :قوله ﷺ : (من تشبه بقوم فهو منهم) . أي من شبه نفسه بالكفار ، مثلا في اللباس وغيره أو بالفساق والفجار أو بأهل التصوف والصلحاء والأبرار .
(۸/ ۲۲۲ ، كتاب اللباس ، الفصل الثاني ، رقم الحديث : ۴۳۴۷)
ما في " موسوعة تكملة فتح الملهم " : إن اللباس الذي يتشبه به الإنسان بأقوام كفرة ، لا يجوز لبسه لمسلم إذا قصد به التشبه بهم " . (۱۰ / ۷۷ ، كتاب اللباس والزينة)
ما في " بذل المجهود " : قال القاري : من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء والأبرار فهو منهم أي في الإثم أو الخير عند الله تعالى . (۱۲ / ۵۹، مرقاة المفاتيح :۸/ ۲۲۲، كتاب اللباس والزينة)
(شرح عقود رسم المفتی :ص/ ۱۷۵، فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۹۷۵۵)

چہرے پر نقاب ڈال کر نماز

مسئلہ (۶۴): عورت کے لیے چہرے پر نقاب ڈال کر نماز پڑھنا مکروہ ہے[۱]، اس لیے عورت سفر میں اسٹیشن یا کسی عوامی مقام پر نماز پڑھنا چاہے، تو اگر ایسی تنہائی کی جگہ مل جاتی ہے جہاں وہ چہرہ کھول کر نماز ادا کر لے، اور کسی غیر محرم کی نظر بھی اس پر نہ پڑے، تو اسے چہرہ کھول کر نماز ادا کرنا چاہیے، اور اگر ایسی کوئی جگہ نہ مل سکے، تو اسے چاہیے کہ چہرہ پر حجاب کی حالت میں ہی نماز پڑھ لے، کیوں کہ شریعت میں پردہ کا معاملہ زیادہ سخت ہے[۲]، بہ نسبت اس کے کہ کسی مکروہ کا ارتکاب کیا جائے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " كتاب الآثار لأبي يوسف " : عن أبي يوسف عن أبيه عن أبي حنيفة عن حماد عن ابراهيم أنه كان يكره أن يغطي الرجل فاه وهو في الصلاة ، ويكره أن تصلي المرأة وهي متنقّبة . (۱/۳۰ ، باب افتتاح الصلاة ، الرقم :۱۴۸ ، بيروت ، من موقع المكتبة الشاملة)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها النبي قل لأزواجک وبنٰتک ونسآء المؤمنين يدنين عليهنّ من جلابيبهنّ﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قال أبو بكر : هذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجنبيين ، وإظهار الستر والعفاف عند الخروج ، لئلا يطمع أهل الريب فيهنّ . (۳/۴۸۶)

ما في " سنن أبي داود " : عن حمزة بن أبي أسيد الأنصاري رضي الله تعالى عنه ، عن أبيه أنه سمع رسول الله ﷺ يقول ، وهو خارج من المسجد ، فاختلط الرجال مع النساء في الطريق فقال رسول الله ﷺ للنساء : " استأخرن ، فإنه ليس لكنّ أن تحققن الطريق ، عليكنّ بحافات الطريق ، فكانت المرأة تلصق بالجدار ، حتى أن ثوبها ليتعلق بالجدار من لصوقها=

نماز میں مچھر مارنا، اور اس کا خون کپڑے یا جسم پر لگ جانا

مسئلہ (۶۵): بحالتِ نماز مچھر مارنا مکروہ ہے [۱]، اگر کسی نمازی نے مار دیا، اور مچھر کا خون جسم پر یا کپڑے پر پھیل گیا، تو اِس سے اُس کا وضو نہیں ٹوٹے گا، اور نہ نماز فاسد ہوگی، کیوں کہ مچھر کا خون دمِ سائل نہ ہونے کی وجہ سے ناپاک نہیں ہے۔ [۲]

=به" . (ص/۱۴/ ۷ ، ۵ ۱ ۷ ، کتاب الأدب ، باب في مشي النساء مع الرجال في الطريق ، قديمي) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۵۶۹۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : في الحجة : ويكره أن يذب بيده الذباب والبعوض إلا عند الحاجة بعمل قليل . كذا في التتارخانية . وكل عمل قليل بغير عذر فهو مكروه . كذا في البحر الرائق . (۱/ ۱۰۹ ، كتاب الصلاة ، الباب السابع ، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة وما لا يكره ، الفتاوى التاتارخانية : ۱/ ۳۵۴ ، كتاب الصلاة ، الفصل الرابع في بيان ما يكره للمصلي أن يفعل في صلوته وما لا يكره)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : ودم البق والبراغيث والقمل والكتان طاهر وإن كثر . كذا في السراج الوهاج .

(۱/ ۴۶ ، كتاب الطهارة ، الباب السابع ، الفصل الثاني في الأعيان النجسة)

ما في " البحر الرائق " : فإن أخذ قملة في الصلاة كره له أن يقتلها لكن يدفنها تحت الحصى وهو قول أبي حنيفة ...... ولعل أبا حنيفة إنما اختار الدفن على القتل لما فيه من النزاهة عن إصابة دمهما ليد القاتل أو في ثوبه في هذه الحالة وإن كان ذلك معفوا عنه .

(۲/ ۵۴ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، رد المحتار : ۲/ ۴۲۴ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، قبيل مطلب في بيان السنة والمستحب والمندوب الخ)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۸۹۲۵)

صرف بنیان وشلوار پہن کر نماز

مسئلہ (٦٦): صرف بنیان اور شلوار پہن کر ذکر اور دُرود شریف پڑھنا جائز ہے، البتہ نماز چوں کہ انتہائی عظیم الشان عبادت ہے، اس لیے اس کے شرائط وآداب کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے، اور کھلی آستین والے کپڑے پہن کر نماز پڑھنے سے، نماز میں کراہت آتی ہے، اس لیے بنیان اور کھلی آستین والی ٹی شرٹ وغیرہ پہن کر نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔(۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوی الهندية " : ولو صلی رافعا كميه إلى المرفقين كره . كذا في فتاوی قاضي خان . (۱/۱۰۶ ، كتاب الصلاة ، الباب السابع ، الفصل الثاني فيما يكره الصلاة وما لا يكره ، فتاوی قاضي خان : ۱/۶۲، كتاب الصلاة ، فصل فيما يفسد الصلاة ، رد المحتار :۲/۴۰۶ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح :ص/۳۴۹ ، كتاب الصلاة ، فصل في المكروهات)

ما في " فتح القدير " : ويتضمن كراهة كون المصلي مشمرا كميه .

(۱/۲۲۴ ، كتاب الصلاة ، فصل ويكره للمصلي الخ)

ما في " البحر الرائق " : ويدخل أيضًا في كف الثوب تشمير كميه كما في فتح القدير .

(۲/۴۲ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/ ۸۶-۱۰۰، فتاویٰ دار العلوم دیو بند، رقم الفتویٰ:۵۴۲۸۳)

قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد وضوٹوٹ گیا

مسئلہ (۶۷): اگرکسی مصلّی کا قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد، دُرُود شریف یا دعائے ماثورہ پڑھنے کے دوران، یا ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد دوسری طرف سلام پھیرنے سے پہلے، یا پہلے سلام ہی میں، وضوٹوٹ گیا، تو نماز ہوگئی، البتہ چوں کہ نماز کے اخیر میں دونوں طرف سلام پھیرنا واجب ہے، اس لیے شرائطِ بِنا کی رعایت کے ساتھ وضوکر کے، دونوں طرف یا صرف دوسری طرف سلام پھیرنا واجب ہوگا، ورنہ نماز واجب الاعادہ ہوگی۔اور اگر دوسری طرف سلام پھیرنے کے دوران، لفظ ''السلام'' کے بعد وضوٹوٹا، تو چوں کہ صرف لفظ ''السلام'' واجب ہے، ''علیکم ورحمۃ اللہ'' واجب نہیں، اس لیے اِس صورت میں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں، نماز مکمل طور پر ادا ہوگئی، کیوں کہ یہاں وضو، نماز کے مکمل ہونے کے بعد ٹوٹا ہے۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' التنوير مع الدر والرد '' : (ولفظ السلام) مرتين ، فالثاني واجب على الأصح . برهان . دون عليكم . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قوله : (دون عليكم) فليس بواجب عندنا . (۱۶۲/۲ ، باب صفة الصلاة ، مطلب لا ينبغي أن يعدل عن الدراية إذا وافقتها رواية)

ما في '' الموسوعة الفقهية '' : وقال الحنفية : الخروج من الصلاة بلفظ السلام ليس فرضا بل هو واجب ، لأن النبي صلى الله عليه وسلم لما علم ابن مسعود رضي الله عنه التشهد قال له : '' إذا قلت هذا فقد قضيت صلاتک '' إن شئت أن تقوم فقم وإن شئت أن تقعد فاقعد ، فلم يأمره بالخروج من الصلاة بالسلام ...... والواجب عندهم تسليمتان : الأولى عن يمينه ، فيقول : السلام عليكم ورحمة الله ، وليسلم عن يساره كذلک ..... وأقل ما يجزئ في لفظ السلام =

موبائل فون میں فوٹو کھلا ہوا ہوتو نماز مکروہ ہوگی

مسئلہ (٦٨): بعض لوگ یہ پوچھتے ہیں کہ ہمارے جیب میں موبائل فون ہوتا ہے، جس میں بسا اوقات اجنبیہ عورت کی تصویر اور گانے وغیرہ ہوتے ہیں، تو اس سے نماز پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟ جواباً عرض ہے کہ-: موبائل بند ہونے کی صورت میں فوٹو اور گانے سب ڈھکے چھپے رہتے ہیں، ایسی حالت میں جیب میں موبائل فون رہنے سے، نماز میں کوئی فرق نہیں آتا[1]، ہاں! جب موبائل فون کھلا ہوا ہو، اور اس کا فوٹو سامنے ظاہر میں دکھائی دے رہا ہو، تو ایسی حالت میں نماز مکروہ ہوگی[2]، البتہ اپنے موبائل فون میں اجنبیہ عورتوں کی تصویریں اور گانے رکھنا مستقل گناہ ہے[3]، لہٰذا اِس سے توبہ واجتناب ضروری ہے۔[4]

=مرتين عند الحنفية " السلام " دون قوله " عليكم " .

(١/ ٣١٦، تسليم ، التسليم للخروج من الصلاة)

ما في " البحر الرائق " : (ولفظ السلام) للمواظبة عليه ...... والخروج من الصلاة يحصل عندنا بمجرد لفظ السلام ولا يتوقف على قوله " عليكم " .

(١/ ٥٢٥ ، باب صفة الصلاة ، تبيين الحقائق : ١/ ٣٢٢ ، ٣٢٣ ، باب صفة الصلاة)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : (لها واجبات) لا تفسد بتركها وتعاد وجوبا في العمد والسهو إن لم يسجد له . (٢/ ١٤٦ ، ١٤٧ ، باب صفة الصلاة ، مطلب واجبات الصلاة)

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند، رقم الفتویٰ: ٥٠٧٣٧)

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " الدر المختار مع الشامية " : قال في البحر : ومفاده كراهة المستبين لا المستتر بكيس أو صرّة أو ثوب آخر . (٢/ ٤١٨ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب=

....

= إذا تردّد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولى)
(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : ويكره أن يصلي وبين يديه أو فوق رأسه أو على يمينه أو على يساره أو في ثوبه تصاوير .
(۱/۱۰۷ ، الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة وما لا يكره ، فتاوى قاضي خان : ۱/۵۸، باب الحدث في الصلاة وما يكره فيها وما لا يكره)
ما في " رد المحتار " : وفي البحر قالوا : وأشدّها كراهة ما يكون على القبلة أمام المصلي ، ثم يكون فوق رأسه ، ثم ما يكون عن يمينه ويساره على الحائط ، ثم ما يكون خلفه على الحائط أو الستر . (۲/۴۱۷ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة الخ) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۵۱۵۸۴)
ما في " البحر الرائق " : وهو يفيد أن المستبين في الخاتم تكره الصلاة معه ، ويفيد أنه لا يكره أن يصلي ومعه صرة أو كيس فيه دنانير أو دراهم فيها صور صغار لاستتارها .
(۲/۴۸ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)
(۳) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي طلحة رضي الله عنهم قال : قال النبي ﷺ : " لا تدخل الملائكة بيتًا فيه كلبٌ ولا تصاويرُ " .
(۲/۸۸۰ ، كتاب اللباس ، باب التصاوير ، رقم الحديث : ۵۹۴۹)
ما في " فتح الباري " : تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد ، وسواء صنعه لما يمتهن أم لغيره فصنعته حرام بكل حال .
(۱۰/۴۷۱ ، كتاب اللباس ، باب عذاب المصورين يوم القيامة ، تحت الرقم : ۵۹۵۰)
ما في " الدر المختار مع الشامية " : قلت : وفي البزازية : استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه السلام : استماع الملاهي معصية ، والجلوس عليها فسق ، والتلذذ بها كفر ، ..... فالواجب كل الواجب أن يجتنب كي لا يسمع ، لما روي أنه عليه الصلاة والسلام " أدخل أصبعه في أذنه عند سماعه " . (۹/۵۰۴ ، كتاب الحظر والإباحة ، قبيل فصل في اللبس)
(۴) ما في " المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج " : واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة ، وأنها واجبة على الفور لا يجوز تأخيرها ، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة . (۲/۹ ، كتاب التوبة ، باب في الحض على التوبة والفرح بها)

ماں یا باپ کے بلانے پر نماز توڑ دینا

مسئلہ (۶۹): اگر آدمی فرض نماز میں ہے، اور ماں باپ میں سے کوئی، کسی خاص ضرورت ومدد کے لیے اُسے آواز دے، تو اُسے چاہیے کہ نماز توڑ کر اُن کے پاس جائے، اور اگر کسی سخت ضرورت ومدد کے لیے نہ پکار رہے ہوں، تو فرض نماز توڑنا جائز نہیں، اور اگر آدمی نفل نماز میں ہے اور انہیں معلوم نہیں کہ بیٹا نماز میں ہے، تو اُن کے پکارنے اور آواز دینے پر نفل نماز توڑ کر اُن کے پاس جائے، اور اگر انہیں معلوم ہے کہ بیٹا نماز میں ہے، تو اُن کے پکارنے اور آواز دینے پر، نماز نہ توڑ کر اُن کے پاس نہ جانے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اِس صورت میں بھی اَولیٰ یہ ہے کہ نماز توڑ کر اُن کے پاس جائے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويجب لإغاثة ملهوف وغريق وحريق ، لا لنداء أحد أبويه بلا استغاثة إلا في النفل ، فإن علم أنه يصلي لا بأس أن لا يجيبه ، وإن لم يعلم أجابه . در مختار . وفي الشامية : قلت : لكن ظاهر الفتح أنه نفي للجواز وبه صرح في الإمداد بقوله : أي لا يجوز قطعها بنداء أحد أبويه من غير استغاثة وطلب إعانة ، لأن قطعها لا يجوز إلا لضرورة ، وقال الطحاوي : هذا في الفرض ، وإن كان في نافلة إن علم أحد أبويه أنه في الصلاة وناداه لا بأس أن لا يجيبه ، وإن لم يعلم يجيبه ..... فإن علم لا تجب الإجابة ، لكنها أولى كما يستفاد من قوله : " لا بأس الخ " . (۲/ ۴۲۶ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، قبيل مطلب في أحكام المسجد ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح :ص/ ۳۷۱ ، ۳۷۲ ، فصل فيما يوجب قطع الصلاة وما يجيزه وغير ذلک ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۱۰۹ ، الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها ومما يتصل بذلک مسائل)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/ ۳۷۵ ، جدید، فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۳۶۵۴)

معذور شخص کی بغیر وضو اور تیمّم کے نماز

مسئلہ (۷۰): ایسا اَپاہج شخص جو تیمّم پر بھی قدرت نہیں رکھتا، اُسے چاہیے کہ دوسرے کسی کی مدد لے، جو اُسے وضو کرادے، یہ ممکن نہ ہو تو تیمّم کرادے، اور یہ شخص اشارے سے نماز پڑھ لے، صرف فرض نماز ادا کرے، تو بھی کافی ہے، اور اگر کوئی وضو یا تیمّم کرانے والا نہ ملے، اور خود بھی کسی طرح وضو یا تیمّم پر قادر نہ ہو، تو ایسے ہی بغیر وضو اور تیمّم کے نماز پڑھ لے، اصح قول کے مطابق اس کی نماز ہو جائے گی۔[1]

معذورِ شرعی کی نماز

مسئلہ (۷۱): معذورِ شرعی وہ کہلاتا ہے، جس کو نماز کے پورے وقت سے اتنا وقت نہ ملے کہ وہ وضو کر کے صرف فرض نماز ادا کر سکے، اور اس میں اس کو وہ عذر لاحق نہ ہو، لہٰذا اگر کسی شخص کو گیس کی بیماری ہو، اور وقفہ وقفہ سے گیس خارج ہوتی رہتی ہو، اور اُسے نماز کے پورے وقت سے اتنا وقت بھی نہ ملتا ہو کہ وہ وضو کر کے صرف فرض نماز ادا کر سکے، اور اس کو گیس خارج نہ ہو، تو یہ معذورِ شرعی ہے، اس

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : من قطعت يداه ورجلاه وبوجهه جراحة يصلي بلا وضوء ولا يتيمم ولا يعيد ، قال بعض الأفاضل في الأصح . (۱/۱۸۵ ، كتاب الطهارة)

ما في " الفتاوى الهندية " : قال الشيخ الإمام محمد بن الفضل رحمه الله : رأيت في الجامع الصغير للكرخي أن مقطوع اليدين والرجلين إذا كان بوجهه جراحة يصلي بغير طهارة ولا يتيمم ولا يعيد ، وهذا هو الأصح . كذا في الظهيرية . (۱/۳۱ ، كتاب الطهارة ، الباب الرابع في التيمم ، الفصل الثالث في المتفرقات) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۰۹۰۵)

کے لیے حکم یہ ہے کہ نماز کا وقت داخل ہونے پر وضو کرلے، اور پورے وقت میں اِس وضو سے جتنی فرض، نفل، ادا، اور قضا نمازیں پڑھنا چاہے، اور قرآن کریم وغیرہ کی تلاوت کرنا چاہے، کرسکتا ہے۔ گیس کے خارج ہونے سے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا، البتہ وقت کے نکل جانے سے، یا اِس عذر کے علاوہ کسی اور حدث کے پیش آجانے سے، اس کا وضو ختم ہوجائے گا۔ اور جب ایسی حالت آجائے کہ نماز کے پورے وقت میں ایک مرتبہ بھی یہ عذر پیش نہ آئے، یعنی گیس خارج نہ ہو، یا اتنی گنجائش مل جاتی ہو کہ ہر وقت میں اِس عذر کے بغیر فرض نماز پڑھ سکتا ہو، تو یہ معذور باقی نہ رہے گا، اور گیس کا خارج ہونا، اِس کے حق میں ناقضِ وضو ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي '' : (تتوضأ المستحاضة ومن به عذر كسلس بول أو استطلاق بطن) وانفلات ريح (لوقت كل فرض ويصلون به) أي بوضوئهم في الوقت (ما شاؤوا من الفرائض) وما شاؤوا من (النوافل) والواجبات كالوتر والعيد وصلاة جنازة وطواف ومسّ مصحف (ويبطل وضوء المعذورين) إذا لم يطرأ ناقض غير العذر (بخروج الوقت فقط ولا يصير معذورًا حتى يستوعبه العذر وقتًا كاملا ليس فيه انقطاع لعذره (بقدر الوضوء والصلاة) إذ لو وجد لا يكون معذورا (وهذا) الاستيعاب (شرط ثبوته) أي العذر (وشرط دوامه وجوده في كل وقت بعد ذلك ولو مرة وشرط انقطاعه وخروج صاحبه عن كونه معذورا خلوّ وقت كامل عنه) بانقطاعه حقيقة ، فهذه الثلاث شروط الثبوت والدوام والانقطاع . (ص/۶۰، ۶۱، كتاب الطهارة ، قبيل باب الأنجاس والطهارة عنها ، التنوير مع الدر والرد : ۱/۴۳۷ ، ۴۳۸ ، باب الحيض ، مطلب في أحكام المعذور ، مجمع الأنهر : ۱/۸۴، باب الحيض ، فصل في المعذور)

(فتاویٰ محمودیہ: ۸/۲۳۲،۲۳۳، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۱۵۸۷)

مقتدی تکبیراتِ انتقال نہ کہے تو؟

مسئلہ (۷۲): عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ جب امام ایک رُکن سے دوسرے رُکن کی طرف منتقل ہوتے وقت ''اللہ اکبر'' کہتا ہے، اور رکوع یا سجدے میں جاتا ہے، تو مقتدی یوں ہی ''اللہ اکبر'' کہے بغیر، اس کے ساتھ رکوع وسجدے میں چلے جاتے ہیں، حالاں کہ تکبیراتِ انتقال؛ یعنی ایک رُکن سے دوسرے رُکن کی طرف منتقل ہونے کی تکبیرات، جس طرح امام کے لیے بہ آوازِ بلند کہنا سنت ہے، اسی طرح مقتدیوں کے لیے آہستہ کہنا سنت ہے، اس سنت کا اہتمام ہونا چاہیے[۱]، البتہ اگر کوئی مقتدی کسی وجہ سے نہ کہہ سکا، تو اس کی نماز صحیح ہوجائے گی، کیوں کہ اس نے سنت کو چھوڑا ہے، اور سنت کے چھوڑنے سے نہ نماز فاسد ہوتی ہے، اور نہ ہی سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' التنوير مع الدر والرد '' : (وسننها رفع اليدين للتحريمة ونشر الأصابع ، وجهر الإمام بالتكبير) بقدر حاجته للإعلام بالدخول والانتقال ، وكذا بالتسميع والسلام ، وأما المؤتم والمنفرد فيسمع نفسه . (۲/۱۷۰-۱۷۲ ، باب صفة الصلاة ، مطلب سنن الصلاة)

ما في '' البحر الرائق '' : قوله : (وجهر الإمام بالتكبير) لحاجته إلى الإعلام بالدخول والانتقال ، قيد بالإمام ؛ لأن المأموم والمنفرد لا يسن لهما الجهر به ، لأن الأصل في الذكر الإخفاء ولا حاجة لهما إلى الجهر . (۱/۵۲۸ ، باب صفة الصلاة)

ما في '' الفتاوى التاتارخانية '' : والتكبير إذا انحط للركوع وإذا رفع الرأس سنة .

(۱/۳۱۸ ، كتاب الصلاة ، سنن الصلاة)

(۲) ما في '' الدر المختار مع الشامية '' : ترك السنة لا يوجب فسادا ولا سهوا بل اساءة=

بارش کی چھینٹیں کپڑوں سے دھوئے بغیر نماز

مسئلہ (۷۳): بسا اوقات بارش کے موسم میں نماز کو جاتے وقت راستے میں بھرے پانی کی چھینٹیں کپڑوں پر آجاتی ہیں، ضرورۃً یہ معاف ہیں، اِن کے دھوئے بغیر بھی نماز ہوجائے گی۔[1]

= لو عامدا غير مستحف . در مختار . وفي الشامية : فلو غير عامد فلا إساء ة أيضًا .

(۱۷۰/۲، باب صفة الصلاة ، مطلب سنن الصلاة)

ما في " حلبي كبير " : فلا يجب بترك السنن والمستحبات كالتعوذ والتسمية والثناء والتأمين وتكبيرات الانتقالات . (ص/۴۵۵، فصل في سجود السهو ، الفتاوى الهندية : ۱۲۶/۱ ، الباب الثاني عشر في سجود السهو)

ما في " معارف السنن " : قال الراقم : تكبيرات الانتقالات سنة عند الجمهور ، قال ابن المنذر : وبه قال أبو بكر الصديق وعمر وجابر وقيس بن عبادة والشعبي والأوزاعي وسعيد بن عبد العزيز ومالك والشافعي وأبو حنيفة ، ونقله ابن بطال أيضًا عن عثمان وعلي وابن مسعود وابن عمر وأبي هريرة وابن الزبير ومكحول والنخعي وأبي ثور .

(۴۴۶/۲ ، باب ما جاء في التكبير عند الركوع والسجود)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/۳۵۴،فتاویٰ دارالعلوم دیوبند،رقم الفتویٰ:۲۷۶۱۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وفي الفيض : طين الشوارع عفو وإن ملأ الثوب للضرورة ولو مختلطا بالعذرات وتجوز الصلاة معه .

(۵۳۰/۱ ، ۵۳۱، كتاب الطهارة ، باب الأنجاس ، مطلب في العفو عن طين الشارع)

ما في " الفتاوى الهندية " : رجل أصابه طين أو مشى فيه ولم يغسل قدميه وصلى يجزيه ما لم يكن فيه أثر النجاسة إلا أن يحتاط . كذا في فتاوى قراخاني عن الواقعات الحسامية .

(۴۷/۱ ، كتاب الطهارة ، الباب السابع في النجاسة وأحكامها ، الفصل الثاني في الأعيان النجسة) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند،رقم الفتویٰ:۵۱۷۵۲)

باب السنن والنوافل

نمازِ وتر میں سورۂ نصر، سورۂ لہب اور سورۂ اخلاص کی تلاوت

مسئلہ (۴۷): بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وتر کی نماز میں سورۂ نصر، سورۂ لہب اور سورۂ اخلاص پڑھنے سے بہت ساری بیماریوں سے شفا ملتی ہے، شریعتِ مطہرہ میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، بلکہ وتر میں ان کو معین کرلینا مکروہ ہے [۱]، البتہ حدیث شریف میں، وتر کی پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ، دوسری میں سورۂ کافرون اور تیسری میں سورۂ اخلاص پڑھنے کا ذکر ملتا ہے [۲]، انہیں پڑھنا چاہیے، مگر اس کی بھی عادت نہیں بنانا چاہیے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير مع الدر والرد " : (ولا يتعين شيء من القرآن لصلوة على طريق الفريضة ويكره التعيين) كالسجدة وهل أتى لفجر كل جمعة ، بل يندب قراء تهما .

(۲۶۵/۲ ، باب صفة الصلوة ، مطلب السنة تكون سنة عين وسنة كفاية)

ما في " البحر الرائق " : قوله : (ولم يتعين شيء من القرآن لصلاة) لإطلاق قوله تعالى : ﴿فاقرؤوا ما تيسّر من القراٰن﴾ أراد بعدم التعيين عدم الفريضة .... وأشار إلى كراهة تعيين سورة لصلاة لما فيه من هجر الباقي وإيهام التفصيل كتعيين سورة السجدة وهل أتى على الإنسان في فجر كل جمعة ، وسبح اسم ربک وقل يا أيها الكٰفرون و قل هو الله أحد في الوتر ، كذا في الهداية وغيرها ، وظاهر أن المداومة مكروهة مطلقا ..... أما لو قرأ للتيسير عليه أو تبركا بقراء ته ﷺ فلا كراهة لكن بشرط أن يقرأ غيرها أحيانا لئلا يظن الجاهل أن غيرها لا يجوز . (۵۹۸/۱ ، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة ، الفتاوى التاتارخانية : ۲۸۲/۱ ، فصل في القراء ة ، نوع آخر)=

صلوۃ التسبیح کی جماعت

مسئلہ (۷۵): صلوۃ التسبیح نفل نماز ہے[۱]، اور نفل نمازوں میں اصل یہ ہے کہ تنہا تنہا پڑھی جائیں، اس لیے صلوۃ التسبیح میں جماعت ثابت نہیں، لیکن اگر جماعت کے ساتھ پڑھی جائے، تو تین مقتدیوں تک اجازت ہے، اور اگر مقتدی تین سے زائد ہوں، تو یہ جماعت ناجائز ومکروہ ہوگی۔[۲]

=(۲) ما في " جامع الترمذي " : عن عبد العزيز بن جُريج قال : سألت عائشة : بأي شيء كان يوتر رسول الله ﷺ ؟ قالت : كان يقرأ في الأولى بسبح اسم ربک الأعلى ، وفي الثانية بقل يا أيها الكافرون ، وفي الثالثة بقل هو الله أحد والمعوذتين .

(۱/۱۰۶ ، أبواب الوتر ، باب ما جاء ما يقرأ في الوتر)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : قوله : (والسنة السور الثلاث) أي الأعلى والكافرون والإخلاص ، لكن في النهاية أن التعيين على الدوام يفضي إلى اعتقاد بعض الناس أنه واجب وهو لا يجوز ، فلو قرأ بما ورد به الآثار أحيانا بلا مواظبة يكون حسنا .

(۲/۴۴۱، باب الوتر والنوافل ، مطلب في منكر الوتر والسنن أو الإجماع)

ما في " مجمع الأنهر " : (يقرأ) المصلي (في كل ركعة منه) أي من الوتر (الفاتحة وسورة) بلا تعيين . وفي الكرماني : إنه عليه الصلاة والسلام كان يقرأ في الأولى سبح اسم ربک الأعلى ، وفي الثانية قل يا أيها الكافرون وفي الثالثة قل هو الله أحد . (۱/۱۹۲، كتاب الصلاة ، باب الوتر والنوافل ، البحر الرائق : ۲/۶۷، كتاب الصلاة ، باب الوتر والنوافل)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۱۴۱۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " حلبي كبير " : ومن النوافل المستحبة ركعتا شكر ... ومنها ركعتا تحية المسجد ...... ومنها صلاة التسبيح . (ص/۴۳۰ ، ۴۳۱ ، صلاة التسبيح ، الدر المختار مع الشامية : ۲/۴۷۱، باب الوتر والنوافل ، مطلب في صلاة التسبيح ، الفتاوى الهندية :=

فدية الصلوة

بیماری کی وجہ سے نماز کا سقوط اور فدیہ

مسئلہ(۷۶): اگر کسی شخص کی زندگی کے آخری ایام میں بیماری کی وجہ سے ایسی حالت ہوجائے کہ شعور واحساس بالکل نہ رہے، یا مسلسل بے ہوشی طاری رہے، اور یہی حالت مکمل ایک دن رات (چوبیس گھنٹہ) یا اس سے زیادہ تک رہے، تو ان اوقات کی نماز اس سے ساقط ہوجائے گی، اُن کی ادائیگی یا اُن کا فدیہ واجب نہیں ہوگا، اور اگر بے ہوشی مسلسل طاری نہ رہے، بلکہ کبھی بے ہوشی طاری ہو، اور کبھی افاقہ ہوجائے، اور افاقہ سے قبل بے ہوشی ایک دن رات (چوبیس گھنٹہ) سے کم طاری رہی ہو، تو نمازوں کی قضا یا فدیہ لازم ہوگا۔(۱)

= ۱/۲ ۱ ۱ ، الباب التاسع في النوافل ، الموسوعة الفقهية :۲۷/۵۰ ۱ ، صلاة التسبيح)

(۲) ما في " التنوير مع الدر والرد " : ولا يصلي الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان أي يكره ذلک لو على سبيل التداعي ، بأن يقتدي أربعة بواحد كما في الدرر . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قوله : (أربعة بواحد) أما اقتداء واحد بواحد أو اثنين بواحد فلا يكره ، وثلاثة بواحد فيه خلاف .

(۲/۵۰۰، باب الوتر والنوافل ، مطلب في كراهة الإقتداء في النفل على سبيل التداعي الخ) ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : أما لو اقتدى واحد بواحد أو اثنان بواحد لا يكره ، وإذا اقتدى ثلاثة بواحد اختلف فيه ، وإن اقتدى أربعة بواحد كره اتفاقا . (ص/۳۸٦، كتاب الصلاة ، باب الوتر وأحكامه ، البحر الرائق : ۱/۶۰۴ ، كتاب الصلاة ، باب الإمامة)

(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۳۲۴، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۴۶۴۵۸)

الحجة على ما قلنا :=

....

....

=(۱) ما في " كتاب الآثار للشيباني " : قال محمد : أخبرنا أبو حنيفة عن حماد عن ابراهيم أنه سأله عن الرجل المريض يغمي عليه فيدع الصلاة . قال : إذا كان اليوم الواحد فإني أحب أن يقضيه ، وإن كان أكثر من ذلک فإنه في عذر إن شاء الله تعالى . قال محمد : إذا أغمي عليه يوما وليلة قضى ، وإن كان أكثر من ذلک فلا قضاء عليه ، وهو قول أبي حنيفة .
(۱/ ۲۱۹، كتاب الصلاة ، باب صلاة المغمى عليه ، رقم المسئلة : ۱۷۱)
ما في " اعلاء السنن " : عن نافع قال : " أغمى على عبد الله بن عمر يومًا وليلة فأفاق فلم يقض ما فاته واستقبل " . كذا في نصب الراية . قلت : قال في الهداية : ومن أغمي عليه خمس صلوات أو دونها قضى وإن كان أكثر من ذلک لم يقض ، وهذا استحسان ......
وجه الاستحسان أن المدة إذا طالت كثرت الفوائت فيحرج في الأداء وإذا قصرت قلت فلا حرج ، والكثير أن تزيد على يوم وليلة ، لأنه يدخل في حد التكرار ، والجنون كالإغماء ، ...
قلت : واحتج أصحابنا في وجوب القضاء إذا لم تزد الصلوات على يوم وليلة بأن ابن عمر الذي رواه محمد في الآثار واحتج به . (۲۱۲/۷، ۲۱۳، كتاب الصلاة ، باب المغمى عليه ، رقم الحديث : ۱۹۳۰ ، نصب الراية : ۱۸۱/۲ ، كتاب الصلاة ، باب صلاة المريض)
ما في " البحر الرائق " : قوله : (ومن جن عليه خمس صلوات قضى ولو أكثر لا) وهذا استحسان ، والقياس أن لا قضاء عليه إذا استوعب الإغماء وقت صلاة كاملة لتحقق العجز ، وجه الاستحسان أن المدة إذا طالت كثرت الفوائت فيحرج في الأداء وإذا قصرت قلت : فلا حرج ، والكثير أن يزيد على يوم وليلة لأنه يدخل في حد التكرار والجنون كالإغماء على الصحيح .... وقيده بدوام الإغماء لأنه إذا كان يفيق فيها فإنه ينظر ، فإن كان لإفاقته وقت معلوم مثل أن يخف عنه المرض عند الصحيح مثلا فيفيق قليلا ثم يعاوره فيغمى عليه تعتبر هذه الإفاقة فيبطل ما قبلها من حكم الإغماء إذا كان أقل من يوم وليلة .
(۲۰۷/۲، ۲۰۸، كتاب الصلاة ، باب صلاة المريض ، الفتاوى الهندية : ۳۷/۱ ، كتاب الصلاة ، الباب الرابع عشر في صلاة المريض) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند، رقم الفتویٰ:۵۴۸۰۶)

فدیہ میں دوسرے کی قضا نمازیں پڑھنا

مسئلہ (۷۷): اگر کسی شخص کا انتقال ہوگیا، اور اس کے ذمے نمازیں قضا باقی ہیں، اور کوئی آدمی اس کی قضا نمازیں پڑھنا چاہے، تو یہ درست نہیں ہے[1]، البتہ فدیہ (بطورِ کفارہ، رقم) دے سکتا ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : في الملتقط ولو أمر الأب ابنه أن يقضي عنه صلوات وصيام أيام لا يجوز عندنا . كذا في التتارخانية .

(۱/۱۲۵ ، كتاب الصلاة ، الباب الحادي عشر في قضاء الفوات ، مسائل متفرقة)

ما في " مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي " : ولا يصح أن يصلي أحد عنه لقوله ﷺ : "لا يصوم أحد عن أحد ولا يصلي أحد عن أحد ولكن يطعم عنه ..... فيما يفعله جهلة الناس الآن من اعطاء دراهم للفقير على أن يصوم أو يصلي عن الميت أو يعطيه شيئًا من صلوته أو صومه ليس بشيء وإنما الله سبحانه وتعالى يتجاوز عن الميت بواسطة الصدقة التي قدرها الشارع كما بيناه . (ص/۴۳۹ ، كتاب الصلاة ، فصل في إسقاط الصلاة والصوم ، الفتاوى التاتارخانية : ۱/۴۸۶ ، كتاب الصلاة ، الفصل العشرون في قضاء الفائتة)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : (ولو قضاها ورثته بأمره لم يجز) لأنها عبادة بدنية (بخلاف الحج) لأنه يقبل النيابة . (۲/۵۳۵، كتاب الصلاة ، باب قضاء الفوائت ، مطلب في بطلان الوصية بالختمات والتهاليل)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : وفي فتاوى الحجة : وإن لم يوص لورثته وتبرع بعض الورثة يجوز ويدفع عن كل صلوة نصف صاع حنطة منوين .

(۱/۱۲۵ ، كتاب الصلاة ، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت ، مسائل متفرقة)

ما في " مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي " : (من مات وعليه صوم شهر فليطعم عنه مكان كل يوم مسكين والصلاة كل وقت حتى الوتر) .... هي (نصف صاع من بر أو قيمته=

باب الجمعة

جمعہ کے دن، جمعہ سے پہلے سفر کرنا

مسئلہ (۷۸): بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن، جمعہ سے پہلے سفر کرنا درست نہیں ہے، جب کہ جمہور علماء کے نزدیک جمعہ کے دن قبلِ زوال سفر کرنا بلا کراہت درست ہے، البتہ جس پر جمعہ فرض ہو، ایسے شخص کو زوال کے بعد اپنے وطن سے سفر کرنا جائز نہیں، اُسے چاہیے کہ جمعہ کے بعد سفر کرے، البتہ اگر راستے میں جمعہ ملنے کی امید ہو، یا ساتھیوں سے الگ رہ جانے کا خوف ہو، اور اکیلا سفر نہیں کرسکتا، تو اس کے لیے زوال کے بعد بھی سفر کرنے گنجائش ہے۔ (۱)

= وهي أفضل لتنوع حاجات الفقير وإن لم يوص ، وتبرع عنه وليه) أو أجنبي (جاز) .
(ص/۴۳۸ ، كتاب الصلاة ، فصل في إسقاط الصلاة والصوم)
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۱۰۵۹۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن ابن عباس قال : بعث النبي ﷺ عبد الله بن رواحة في سرية فوافق ذلک يوم الجمعة ، فغدا أصحابه فقال : اتخلف فأصلي مع رسول الله ﷺ ثم ألحقهم ، فلما صلى مع النبي ﷺ رآه فقال له : ما منعک أن تغدو مع أصحابک ؟ قال : أردت أن أصلي معک ثم ألحقهم ، فقال : " لو أنفقت ما في الأرض ما أدركت فضل غدوتهم " . (۱۱۸/۱ ، أبواب الجمعة ، باب ما جاء في السفر يوم الجمعة)

ما في " هامش الترمذي " : قال في شرح المنية : والصحيح أنه يكره السفر بعد الزوال قبل أن يصلي ولا يكره قبل الزوال . (۱۱۸/۱)

ما في " العرف الشذي " : لو أراد المقيم السفر فإن خرج قبل الزوال فبها ، وإن تأخر إلى ما بعد الزوال فلا يجوز له السفر بدون أداء الجمعة . (۳۳/۲ ، تحت الرقم :۵۲۷)=

خطبۂ جمعہ طوالِ مفصل کے برابر ہونا چاہیے

مسئلہ (۷۹): نمازِ جمعہ میں خطبہ کو طویل اور نماز کو مختصر پڑھنے کا رَواج بڑھتا جارہا ہے، حالاں کہ خطبۂ جمعہ کو طویل پڑھنا مکروہ ہے، جس کی حد یہ ہے کہ دونوں خطبے طوالِ مفصل کی ایک سورت کے برابر ہوں، طوالِ مفصل کی ایک سورت، سورۂ حجرات کے حروف کم وبیش ایک ہزار چھ سو بارہ (۱۶۱۲) ہوتے ہیں، اور اُسے صحت کے ساتھ درمیانی رفتار سے پڑھا جائے، تو تقریباً آٹھ سے دس منٹ صَرف ہوتے ہیں، اس سے زیادہ وقت اگر خطبہ میں صَرف کیا گیا، تو خطبہ طویل اور مکروہ سمجھا جائے گا، کیوں کہ یہ خلافِ سنت ہے، نبی کریم ﷺ کی عادتِ شریفہ جو عام کتبِ حدیث میں منقول ہے، یہ تھی کہ خطبہ مختصر اور نماز اس کی بہ نسبت طویل پڑھاتے تھے، جو امام اس کے خلاف کرتے ہیں، وہ سنت کے خلاف کرتے ہیں، انہیں اپنے عمل کی اصلاح کرلینی چاہیے، اور خطبہ ونماز سنت کے مطابق پڑھنا چاہیے، کہ اسی میں دنیا وآخرت کی راحت وکامیابی ہے۔(۱)

=ما في " الدر المختار مع الشامية " : وقال في شرح المنية : والصحيح أنه يكره السفر بعد الزوال قبل أن يصليها ، ولا يكره قبل الزوال . الدر المختار . وفي الشامية : قلت : وينبغي أن يستثنى ما إذا كانت تفوته رفقته لو صلاها ولا يمكنه الذهاب وحدة . (۳/۴۰، باب الجمعة ، مطلب في حكم المرقى بين يدي الخطيب) (روضۃ الفتاویٰ:۳/۳۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح مسلم " : عن واصل بن حيّان قال : خطبنا عمّار فأوجز وأبلغ ، فلما نزل قلنا : يا أبا اليقظان ! لقد أبلغت وأوجزتَ ، فلو كنت تنفست ؟ فقال : إني سمعتُ رسول =

....

....

....

=الله ﷺ يقول : " إن طولَ صلاة الرجل ، وقِصَرِ خطبته مَئِنَّةٌ من فقهه ، فأطيلوا الصلاة وأقصروا الخطبة ، وإن البيان سحرًا " .

(۱/۲۸٦ ، كتاب الجمعة ، باب تخفيف الصلاة والخطبة)

ما في " سنن أبي داود " : عن عمار بن ياسر قال : " أمرنا رسول الله ﷺ بإقصار الخطب " .

وعن جابر بن سمرة السوائي قال : " كان رسول الله ﷺ لا يطيل الموعظة يوم الجمعة ، إنما هنّ كلمات يسيرات " .

(ص/۱۵۸ ، كتاب الصلاة ، باب إقصار الخطب ، الرقم :۱۱۰٦ ، ۱۱۰۷)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما سنن الخطبة : فمنها أن يخطب خطبتين على ما روي عن الحسن بن زياد عن أبي حنيفة أنه قال : ينبغي أن يخطب خطبة خفيفة يفتتح فيها بحمد الله تعالى ويثني عليه ويتشهد ، ويصلي على النبي ﷺ ويعظ ويذكر ، ويقرأ سورة ، ثم يجلس جلسة خفيفة ، ثم يقوم فيخطب خطبة أخرى ، يحمد الله تعالى ويثني عليه (ويتشهد) ويصلي على النبي ﷺ ويدعو للمؤمنين والمؤمنات ، ويكون قدر الخطبة قدر سورة من طوال المفصل . (۲/۱۹٦ ، كتاب الصلاة ، فصل في بيان شرائط الجمعة ، بيروت ، الدر المختار مع الشامية :۳/۲۰ ، كتاب الصلاة ، باب الجمعة ، مطلب في نية آخر ظهر بعد صلاة الجمعة، البحر الرائق :۲/۲۵۹ ، كتاب الصلاة ، باب صلاة الجمعة ، الفتاوى الهندية : ۱/۱۴۷ ، كتاب الصلاة ، الباب السادس عشر في صلاة الجمعة)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : ولا يطول الخطبة ، وقال ابن مسعود رضي الله عنه : طول الصلاة وقصر الخطبة مئنة من فقه الرجل ، قال القدوري في كتابه : ويكون قدر الخطبتين مقدار سورة من طوال المفصل . (۱/۵۴۱ ، الفصل الخامس والعشرون في صلاة الجمعة ، النوع الثاني في بيان شرائط الجمعة وما يتصل بها من المسائل)

(کتاب الفتاویٰ :۳/ ۳۸ ، امداد المفتین [فتاویٰ دار العلوم/عزیز الفتاویٰ] :۳/۳۳۰)

خطبۂ جمعہ میں دعا پر آمین کہنا

مسئلہ (۸۰): اکثر جمعہ کے خطبے میں امام خاص دعا کرتے ہیں، مثلاً کسی اسلامی ملک کے لیے، یا بارش کے لیے، یا کسی علاقہ کے مصیبت زدہ لوگوں کے لیے، تو اس حالت میں سامعین دل ہی دل میں آمین کہہ لیں، تو اِس کی گنجائش ہے، البتہ ہاتھ اُٹھانا یا آواز سے آمین کہنا منع ہے، کیوں کہ خطبے کا سننا واجب ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن ابن شهاب قال : أخبرني سعيد بن المسيب : أن أبا هريرة أخبره أن رسول الله ﷺ قال : " إذا قلت لصاحبک يوم الجمعة : أنصت ، والإمام يخطب فقد لغوت " . (۱/۱۲۷ ، كتاب الجمعة ، باب الإنصات يوم الجمعة والإمام يخطب، وإذا قال لصاحبه انصت الخ)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (كل ما حرم في الصلاة حرم فيها) أي في الخطبة . الدر المختار. (۳/۳۵ ، كتاب الصلاة ، باب الجمعة ، مطلب في شروط وجوب الجمعة)

ما في " الدر المختار مع الشامية ": وإن صلى الخطيب على النبي ﷺ إذا قرأ آية : ﴿صلوا عليه﴾ فيصلي المستمع سِرًّا بنفسه ، وينصت بلسانه عملاً بأمري " صلوا " و" أنصتوا " . [در مختار] . وفي الشامية : قوله : (فلا يأتي بما يفوت الاستماع الخ) سيأتي في باب الجمعة : أن كل ما حرم في الصلاة حرم في الخطبة ، فيحرم أكل وشرب وكلام ولو تسبيحًا ، أو ردّ سلام أو أمرًا بمعروف إلا من الخطيب ، لأن الأمر بالمعروف منها بلا فرق بين قريب وبعيد في الأصح . (۲/۲٦۷ ، الصلاة ، باب صفة الصلاة ، قبيل فروع في القراء ة خارج الصلاة)

ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : وفي الخلاصة : كل ما حرم في الصلاة حرم حال الخطبة ولو أمرا بمعروف ، وفي السيد : استماع الخطبة من أولها إلى آخرها واجب وإن كان فيها ذكر الولاة ، وهو الأصح . نهر . وكذا استماع سائر الخطب كخطبة النكاح والختم . اهـ . (ص/۵۱۹، باب الجمعة)=

انگریزی زبان میں خطبۂ جمعہ

مسئلہ (۸۱): جمعہ کے دونوں خطبے؛ اُولیٰ اور ثانیہ- خالص عربی میں دینا سنتِ متوارِثہ ہے، اِن خطبوں کو انگریزی میں پڑھنا، یا انگریزی وعربی دونوں میں پڑھنا بدعتِ سیئہ اور مکروہِ تحریمی ہے، صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بلادِ عجم کو فتح کیا، وہاں بھی خطبہ عربی ہی میں دیا، جب کہ مخاطَب عربی نہیں جانتے تھے، اور اسلام ابتدائی حالت میں تھا، وقت کا تقاضا بھی تھا کہ سامعین کی زبان میں ہی خطبہ دیا جائے، تاکہ اسلام کی حقانیت اور باطل سے نفرت ان کے ذہن ودماغ میں رَچ بَس جائے، لیکن اِن تمام عوامل کے باوجود صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

=ما في " مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي " : وإذا أمر الخطيب بالصلاة على النبي ﷺ يصلي سرًا إحرازًا للفضيلتين . (مراقي) . وفي حاشيته : قوله : (يصلي سرًا) بحيث يسمع نفسه كذا أفاده القهستاني ، وفي الشرح عن الحسامي : يصلي في نفسه ، وفي الفتح عن أبي يوسف : ينبغي في نفسه ، لأن ذلک مما لا يشغله عن سماع الخطبة ، فكان إحرازًا للفضيلتين ، وهو الصواب . (ص/ ۵۱۹)

ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : وما يفعله المؤذنون حال الخطبة من الصلاة على النبي ﷺ والترضي عن الصحابة والدعاء للسلطان بالنصر ينبغي أن يكون مكروها اتفاقا . (ص/ ۵۱۴ ، باب الجمعة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : إذا صعد الإمام المنبر للخطبة يجب على الحاضرين أن لا يشتغلوا عندئذ بصلاة ولا كلام إلى أن يفرغ من الخطبة ، فإذا بدأ الخطيب بالخطبة تأكد وجوب ذلک أكثر . قال في تنوير الأبصار : كل ما حرم في الصلاة حرم في الخطبة ، وسواء أكان الجالس في المسجد يسمع الخطبة أم لا . (۲۷/ ۲۰۴، صلاة الجمعة ، الإنصات للخطبة) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۴۴۲۷، فتاویٰ رحیمیہ: ۶/ ۱۴۸، باب الجمعۃ والعیدین)

نے خطبہ عربی ہی میں دیا، لہٰذا خطبہ خالص عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں دینا گناہ سے خالی نہیں، اور سنتِ متوارثہ کے خلاف ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية " : لا شك في أن الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من النبي ﷺ والصحابة ؛ فيكون مكروها تحريما .

(۱/۲۰۰، مكتبه سعيد ، رقم الحاشية : ۲، كتاب الصلاة ، باب الجمعة)

ما في " بدائع الصنائع " : ويكره للخطيب أن يتكلم في حالة الخطبة ..... إلا إذا كان الكلام أمرا بالمعروف فلا يكره . (۱/۲۶۵، دار الكتاب العربي بيروت ، و۲/۲۰۲، ۲۰۳، كتاب الصلاة ، فصل في بيان شرائط الجمعة ، دار الكتب العلمية بيروت ، كذا في الفتاوى الهندية : ۱/۱۴۷ ، كتاب الصلاة ، الباب السادس في صلاة الجمعة ، مكتبه زكريا وكوئٹه)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وقال الكمال : يحرم الكلام وإن كان أمرا بمعروف أو تسبيحا. (۱۹/۱۸۴، خطبة ، مكروهاتها ، فتح القدير:۲/۶۶، كتاب الصلاة ، باب صلاة الجمعة ، بيروت ، الفتاوى الهندية : ۱/۱۴۷)

ما في " آكام النفائس في أداء الأذكار بلسان الفارس " : الخطبة بالفارسيّة التي أحدثوها واعتقدوا حسنها ليس الباعث إليها إلا عدم فهم العجم اللغة العربية ، وهذا الباعث قد كان موجودا في عصر خير البرية وإن كانت في اشتباه ، فلا اشتباه في عصر الصحابة والتابعين ومن تبعهم من الأئمة المجتهدين حيث فُتحت الأمصار الشاسعة والديار الواسعة وأسلم أكثر الحبش والروم والعجم وغيرهم من الأعجام وحضروا مجالس الجمع والأعياد وغيرها من شعائر الإسلام وقد كان أكثرهم لا يعرفون اللغة العربية ومع ذلك لم يخطب لهم أحد منهم بغير العربية ، ولما ثبت وجود الباعث في تلك الأزمنة وفقدان المانع والتكاسل ونحوه معلوم بالقواعد المبرهنة لم يبق إلا الكراهة التي هي أدنى درجات الضلالة .

(مجموعة رسائل اللكنوي : ۴/۴۷)

وفيه أيضًا : الكراهة إنما هي لمخالفة السنة ؛ لأن النبي ﷺ وأصحابه قد خطبوا دائما بالعربية ولم ينقل عن أحد منهم أنهم خطبوا خطبة ولو خطبة غير الجمعة بغير العربية .=

پنج وقتہ نماز نہ پڑھنے والے کی نمازِ جمعہ

مسئلہ(۸۲): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جو شخص پنج وقتہ نماز نہیں پڑھتا، صرف جمعہ کے دن- جمعہ کی نماز پڑھتا ہے، اُس کی نمازِ جمعہ نہیں ہوتی، اُن کی یہ بات غلط ہے، صحیح بات یہ ہے کہ- شخصِ مذکور کی نمازِ جمعہ ہوجائے گی، البتہ پورے ہفتہ نماز ترک کرنے کی وجہ سے وہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہوا(۱)، اس کو چاہیے کہ روزانہ پانچوں وقت کی نماز بھی پابندی سے ادا کرے(۲)، اور چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا کرلے۔(۳)

=(۴/۴۴)

وفيه أيضًا : الخطبة بالفارسية وغيرها من اللغات الغير العربية بدعة ، وكل بدعة ضلالة ، والضلالة أدنى درجاتها الكراهة ، فلا يخلو الخطبة بغير العربية عن الكراهة ، ووجه كونه بدعة أنه لم يكن في القرون الثلاثة . اهـ . (۴/۴۴)

ما في " فتاوى محموديه " : السنة المتوارثة في خطبة الجمعة هي أن تكون بالعربية والخطبة بغير العربية سواء كانت مترجمة بالهندية أو بالفارسية أو بيغرهما لكونهما خلاف السنة بدعة مكروهة . اهـ . (۸/۲۳۵، كراچي) (فقہی مقالات:۳/۱۳۱،خلاصۂ کلام)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فخلف من بعدهم خلفٌ اَضاعوا الصلوةَ واتّبعوا الشهوٰتِ فسوف يلقون غيًّا﴾ . (سورة مريم : ۵۹)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قوله تعالى : ﴿واضاعوا الصلوة﴾ ...... وقال محمد بن كعب : " أضاعوا بتركها " . (۳/۲۸۴، سورة مريم)

ما في " التفسير المظهري " : (أضاعوا أي تركوا (الصلاة) المفروضة . (۶/۲۹، سورة مريم، تفسير النسفي [مدارک التنزيل وحقائق التأويل] : ۲/۳۴۲)

ما في " روح المعاني " : وأخرج ابن أبي حاتم عن محمد بن كعب القرظي أن إضاعتها=

....

= ترکھا . (۹/۱۵۹، سورة مريم، الآية/۵۹)
ما في " صحيح مسلم " : وعن جابر رضي الله عنه قال : سمعت النبي ﷺ يقول : " إن بين الرجل وبين الشرك والكفر تركَ الصلاة " . (۲/۱۴۶، الرقم: ۸۲/۲۴۲-۱۳۴، كتاب الإيمان، باب ما جاء في ترك الصلاة، احياء التراث، موسوعة الفقه الإسلامي للتويجري :۴/۵۵۵، كتاب الكبائر، كبائر العبادات، ترك الصلاة)
ما في " موسوعة الفقه الإسلامي " : ومن يصلي أحيانا ويتركها أحيانا فليس بكافر، لكنه فاسق ومرتكب إثما عظيما، وجان على نفسه جناية كبيرة، وعاص لله ورسوله ﷺ، ومن يعص الله ورسوله ويتعد حدوده يدخله نارًا خالدًا فيها وله عذاب مهين . [النساء : ۱۴] .
(۲/۴۱۷، حكم الصلوات الخمس، الآثار المترتبة على جاحد الصلاة أو تاركها، الموسوعة الفقهية :۲۷/۵۳، صلاة، حكم تارك الصلاة)
(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿حٰفظوا على الصلوٰت والصلوة الوُسطٰى وقوموا للّٰه قٰنتين﴾ . (سورة البقرة :۲۳۸) . ﴿اِنّ الصلوةَ كانت على المؤمنين كتٰباً موقوتًا﴾ .
(سورة النساء :۱۰۳)
ما في " صحيح البخاري " : قال ابن حزم وأنس بن مالك : قال النبي ﷺ : " ففرض الله عز وجل على أمتي خمسين صلاة، فرجعت بذلك حتى مررت على موسى، فقال : ما فرض الله لك على أمتك ؟ قلتُ : فرض خمسين صلاة، قال : فارجع إلى ربك فإن أمتك لا تطيق ذلك .... فراجعته فقال : هي خمسٌ، وهي خمسون، لا يبدّل القول لديّ " . الحديث . (۱/۵۱، كتاب الصلاة، باب كيف فرضت الصلاة ؟ الرقم : ۳۴۹، قديمي، صحيح مسلم : ۱/۱۰۲، الرقم :۴۳۳، دار الجيل و دار الآفاق الجديد بيروت)
وفيه أيضًا : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " بُني الإسلام على خمسٍ : شهادة أن لا إله إلا الله، وأن محمدا رسول الله، وإقام الصلاة، وإيتاء الزكاة، والحج، وصوم رمضان".
(۱/۶، كتاب الإيمان، الرقم : ۸، صحيح مسلم : ۱/۳۲، كتاب الإيمان)
وفيه أيضًا : عن ابن عباس، أن النبي ﷺ بعث مُعاذًا رضي الله عنه إلى اليمن فقال : " اُدعهم إلى شهادة أن لا إله إلا الله وأني رسول الله، فإن هم أطاعوا لذلك فأعلمهم أن الله =

ہوٹل کھلی رکھنے کے لیے باری باری نمازِ جمعہ ادا کرنا

مسئلہ (۸۳): شہروں میں بعض دکاندار یا ہوٹل والے جمعہ کے دن، اذانِ اول کے بعد بھی اپنی دکان یا ہوٹل کھلی رکھتے ہیں، اور اس دکان یا ہوٹل میں جتنے کام کرنے والے ہوتے ہیں، اُن میں سے ہر ایک الگ الگ مسجد میں نمازِ جمعہ ادا کرتا ہے، اِس طرح کرنے سے اُن کے کام میں کوئی حرج وخلل واقع نہیں ہوتا، اور ہر ایک کی نمازِ جمعہ بھی ادا ہو جاتی ہے، لیکن چوں کہ نمازِ جمعہ کی اذانِ اول کے بعد خرید وفروخت کرنا شرعاً ناجائز ہے، اور اُسی وقت سعی الی الجمعہ واجب ہے، جب کہ مذکورہ صورت میں جب دکان یا ہوٹل کھلی رہے گی، تو خرید وفروخت

=قد افترض عليهم خمس صلواتٍ في كل يومٍ وليلةٍ ". (۱/۱۸۷، كتاب الزكاة، باب وجوب الزكاة، الرقم: ۱۳۹۵، صحيح مسلم: ۱/۳۶، كتاب الإيمان)

ما في " موسوعة الفقه الإسلامي للتويجري ": الصلوات التي أمر الله ورسوله بها نوعان: الأول: الصلوات المفروضة، وهي الصلوات التي أوجب الله على العبد فعلها، وهي الصلوات الخمس والجمعة. (۲/۴۰۸، الصلاة، أقسام الصلوات، باب الصلوات الخمس)

وفيه أيضًا: الصلوات التي فرضها الله عز وجل في اليوم والليلة على كل مسلم ومسلمة خمس صلوات، وهي: الفجر، والظهر، والعصر، والمغرب، والعشا.

(۲/۴۱۱، عدد الصلوات المفروضة)

(۳) ما في " الموسوعة الفقهية ": العبادات المحدد بوقت تفوت بخروج الوقت المحدد لها من غير أداء، وتتعلق بالذمة إلى أن تقضى. والفقهاء متفقون على وجوب قضاء الفوائت المتعلقة بالذمة في الجملة .... وجاء في الفتاوى الهندية: والقضاء فرض في الفرض، وواجب في الواجب، وسنة في السنة. (۳۴/۲۴، ۲۵، قضاء الفوائت، الحكم التكليفي)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۲۶۷۵۵)

بھی ہوتی رہے گی، جس سے ترکِ سعی الی الجمعہ لازم آئے گا، اِس لیے یہ صورت ترک کردینی چاہیے، ورنہ کیا خبر کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی وجہ سے گرفت ہوجائے۔ (۱)

نوٹ: فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ- جب متعدد اذانیں سنی جائیں، تو ان میں سے پہلی اذان کا جواب دیا جائے، خواہ وہ اذان مسجد محلّہ کی ہو یا غیر محلّہ کی، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سعی الی الجمعہ کا وجوب اور بیع کی کراہت بھی شہر کی اذانِ اول پر ہو، خواہ یہ اذان مسجد محلّہ میں ہو یا غیر محلّہ میں۔ (اہم مسائل: ۵/۱۳۳، مسئلہ نمبر: ۸۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يايها الذين آمنوا إذا نودي للصلوة من يوم الجمعة فاسعوا إلى ذكر الله وذروا البيع﴾ . (سورة الجمعة : ۹)

ما في " التفسير المظهري " : (وذروا البيع) أراد ترک ما يشغل عن الصلوة والخطبة وإنما خصّ البيع بالذكر لاشتغالهم غالبا بعد الزوال في الأسواق بالبيع والشراء . اهـ .

(۹/۲۷۶ ، ط : زکریا بکڈپو دیوبند)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (ووجب سعي إليها وترک البيع بالأذان الأول) ولو مع السعي . وفي الشامية : قوله : (وترک البيع) أراد به كل عمل ينافي السعي وخصّه اتباعًا للآية . نهر . (۳/۳۵ ، مطلب في حكم المرقي بين يدي الخطيب)

ما في " بيان القرآن " (إذا نودي للصلوة) نودي سے مراد قرآن میں وہ اذان ہے جو نزولِ آیت کے وقت تھی، یعنی جو امام کے سامنے ہوتی ہے، کیوں کہ یہ اذانِ اول صحابہ کے اجماع سے بعد میں مقرر ہوئی ہے، لیکن حرمتِ بیع میں حکم اُس کا بھی مثل حکم اذانِ قدیم کے ہے، کیوں کہ اشتراکِ علت سے حکم میں اشتراک ہوتا ہے، البتہ قدیم میں یہ حکم منصوص وقطعی ہوگا، اور اذانِ حادث میں یہ حکم مجتہد فیہ وظنی ہوگا، اس سے تمام اشکالاتِ علمیہ مرتفع ہوگئے۔ (۳/۵۴۷، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، پاکستان)

ما في " تفسيرات احمديه " : قوله تعالى : ﴿وذروا البيع﴾ کا معنی یہ ہے کہ ہر وہ شغل جو اللہ تعالیٰ=

....

=کے ذکر سے روکے چھوڑ دینا چاہیے۔ (ص/ ۸۰۵، حصہ دوم، ط: المیزان اردو بازار لاہور)
(احسن الفتاوی: ۴/ ۱۵۰، ۱۵۱، اہم مسائل: ۶/ ۹۰، مسئلہ نمبر: ۵۲، ایڈیشن ثانی)

ما في " الهداية " : وإذا أذن المؤذنون الأذان الأول ترك الناس البيع والشراء وتوجهوا إلى الجمعة . (۱/ ۱۷۱ ، كتاب الصلاة ، باب صلاة الجمعة)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : ووجب سعي إليها وترك البيع بالأذان الأول في الأصح ، وإن لم يكن في زمن الرسول بل في زمن عثمان ، وأفاد في البحر صحة إطلاق الحرمة على المكروه تحريمًا . تنوير وشرحه . وفي الشامية : قال ابن عابدين الشامي رحمه الله تعالى : والأصح أنه الأول باعتبار الوقت ، وهو الذي يكون على المنارة بعد الزوال .... وأشار إلى الاعتذار عن صاحب الهداية حيث أطلق الحرمة على البيع وقت الأذان مع أنه مكروه تحريمًا ، وبه اندفع ما في غاية البيان حيث اعترض على الهداية بأن البيع جائز لكنه يكره كما صرّح به في شرح الطحاوي ، لأن النهي لمعنى في غيره لا يعدم المشروعية .
(۳۵/۳ ، ۳۶ ، كتاب الصلاة ، باب الجمعة ، مطلب في حكم المرقى بين الخطيب)

ما في " الاختيار لتعليل المختار " : فالثاني : هو المعتبر في وجوب السعي وترك البيع ، وقيل : الأصح أنه الأول إذا وقع بعد الزوال لإطلاق قوله تعالى : ﴿إذا نودي للصلوة من يوم الجمعة﴾ . (۱/ ۱۲۷ ، باب صلاة الجمعة ، الفتاوى الهندية: ۱/ ۱۴۹ ، الباب السادس عشر في صلاة الجمعة)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : وذكر شمس الأئمة الحلواني وشمس الأئمة السرخسي : أن الصحيح المعتبر هو الأذان الأول بعد دخول الوقت . (۱/ ۵۵۴ ، الفصل الخامس والعشرون في صلاة الجمعة ، نوع آخر من هذا الفصل في المتفرّقات)

ما في " الموسوعة الفقهية " : والقول الأصح والمختار عند الحنفية ، وهو اختيار شمس الأئمة أن المنهى عنه هو البيع عند الأذان الأول الذي على المنارة ، وهو الذي يجب السعي عنده ، وهو الذي رواه الحسن عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى إذا وقع بعد الزوال .
(۹/ ۲۲۴ ، بيع منهي عنه ، البيع عند أذان الجمعة) (فتاویٰ دار العلوم ، رقم الفتویٰ : ۴۳۱۱۲، اہم مسائل: ۶/ ۹۱، ۹۲، مسئلہ نمبر: ۵۳، ایڈیشن ثانی) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۷۹۳۰)

باب صلوة المسافر

تاجر حضرات قصر کریں گے یا اِتمام؟

مسئله (۸۴): بعض تاجر حضرات اپنے وطن سے اَسّی نوے کلو میٹر دُور تجارت کی غرض سے، جگہ لے کر کاروبار کرتے ہیں، اور ہر مہینے- ہفتہ دَس دن وہاں قیام بھی کرتے ہیں، تو چوں کہ وہاں اُن کا مستقل رِہائش کا اِرادہ نہیں ہوتا، اس لیے وہ اُن کا وطنِ اصلی نہ ہوگا، اور وہ لوگ وہاں مسافر ہی رہیں گے، اور چار رکعت والی نمازوں میں قصر کریں گے، بہ شرطیکہ وہاں پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت نہ ہو، اور اگر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرلیں، تو پھر اِتمام کرنا ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : الوطن الأصلي : هو المكان الذي يستقر فيه الإنسان بأهله سواء أكان موطن ولادته أم بلدة أخرى اتخذها دارًا وتوطن بها مع أهله وولده ولا يقصد الارتحال عنها بل التعيش منها .... وطن السكنى : هو المكان الذي يقصد الإنسان المقام به أقل من المدة القاطعة للسفر وشرطه : نية عدم الإقامة المدة القاطعة للسفر، ولذلک يعتبر مسافرا بهذه النية وإن طال مقامه ، لما روي أن النبي ﷺ أقام بتبوک عشرين ليلة يقصر الصلاة . (۲۶۶/۲۷ - ۲۶۸، صلاة المسافر ، وطن السكنى)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (من خرج من عمارة موضع إقامته ... قاصدا ... مسيرة ثلاثة أيام ولياليها ....بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة ..... صلى الفرض الرباعي ركعتين) وجوباً لقول ابن عباس : إن الله فرض على لسان نبيكم صلاة المقيم أربعًا والمسافر ركعتين ..... (حتى يدخل موضع مقامه ... أو ينوي ... إقامة نصف شهر ....=

گھر داماد سُسرال میں قصر کرے یا اتمام؟

مسئلہ (۸۵): اگر کوئی شخص گھر داماد ہے، یعنی بوقتِ نکاح یہ شرط کردی گئی کہ لڑکی ہمیشہ اپنے میکے میں ہی رہے گی، رخصت ہوکر سُسرال نہیں جائے گی، تو داماد سُسرال پہنچ کر نماز پوری پڑھے گا، اس لیے کہ وہ اس کے لیے وطنِ اصلی ہوگیا، اگرچہ مسافتِ شرعی طے کر کے آئے اور پندرہ روز سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہو۔ اور اگر یہ شرط نہیں لگائی گئی، تو اس سلسلے میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ: سُسرال وطنِ اصلی ہوگا یا نہیں؟ علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں دو قول نقل کیے ہیں، ایک تو یہ کہ سُسرال شوہر کے لیے وطنِ اصلی کے حکم میں نہیں ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ سُسرال مطلقاً وطنِ اصلی کے حکم میں ہے، خواہ بیوی سُسرال میں ہو یا میکے میں، اور خواہ شوہر نے سُسرال میں رہنے کا فیصلہ کیا ہو یا نہ کیا ہو، علامہ شامی رحمہ اللہ نے اسی دوسرے قول کو اَوجہ قرار دیا ہے [1]، البتہ فتاویٰ قاضی

=فيقصر إن نوى) الإقامة (في أقل منه) أي في نصف شهر . تنوير وشرحه .
(۲/ ۵۹۹– ۶۰۶، باب صلاة المسافر ، بيروت)
ما في " الهداية " : ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يومًا أو أكثر . (۱/ ۱۴۶، باب صلاة المسافر) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۳۹۷۰۶)
وما في " الموسوعة الفقهية " : أما مدة الإقامة المعتبرة : فأقلها خمسة عشر يومًا ؛ لما روي عن ابن عباس وابن عمر رضي الله عنهم أنهما قالا : إذا دخلت بلدة وأنت مسافر وفي عزمک أن تقيم بها خمسة عشر يوما فأكمل الصلاة ، وإن كنت لا تدري متى تظعن فاقصر .
(۲۷/ ۲۸۲، ۲۸۳، نية الإقامة ومدتها المعتبرة)=

خان اور دیگر کتبِ فقہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ شوہر کے لیے سُسرال مطلقاً وطنِ اصلی کے حکم میں نہیں ہے، بلکہ وطنِ اصلی کے حکم میں اس وقت ہوگا جب کہ بیوی وہیں رہتی ہو، یا شوہر نے وہاں مکان بنالیا ہو، جس سے وہاں رہنے کا ارادہ ظاہر ہوتا ہو[۲]، ہمارے علماء اور مفتیانِ کرام نے فتاویٰ قاضی خان کی اسی عبارت کو اختیار کیا ہے، اور اسی پر فتویٰ دیا ہے، غور کرنے سے یہی قول راجح بھی معلوم ہوتا ہے، اور فقہاء نے یہ بھی اصول بیان کیا ہے کہ جس جگہ قصر اور اِتمام میں اشتِباہ ہو، وہاں پر احتیاطاً اِتمام اَولیٰ وافضل ہے[۳]، لہٰذا اس صورت میں بھی سُسرال میں اِتمام اَولیٰ وافضل ہے۔

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " رد المحتار " : قوله : (أو تأهله) أي تزوجه ، قال في شرح المنية : ولو تزوج المسافر ببلد ولم ينو الإقامة به فقيل لا يصير مقيما ، وقيل يصير مقيما ، وهو الأوجه .
(۲/۵۳۵ ، كتاب الصلاة ، مطلب في الوطن الأصلي ووطن الإقامة)

(۲) ما في " فتاوى قاضي خان " : المسافر إذا جاوز عمران مصره .... إن كان ذلك وطنا أصليا بأن كان مولده وسكن فيه أو لم يكن مولده ولكنه تأهل به وجعله دارا يصير مقيما بمجرد العزم إلى الوطن . (۱/۸۰، باب صلوة المسافر)

وما في " رد المحتار " : ولو كان له أهل ببلدتين فأيتهما دخلها صار مقيما ، فإن ماتت زوجته في إحداهما وبقي له فيها دور وعقار قيل لا يبقى له وطنا له ، إذ المعتبر الأهل دون الدار ، كما لو تأهل ببلدة واستقرت سكنا له وليس له فيها دار ، وقيل تبقى . (۲/۵۳۶ ، كتاب الصلاة ، مطلب في الوطن الأصلي ووطن الإقامة) (فتاویٰ امارتِ شرعیہ:۲/۲۶۷،فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۶۱۱)

(۳) ما في " رد المحتار " : لأنه اجتمع في هذه الصلاة ما يوجب الأربع وما يمنع فرجحنا ما يوجب الأربع احتياطا . (۲/۵۲۴، كتاب الصلاة ، باب صلاة المسافر)

مسافر کا قصداً دو کے بجائے چار رکعت پڑھنا

مسئلہ (۸۶): مسافر شخص کے لیے جب کہ وہ مقیم شخص کا مقتدی نہ ہو، ظہر، عصر اور عشا کی نماز دو رکعت پڑھنے کے بجائے قصداً چار رکعت پڑھنا مکروہِ تحریمی اور گناہ کا باعث ہے، جس کا اعادہ ضروری ہے، سجدۂ سہو کافی نہ ہوگا، البتہ اگر بھول کر چار رکعت پڑھ لے، تو اگر دوسری رکعت پر قعدہ کیا ہے، تو سجدۂ سہو کر لینے سے نماز صحیح ہو جائے گی، اور گناہ بھی نہ ہوگا، اور اگر دوسری رکعت پر قعدہ نہ کیا ہو، تو فرض باطل ہو گیا، اور چاروں رکعتیں نفل ہو گئیں، اور فرض کو دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي " : فإذا أتم الرباعية والحال أنه قعد القعود الأول قدر التشهد صحت صلوته لوجود الفرض في محله وهو الجلوس على الركعتين وتصير الأخريان نافلة له مع الكراهة لتأخير الواجب ، وهو السلام عن محله إن كان عامدًا ، فإن كان ساهيًا يسجد للسهو ، وإلا أي وإن لم يكن قد جلس قدر التشهد على رأس الركعتين الأوليين فلا تصح صلوته لتركه فرض الجلوس في محله واختلاط النفل بالفرض قبل كماله . (ص/۴۲۵ ، باب صلاة المسافر)

ما في " الفتاوى الهندية " : وفرض المسافر في الرباعية ركعتان . كذا في الهداية . والقصر واجب عندنا . كذا في الخلاصة . فإن صلى أربعا وقعد في الثانية قدر التشهد أجزأته والأخريان نافلة ويصير مسيئًا لتأخير السلام وإن لم يقعد في الثانية قدرها بطلت . كذا في الهداية . (۱/۱۳۹ ، كتاب الصلاة ، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : (فلو أتم مسافر إن قعد في الأولى تم فرضه وأساء) لو عامدًا لتأخير السلام وترك واجب القصر وواجب تكبيرة افتتاح كنفل وخلط النفل بالفرض ، وهذا لا يحل كما حرره القهستاني بعد أن فسر أساء باثم واستحق النار . (۲/۶۰۹ ،=

مسافر کے لیے تراویح کی نماز

مسئلہ (۸۷): مسافر اگر کسی جگہ ٹھہرا ہوا ہو، اور اس کے پاس اتنا وقت بھی ہو کہ وہ فرضوں کے ساتھ تراویح بھی پڑھ سکتا ہو، تو ایسی صورت میں اسے تراویح کا ترک جائز نہیں، تاہم ! اگر سفر کی کیفیت ایسی ہو کہ سوائے فرض نماز کے تراویح کا وقت نہ ہو، جیسے صرف فرض کے لیے گاڑی تھوڑی دیر کے لیے کھڑی کی گئی، تو ایسی صورت میں تراویح کو ترک کیا جاسکتا ہے، رمضان المبارک میں حضراتِ سفراء جو دینی اِداروں اور فلاحی تنظیموں کے لیے زکوۃ، صدقات اور عطیات وغیرہ کی وصولی کے لیے سفر کرتے ہیں، جن میں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں، جو اپنے آپ کو مسافر قرار دے کر تراویح نہیں پڑھتے، حالاں کہ ان کے پاس وقت وفُرصت ہوتی ہے، ان کا یہ عمل سراسر نادانی اور بڑی سعادت سے محرومی ہے، کہ نیکیوں کے موسم میں بھی تہی دامن رہتے ہیں، اللہ پاک ہدایت وتوفیق عطا فرمائے ! آمین ![1]

= ۶۱۰، کتاب الصلاة ، باب صلاة المسافر ، البحر الرائق : ۲/ ۲۳۰، کتاب الصلاة ، باب صلاة المسافر، النهر الفائق : ۱/ ۲۴۶، باب صلاة المسافر) (فتاویٰ رحیمیہ :۵/۱۷۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير مع الدر والرد " : (ويأتي) المسافر (بالسنن) إن كان (في حال أمن وقرار وإلا) بأن كان في خوف وفرار (لا) يأتي بها ، هو المختار ، لأنه ترك لعذر . تجنيس . قيل : إلا سنة الفجر . (تنوير مع الدر) . وفي الشامية : قوله : (ويأتي المسافر بالسنن) أي الرواتب . قوله : (هو المختار) وقيل : الأفضل الترك ترخيصًا ، وقيل : الفعل تقربا ، وقال الهندواني : الفعل حال النزول ، والترك حال السير ، وقيل : يصلي سنة الفجر خاصة ، وقيل : سنة الفجر أيضًا ، قال في شرح المنية : الأعدل ما قاله الهندواني . قلت : والظاهر أن ما في =

کتاب الجنائز

نمازِ جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑے یا باندھے رکھے؟

مسئلہ (۸۸): نمازِ جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑنے کے سلسلے میں تین قول ہیں:

قبل السلام-؛ یعنی تکبیر کے بعد پہلے ہاتھ چھوڑ دے پھر سلام پھیرے۔

مع السلام-؛ یعنی داہنی طرف سلام پھیرتے وقت داہنا ہاتھ چھوڑ دے، اور بائیں طرف سلام پھیرتے وقت بایاں ہاتھ چھوڑ دے۔

بعد السلام-؛ یعنی دونوں طرف سلام پھیر کر ہاتھ چھوڑ دے۔ (۱)

یہ تینوں قول صحیح ہیں، اِن میں سے کسی پر بھی عمل کرلیا گیا، تو نمازِ جنازہ صحیح ہوگی، البتہ تیسرا قول- یعنی دونوں طرف سلام کے بعد ہاتھ چھوڑ دے- اِسی پر امت کا عمل ہے، اور یہی اکابر کا معمول بھی ہے۔ (۲)

=المتن هو هذا ، وأن المراد بالأمن والقرار النزول ، وبالخوف والفرار السير .

(۲/۶۱۳ ، كتاب الصلاة ، باب صلاة المسافر ، بيروت)

ما في " البحر الرائق " : وقيد بالفرض لأنه لا قصر في الوتر والسنن ، واختلفوا في ترك السنن في السفر ، فقيل : الأفضل هو الترك ترخيصا ، وقيل : الفعل تقربا ، وقال الهندواني : الفعل حال النزول والترك حال السير ، وقيل : يصلي سنة الفجر خاصة ، وقيل : سنة المغرب أيضًا ، وفي التجنيس : والمختار أنه إن كان حال أمن وقرار يأتي بها لأنها شرعت مكملات والمسافر إليه يحتاج ، وإن كان حال خوف لا يأتي بها لانه ترك بعذر . اهـ .

(۲/۲۲۹،۲۳۰ ، كتاب الصلاة ، باب المسافر ، كتاب التجنيس والمزيد: ۲/۱۷۰ ، =

....

....

....

....

....

....

....

....

=۱۷۱، باب في صلاة المسافر ، رقم المسألة :۸۷۰ ، الفتاوى الهندية : ۱/۱۳۹، كتاب الصلاة ، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر ، مراقي الفلاح مع الطحطاوي :ص/۴۲۲، كتاب الصلاة ، باب صلاة المسافر) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۳۹۱۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فتاوى محموديه " : ''صلوۃِ جنازہ میں تکبیر رابع کے بعد قبل السلام بھی ہاتھ چھوڑنا درست ہے، مع السلام بھی اور بعد السلام بھی، تینوں طرح کی گنجائش ہے۔'' فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

وفيه أيضًا : ''فتاویٰ سعدیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تینوں طرح عمل درست ہے۔'' الخ۔

(۱۳/۱۰۲-۱۰۴،صلوۃِ جنازہ میں تکبیرِ رابع کے بعد ہاتھ کب چھوڑے؟ طبع میرٹھ)

(۲) ما في " خلاصة الفتاوى " : ولا يعقد بعد تكبير الرابع لأنه لا يبقى ذكر مسنون حتى يعقد ، فالصحيح أنه يحلّ اليدين ثم يسلم تسليمتين ، هكذا في الذخيرة . (۱/۲۲۵ ، الفصل الخامس والعشرون في الجنائز ، نوع منه ، إذا اجتمعت الجنائز ، مكتبه رشيديه كوئٹه)

(امداد الفتاویٰ :۱/۵۸۲، باب الجنائز، مکتبہ دار العلوم کراچی، امداد الاحکام :۲/۴۴۲، کتاب الجنائز، مطبوعہ زکریا، السعایہ فی کشف مافی شرح الوقایہ:۲/۱۵۹، باب صفۃ الصلاۃ، بیان ارسال الدین الخ ،مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، احسن الفتاویٰ:۴/۲۳۷، ۲۳۸، باب الجنائز، مطبوعہ دار الاشاعت دیوبند، وفتاویٰ محمدیہ بحوالہ احسن الفتاویٰ: مؤلفہ مولانا احمد سندھی، فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۵/۳۱۳، ۳۱۴، مسائل نمازِ جنازہ، فتاویٰ رحیمیہ :۷/ ۳۸، کتاب الجنائز، نمازِ جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ باندھے یا چھوڑے؟ فتاویٰ محمودیہ:۱۳/۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، نمازِ جنازہ، میرٹھ، حاشیہ فتاویٰ محمودیہ میرٹھ:۱۳/۱۰۴، ۱۰۵، سوال:۶۳۵۴)

قبرستان میں برادری کے لیے جگہ کو خاص کر لینا

مسئلہ (۸۹): بعض علاقوں میں یہ دستور ہے کہ کسی خاص برادری والے، اپنی برادری والوں کی قبروں کے لیے، قبرستان میں کچھ جگہ کو خاص کر لیتے ہیں، تو اگر یہ قبرستان موقوفہ ہے، تو اس میں ایسا کرنا شرعاً جائز نہیں ہے [۱]، خواہ قبرستان میں کافی جگہ ہو، گاؤں کی آبادی کم ہو، اور کسی کو شکایت بھی نہ ہو، اور اگر قبرستان وقف نہ ہو، بلکہ کسی کی مملوکہ زمین ہو، تو اس میں اِس کی گنجائش ہے۔ [۲]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " التنویر مع الدر والرد " : (فإذا تم ولزم لا یملک ولا یملّک ولا یعار ولا یرهن) . التنویر مع الدر . وفي الشامیة : قوله : (لا یملک) أي لا یکون مملوکا لصاحبه ولا یملک : أي لا یقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه لاستحالة تملیک الخارج عن ملکه .

(۶/ ۵۳۹، کتاب الوقف ، مطلب مهم فرّق أبو یوسف بین قوله موقوفة الخ)

ما في " رد المحتار " : مراعاة غرض الواقفین واجبة .

(۶/ ۶۶۵، کتاب الوقف ، مطلب مراعاة غرض الواقفین واجبة الخ)

(۲) ما في " تفسیر البیضاوي " : المالک هو المتصرف في الأعیان المملوکة کیف شاء .

(ص/۷، سورة الفاتحة ، شرح المجلة :ص/۶۵۴، المادة : ۱۱۹۲)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۵۱۷۹۸)

ایڈز یا سوائن فلو (Swine Flu) کے مریض میت کو تیمّم کرانا

مسئلہ (۹۰): اگر کسی وجہ سے میت کو غسل دینا ممکن نہ ہو، یا جسم بہت پھول پھٹ گیا ہو، یا ایڈز یا سوائن فلو (Swine Flu) کا مریض ہو، اور طبی ماہرین کے قول کے مطابق غسل دینے کی وجہ سے جراثیم پھیل سکتے ہوں، تو مُردے کو تیمّم کرایا جائے گا، اور شرعی طور پر کفنا کر، اور نمازِ جنازہ ادا کرکے اُسے دفن کیا جائے گا۔[1]

تعزیت کا صحیح طریقہ

مسئلہ (۹۱): کسی کے انتقال پر اس کے پسماندگان و متعلقین کو تسلی دینا تعزیت کہلاتا ہے[2]، شریعت نے تعزیت کی مدت تین دن مقرر فرمائی ہے، مقامی لوگوں کے لیے اس کے بعد تعزیت کے لیے جانا جائز نہیں، البتہ باہر سے آنے والوں کو تین دن کے بعد بھی تعزیت جائز ہے۔[3] ......تعزیت کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ میت کے متعلقین و پسماندگان سے یوں کہا جائے کہ:

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : الحالات التي ييمم فيها الميت : ييم الميت في الحالات الآتية : .... إذا تعذّر غسله لفقد ماء حقيقة أو حكما كتقطع الجسد بالماء أو تسلخه من صبه عليه . (۱۳/۵۵، ۵٦، تغسيل الميت)

ما في " بدائع الصنائع " : ولأن ترک الغسل لو کان للتعذّر لأمر أن ييمموا ؛ کما لو تعذّر غسل الميت في زماننا لعدم الماء . (۲/۳٦۸ ، کتاب الصلاة ، فصل في حکم الشهادة في الدنيا ، بيروت ، أحکام مرض الإيدز في الفقه الإسلامي : ۱/۲۱۷، غسل المريض وتکفينه والصلاة عليه ، د/ راشد بن مفرح الشهري ، مکتبة المُزيني) (کتاب الفتاویٰ:۳/۱۵۳)=

بھائی جو ہونا تھا وہ تو ہوگیا، اب رونے دھونے سے مرحوم زندہ تو نہیں ہو گے، اور نہ رونے دھونے سے ان کو کوئی فائدہ ہوگا، تم ایسا کام کرو، جس سے ان کو بھی نفع ہو، اور تم کو بھی، وہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کرو، نفلیں پڑھو، صدقہ خیرات کرو، اور اس کا ثواب میت کو پہنچاؤ، اللہ ہی کا ہے جو اس نے دیا، اور اسی کا ہے جو اس نے لیا، اور کچھ دن میں ہم بھی وہاں پہنچ کر اُن سے مل لیں گے۔(۱)

آج کل لوگ اسلامی طریقے کو چھوڑ کر میت کے گھر جا کر خود بھی روتے ہیں، اور اہلِ میت کو بھی رُلاتے ہیں، اور یہ کہہ کر اہلِ میت کے غم وصدمے کو بڑھاتے ہیں، کہ یہ خبر سُن کر جب ہمیں اس پر اتنا غم وصدمہ ہوا، تو تمہارے دل پر کیا گزر رہی ہوگی، اس طرح کہنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

الحجة على ما قلنا :

=(۲) ما في " جامع الترمذي " : عن عبد الله عن النبي ﷺ قال : " من عزَّى مُصابًا فله مثلُ أجره " . (۲/۱۶۴، رقم :۱۰۷۳، كتاب الجنائز ، باب ما جاء في أجر من عزّى مصابًا)

ما في " الموسوعة الفقهية " : التعزية لغة – مصدر عزّى ؛ إذا صبّر المصابَ وواساه ولا يخرج المعنى الاصطلاحي عن المعنى اللغوي ، وقال الشربيني : هي الأمر بالصبر والحمل عليه بوعد الأجر ، والتحذير من الوِزر والدعاء للميت بالمغفرة وللمصاب بجبر المصيبة .... لا خلاف بين الفقهاء في استحباب التعزية لمن أصابته مصيبة ، والأصل في مشروعيتها خبر " من عزّى مصابا فله مثل أجره " . (۱۲/۲۸۷ ، تعزية ، الحكم التكليفي)

ما في " رد المحتار " : قوله : (وبتعزية أهله) أي تصبيرهم والدعاء لهم به . قال في القاموس : العزاء ؛ الصبر أو حسنه . (۳/۱۴۷، باب صلاة الجنازة ، قبيل مطلب في الثواب على المصيبة ، ط : بيروت) (فتاویٰ محمودیہ:۹/۲۵۶،ط:کراچی)

(۳) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وبالجلوس لها في غير مسجد ثلاثة أيام=

....

= وأولها أفضل وتكره بعدها إلا لغائب .

(۳/ ۱۴۹ ، باب صلاة الجنازة ، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت)

ما في " الموسوعة الفقهية " : جمهور الفقهاء : على أن مدة التعزية ثلاثة أيام ، واستدلوا لذلک بإذن الشارع في الإحداد في الثلاث فقط ، بقوله ﷺ : " لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تحد على ميت فوق ثلاث ، إلا على الزوج أربعة أشهر وعشرًا "خ وتكره بعدها .... إلا إذا كان أحدهما (المعزي أو المعزى) غائبًا ، فلم يحضر إلا بعد الثلاثة فإنه يعزيه بعد الثلاثة . (۲/ ۲۸۸، تعزية ، مدة التعزية ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۱۶۷ ، كتاب الصلاة، الفصل السادس في القبر الخ ، ومما يتصل بذلک مسائل التعزية الخ)

(۱) ما في " المستدرک للحاكم " : عن محمود بن لبيد عن معاذ بن جبل أنه مات له ابن فكتب إليه رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يعزيه عليه : بسم الله الرحمن الرحيم ؛ من محمد رسول الله إلى معاذ بن جبل – سلام عليک فإني أحمد الله إليک الذي لا إله إلا هو أما بعد ! فأعظم الله لک الأجر ، وألهمک الصبر ، ورزقنا وإياک الشكر ، فإن أنفسنا وأموالنا وأهلينا وأولادنا من مواهب الله عزّ وجلّ الهنيئة وعواريه المستودعة متعک به في غبطة وسرور وقبضة منک بأجر كبير الصلاة والرحمة والهدى إن احتسبته فاصبر ولا يحبط جزعک أجرک فتندم ، واعلم أن الجزع لا يرد شيئًا ولا يدفع حزنا ، وما هو نازل فكأن قد – والسلام . (۳/ ۲۷۳، كتاب معرفة الصحابة ، وفاة ابن معاذ وتعزية النبي عليه ، ذكر مناقب أحد الفقهاء الستة من الصحابة معاذ بن جبل ، دار الكتاب العربي بيروت ، المعجم الأوسط للطبراني : ۱/ ۳۷ ، رقم الحديث : ۸۳ ، بيروت ، المعجم الكبير للطبراني : ۲۰/ ۱۵۵ ، ۱۵۶ ، رقم : ۳۲۴ ، احياء التراث العربي ، مرقاة المفاتيح : ۴/ ۱۷۸ – ۱۷۹ ، تحت رقم : ۱۷۲۳ ، كتاب الجنائز ، باب البكاء على الميت ، مكتبه اشرفيه ديوبند ، حصن حصين : ص/ ۱۸۰ ، ۱۸۱ ، المنزل الخامس من ورد يوم الإثنين ، المكتبة الرحيمية بديوبند)

(فتاویٰ دارالعلوم زکریا: ۲/ ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، فتاویٰ رحیمیہ: ۶/ ۳۴۱–۳۴۶، فتاویٰ محمودیہ: ۹/ ۲۵۴، ط: کراچی)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن أسامة بن زيد قال : أرسلت ابنة النبي ﷺ إليه – أن ابنا لي قبض فأتنا ، فأرسل يقرئ السلام ، ويقول : " إن لله ما أخذ ، وله ما أعطى ، وكلٌ عنده=

۹۰/ ہزار مرتبہ کلمہ شریف پڑھنے سے گناہ معاف

مسئلہ (۹۲): بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر انسان سے گناہِ کبیرہ وصغیرہ سرزد ہوں، اوراس کا انتقال ہو جائے، تو نوے (۹۰) ہزار مرتبہ کِلمہ شریف یعنی ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پڑھ کر مرحوم کواُس کا ثواب دیدیں، یا بخش دیں، تو اُس کے سارے گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے، اوراُسے عذابِ دوزخ سے نجات دیتا ہے، اُن کی یہ بات صحیح نہیں ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ اِس عمل سے سارے کے سارے گناہ معاف ہونے اور عذابِ دوزخ سے نجات کی تو کوئی ضمانت نہیں، البتہ کِلمۂ طیبہ یا قرآن شریف پڑھ کر جتنا زیادہ سے زیادہ ثواب، میِّت کو پہنچایا جائے، بہتر ہے۔ (۱)

= بأجل مسمّی ، فلتصْبر ولتحْتسب ''. الحديث .

(۱/ ۵۴۰، ۵۴۱، کتاب الجنائز ، باب البکاء علی المیت ، الفصل الأول ، رقم : ۱۷۲۳)

ما في '' مرقاة المفاتیح '' : وهذا الحدیث أصل في التعزیة ، ولذا قال الجزري في الحصن : فإذا أحدًا یسلم ویقول : إن لله الخ . قال : وکتب ﷺ إلی معاذ یعزیه في ابن له – بسم الله الرحمن الرحیم – من محمد رسول الله إلی معاذ بن جبل : سلام علیکم ، فإني أحمد لله إلیک الذي لا إله إلا هو أما بعد ! فأعظم الله أجرک ، وألهمک الصبر ، ورزقنا وإیاک الشکر ، فإن أنفسنا وأموالنا وأهلینا وأولادنا من مواهب الله عز وجل ، الهینة وعواریه المستودعة متع بها إلی أجل معدود ویقبضها لوقت معلوم ثم افترض علینا الشکر إذا أعطی والصبر إذا ابتلی . الخ . (۴/ ۱۷۸– ۱۷۹، باب البکاء علی المیت ، رقم : ۱۷۲۳)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' القرآن الکریم '' : ﴿فاعلم أنه لا اله الا الله واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات﴾ . (سورة محمد : ۱۹) . ﴿والذین جاء وا من بعدهم یقولون ربنا اغفر لنا=

....

= ولإخواننا الذين سبقونا بالايمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين اٰمنوا ربنا انک رء وف رحيم﴾ . (سورة الحشر : ۱۰) . ﴿رب اغفر لي ولوالدي ولمن دخل بيتي مؤمنا وللمؤمنين والمؤمنات﴾ . (سورة نوح : ۲۸)

ما في " سنن أبي داود " : عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال : " إذا مات الإنسان انقطع عمله إلا من ثلاثة أشياء : من صدقة جارية أو علم ينتفع به ، أو ولد صالح يدعو له " .

(۳۹۸/۲ ، ما جاء في الصدقة عن الميت ، صحيح مسلم : ۴۱/۲ ، كتاب الوصية ، باب وصول ثواب الصدقات إلى الميت ، تكملة فتح الملهم : ۱۰۴/۸ ، الوصية ، باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته ، الرقم : ۴۱۹۹ ، شعب الإيمان للبيهقي : ۲۴۷/۳ ، باب في الزكاة ، فصل في الاختيار في صدقة التطوع ، الرقم : ۳۴۴۷ ، جامع الترمذي : ۲۵۶/۱ ، و۳۶۲/۲ ، الرقم : ۱۳۷۶ ، الأحكام ، باب في الوقف ، سنن النسائي : ۱۱۴/۲ ، و۱۰۹/۴ ، الوصايا ، باب فضل الصدقة عن الميت ، الرقم : ۳۶۷۸)

ما في " البحر الرائق " : الأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوما أو صدقة أو قراء ة قرآن أو ذِكرا أو طوافا أو حجا أو عمرة أو غير ذلک عن أصحابنا بالكتاب والسنة . (۱۰۵/۳ ، كتاب الحج ، باب الحج عن الغير ، الدر المختار مع الشامية : ۱۰/۴ ، ۱۱ ، كتاب الحج ، الباب الخامس ، باب الحج عن الغير ، مطلب في إهداء ثواب الأعمال للغير ، مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي : ص/۶۲۱ ، ۶۲۲ ، كتاب الصلاة ، فصل في زيارة القبور ، الفتاوى الهندية : ۲۵۷/۱ ، كتاب المناسک ، الباب الرابع عشر في الحج عن الغير)

ما في " كتاب شرح الصدور للسيوطي " : أخرج أبو محمد السمرقندي في فضائل : قل هو الله أحد ، عن علي مرفوعا : " من مرّ على المقابر وقرأ : ﴿قل هو الله أحد﴾ إحدى عشرة مرة ثم وهب أجره للأموات أعطي من الأجر بعدد الأموات .

(ص/۲۹۶ ، باب في قراء ة القرآن للميت أو على القبر)

(فتاویٰ عثمانی: ۵۹۰/۱)

احکام المساجد والمدارس

مساجد ومدارس سے متعلق مسائل

مسجد عبادت کی جگہ ہے، سونے کی نہیں!

مسئلہ (۹۳): مسجد عبادتِ خداوندی کی جگہ ہے، سونے کی نہیں، اسی لیے فقہائے کرام نے فرمایا کہ: مسجد میں صرف معتکِف اور مسافر ہی سوسکتا ہے، اِن دو کے علاوہ کسی اور کا مسجد میں سونا مکروہ ہے (۱)، مسجد کے باہری حصے اور صحن میں دوسرے لوگ سونا چاہیں، تو سو سکتے ہیں، بہ شرطیکہ مسجد کی انتظامیہ اس کی اجازت دے، اور یہ مصالحِ مسجد کے خلاف نہ ہو، اس لیے مسجدوں میں یہ اعلان لکھ کر لگانا کہ- ''مسجد میں سونا سخت منع ہے''- صحیح ودرست ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' حلبي كبير '' : فالحاصل أن المساجد بنيت لأعمال الآخرة مما ليس فيه توهم اهانتها وتلويثها مما ينبغي التنظيف منه ولم تبن لأعمال الدنيا ولو لم يكن فيه توهم تلويث وإهانة على ما أشار إليه قوله عليه السلام ، فإن المساجد لم تبن لهذا ، فما كان فيه نوع عبادة وليس فيه اهانة ولا تلويث لا يكره وإلا كره ...... والنوم فيه لغير المعتكف مكروه وقيل لا بأس للغريب أن ينام فيه ، والأولى أن ينوي الاعتكاف ليخرج من الخلاف .

(ص/۶۱۱، ۶۱۲، فصل في أحكام المسجد)

ما في '' الفتاوى الهندية '' : ويكره النوم والأكل فيه لغير المعتكف .... ولا بأس للغريب ولصاحب الدار أن ينام في المسجد في الصحيح من المذهب ، والأحسن أن يتورع فلا ينام . كذا في خزانة الفتاوى . (۳۲۱/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة الخ ، الدر المختار مع الشامية : ۴۳۵/۲ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، =

مسجد کے مینار سادہ بنوائے جائیں

مسئلہ (۹۴): مسجدوں کے مینار علامت کے طور پر بنائے جاتے ہیں، تاکہ مینار کے ذریعے دور سے مسجد کا علم ہوجائے، اور مسافر وغیرہ کو اُس تک پہنچنے میں آسانی ہو، نیز اس سے مسجد کی شان بھی نمایاں ہوجاتی ہے، اور یہ مسجد کے اُس حصے میں بنائے جاتے ہیں، جہاں سے یہ علامت اچھی طرح ظاہر ہو، اور یہ چوں کہ کوئی شرعی چیز نہیں ہے، اس لیے اسے مسجد کے بیت الخلا، وضو خانے کے ستونوں پر، یا مسجد کے گیٹ پر بنانے میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں ہے، لیکن مینار کی تعمیر میں سادگی اور اختصار ملحوظ رکھنا چاہیے، بلا وجہ زیادہ پیسہ خرچ کرنا منع ہے، خاص طور سے وقف کے پیسے میں اس کا زیادہ خیال رکھنا چاہیے۔[1]

=قبيل مطلب في الغرس في المسجد) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۵۴۲۹۳)

(۲) ما في " المقاصد الشرعية للخادمي " : ان الذرائع تعد وسائل إلى المقاصد وحكمها حكم مقاصدها ، من حيث التحريم والوجوب والكراهة والندب والإباحة ، أي أن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبا .

(ص/۴۶ ، المطلب الثامن : صلة الذرائع سدا وفتحا بمقاصد الشريعة)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : ويجوز أن يبني منارة من غلة وقف المسجد إن احتاج إليها ليكون أسمع للجيران وإن كانوا يسمعون الأذان بدون المنارة فلا . كذا في خزانة المفتين .

(۲/۴۶۲ ، كتاب الوقف ، الفصل الثاني في الوقف على المسجد وتصرف القيم وغيره الخ)

ما في " فتاوى قاضي خان " : رجل أوصى بشيء لعمارة المسجد في أي شيء يصرف ذلک المال ؟ قال أبو القاسم رح : يصرف فيما كان من البناء دون التزيين ، قيل له : لا يصرف ذلک المال في المنارة ؟ قال : ذلک من بناء المسجد ، وعن في أبي بكر البلخي رح =

مسجد کے لیے وقف چیزوں کا استعمال

مسئلہ (۹۵): مسجد کا پانی سیڑھی، ڈرم وغیرہ جو مسجد کے لیے وقف ہوں، کسی شخص کے لیے ان کا اپنے ذاتی استعمال میں لانا جائز نہیں، اور نہ ہی متولی ان میں سے کوئی چیز کسی کو ذاتی استعمال کے لیے دے سکتا ہے، کیوں کہ مسجد کا متولی منتظم ہوتا ہے، مالک نہیں ہوتا[۱]، رہا مسئلہ مسجد کی چیز کرایہ پر دینے کا، تو اگر یہ مسجد کے حق میں مفید ہو، اور جن کے چندے سے یہ سامان آیا ہے، اُن کی طرف سے اجازت ہو[۲]، تو انہیں مناسب اور معقول کرایے پر دے سکتے ہیں۔[۳]

=أنه سئل عن الوقف على المسجد أ يجوز لهم أن يبنوا منارة من غلة المسجد ؟ قال : إن كان ذلک من مصلحة المسجد بأن كان أسمع لهم فلا بأس به ، وإن كان بحال سمع الجيران الأذان بغير منارة فلا أرى لهم أن يفعلوا ذلک . (۲۹۷/۴، كتاب الوقف ، باب الرجل يجعل داره مسجدا أو خانا الخ ، المكتبة الحقانية بشاور باكستان)

ما في " الفتاوى البزازية على هامش الهندية " : وله بناء المنارة من مال المسجد لأنه لتعميم الدعاء إلى الصلاة . (۲۶۹/۶ ، كتاب الوقف ، الرابع في المسجد وما يتصل به)

(فتاویٰ محمودیہ:۳۸۳/۲۱،۳۸۴، میرٹھ، و۴۵۴/۱۴، کراچی)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : ولا بأس بنقشه خلا محرابه بجص وماء ذهب ماله لا من مال الوقف ، وضمن متوليه لو فعل . تنوير مع الدر . وفي الشامية : وأما من مال الوقف فلا شک أنه لا يجوز للمتولي فعله مطلقا لعدم الفائدة فيه . (۴۳۱/۲ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، قبيل مطلب في أفضل المساجد) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۵۵۵۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : متولي المسجد ليس له أن يحمل سراج المسجد إلى بيته . (۴۶۲/۲ ، كتاب الوقف ، الباب الحادي عشر في المسجد ، الفصل الثاني في الوقف=

مارکیٹ میں جماعت خانہ

مسئلہ(۹٦): اگر کسی مارکیٹ کے قریب کوئی مسجد نہ ہو، اور لوگ کسی مکان یا دکان کی چھت کو متعین کرکے، اس میں باجماعت نماز پڑھنا شروع کردیں، تو مسجد قریب نہ ہونے کی وجہ سے اس میں جماعت کرلینے سے جماعت کا ثواب تو مل جائے گا(۱)، مگر اس جگہ کی حیثیت مسجد شرعی نہ ہونے کی وجہ سے مسجد کا ثواب نہیں ملے گا۔(۲)

= على المسجد الخ ، البحر الرائق :۵/۴۲۰، كتاب الوقف ، فصل في أحكام المسجد)
ما في " الفتاوى الهندية " : ولا تجوز إعارة الوقف والإسكان فيه . كذا في محيط السرخسي . (۲/۴۲۰ ، كتاب الوقف ، الباب الخامس في ولاية الوقف وتصرف القيم في الأوقاف الخ)
ما في " التنوير مع الدر والرد " : فإذا تم ولزم لا يَملِك ولا يُمَلَّك ولا يعار ولا يرهن .
(٦/۵۳۹ ، الوقف ، مطلب مهم فرّق أبو يوسف بين قوله موقوفة وقوله فموقوفة على فلان)
(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : قولهم : شرط الواقف كنص الشارع : أي في المفهوم والدلالة . (٦/٦۴۹، كتاب الوقف ، مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع)
(۳) ما في " رد المحتار " : وإنما يحل للمتولي الإذن فيما يزيد الوقف به خيرا .
(٦/٦۷۸، كتاب الوقف ، مطلب إنما يحل للمتولي الإذن فيما يزيد الوقف به خيرا)
(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۲۴۲۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " صلوة الجماعة تفضُل صلوة الفذِّ بسبع وعشرين درجة " . متفق عليه .
(ص/۹۵، كتاب الصلاة ، باب الجماعة وفضلها ، الفصل الأول ، الرقم : ۱۰۵۲)
ما في " عمدة القاري " : وقال أبو حنيفة : سها أو نام أو شغله عن الجماعة شغل جمع بأهله في منزله وإن صلى وحده يجوز ، واختلف العلماء في إقامتها في البيت ، والأصح أنها كإقامتها في المسجد . (۵/۲۳٦، كتاب الأذان ، باب وجوب صلاة الجمعة ، =

مسجد کا غیر ضروری سامان دوسری مسجد میں دینا

مسئلہ (۹۷): کسی مسجد کا سامان مثلاً؛ لوٹا، صف (دریاں، چٹائیاں)، پنکھا، سیڑھی وغیرہ اس کی ضرورت سے زائد ہو، نیز اس کی حفاظت کی کوئی صورت نہ ہو، اور ضائع ہونے کا اندیشہ ہو، تو ایسی صورت میں متولی صاحب، یا مسجد کمیٹی کے مشورے سے کسی ایسی مسجد میں، جہاں اُس کی ضرورت ہو، قیمۃً منتقل کر سکتے ہیں۔ (۱)

=تحت الرقم : ۶۴۴)

وما في " عمدة القاري " : وقال الكرماني : المراد بالمساجد مواضع إيقاع الصلاة لا الأبنية الموضوعة للصلاة من المساجد .... فجاء بحديث أبي هريرة إذ فيه إجازة الصلاة في السوق ، وإذا جازت الصلاة في السوق فرادى فكان أولى أن يتخذ فيه مسجد للجماعة . (۴/۳۷۷ ، كتاب الصلاة ، باب الصلاة في مسجد السوق)

(۲) ما في " رد المحتار " : وإن صلى أحد في البيت بالجماعة لم ينالوا فضل جماعة المسجد . (۲/۴۹۵، باب الوتر والنوافل ، مبحث صلاة التراويح)

ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : لو صلى في بيته بزوجته أو جاريته أو ولده فقد أتى بفضيلة الجماعة . اهـ . كذا في الشرح ، ولكن فضيلة المسجد أتم . (ص/۲۸۷، كتاب الصلاة ، باب الإمامة) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۰۴۷۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فتح القدير " : أما فيما اشتراه المتولي من مستغلات الوقف فإنه يجوز بيعه بلا هذا الشرط ، وهذا لأن في صيرورته وقفا خلافا ، والمختار أنه لا يكون وقفا فللقيم أن يبيعه متى شاء لمصلحة عرضت . (۶/۲۰۸، كتاب الوقف)

ما في " رد المحتار " : وفي فتاوى النسفي : سئل شيخ الإسلام عن أهل قرية رحلوا وتداعى مسجدها إلى الخراب ، وبعض المتغلبة يستولون على خشبه ، وينقلونه إلى دورهم هل لواحد لأهل المحلة أن يبيع الخشب بأمر القاضي ، ويمسک الثمن ليصرفه إلى بعض =

طعامِ تعاوُن میں زائد بِل وصول کرنا

مسئلہ (۹۸): بعض جگہوں پر کسی ادارہ، مسجد کمیٹی وغیرہ میں ایسا ہوتا ہے کہ جب پیسے کی ضرورت پڑتی ہے، اور اَخراجات بڑھ جاتے ہیں، تو لوگوں کو عام دعوتِ طعام پیش کی جاتی ہے، اور دعوت میں شریک ہونے والوں سے کھانے کے بِل سے زائد رقم وصول کی جاتی ہے، پھر دعوت کے اَخراجات میں سے جو رقم بچ جائے، وہ اس ادارے کے اخراجات میں لگائی جاتی ہے، تو اس طرح کی دعوتِ طعام ادارے والوں کی طرف سے اصلاً ایک تبرُّ ع ہے، جس میں زائد رقم کی شرط بغیر کسی جبر کے لگائی جاتی ہے، جس کو شرط منظور نہ ہو، تو اس کو عدمِ شرکت کا اختیار ہوتا ہے، لہٰذا یہ معاملہ تبرعِ مشروط کے حکم میں داخل ہو کر جائز و درست ہے۔ (۱)

=المساجد أو إلی هذا المسجد ؟ قال : نعم . (۶/۵۵۰ ، کتاب الوقف ، مطلب في نقل انقاض المسجد ونحوه) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۱۱۵۹)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " صحیح البخاري " : عن البراء قال : اشتری أبو بکر من عازب رجلا بثلاثة عشر درهما فقال أبو بکر لعازب : مر البراء فلیحمل إلی رحلي فقال عازب : لا ، حتی تحدثنا کیف صنعت أنت ورسول الله ﷺ حین خرجتما من مکة والمشرکون یطلبونکم قال : ارتحلنا من مکة " الخ . الحدیث . (۱/۵۱۵، باب مناقب المهاجرین)

ما في " الصحیح لمسلم " : عن أنس أن جارا لرسول الله ﷺ فارسیا کان طیب المرق فصنع لرسول الله ﷺ ثم جاء یدعوه فقال : وهذه لعائشة ؟ فقال : لا ، فقال رسول الله ﷺ : لا ، فعاد یدعوه ، فقال رسول الله ﷺ : وهذه ؟ قال : لا ، قال رسول الله ﷺ : لا ، ثم عاد یدعوه ، فقال رسول الله ﷺ : وهذه ؟ قال : نعم ، في الثالثة ، فقاما یتدافعان حتی أتیا منزله " . (۲/۱۷۶)=

کتاب الزکوۃ والصدقۃ

زکوۃ وصدقہ سے متعلق مسائل

صدقۂ نافلہ اور صدقۂ واجبہ

مسئلہ(۹۹): ثواب کی نیت سے راہِ خدا میں کوئی چیز خرچ کرنے کو صدقہ اور خیرات کہا جاتا ہے، پھر صدقہ کی دو قسمیں ہیں:

(۱) **صدقۂ نافلہ:** اس میں دی جانے والی چیز میں سے خود صدقہ دینے والا، اس کے گھر والے، مالدار اور غریب سب ہی کھا سکتے ہیں۔

(۲) **صدقۂ واجبہ:** جیسے نذر، منت، صدقۂ فطر، فوت شدہ نماز وروزوں کے فدیہ کی رقم وغیرہ، اس کا مصرف اور حق دار صرف فقیر اور مسکین ہی ہیں، اسے خود صدقہ کرنے والا، اس کے گھر والے اور مالدار لوگ استعمال نہیں کر سکتے۔(۱)

=ما في " تکملة فتح الملهم " : قوله : فقال : وهذه لعائشة ؟ يعني إن كنت تدعوها معي فأنا أجيبک وإلا فلا . (۴/ ۳۰ ، المكتبة الأشرفية ديوبند) (فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۵/ ۵۵۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : وقول النبي ﷺ " لا تحل الصدقة لغني " ولأن الصدقة مال تمكن فيه الخبث لكونه غسالة الناس لحصول الطهارة لهم به من الذنوب ، ولا يجوز الانتفاع بالخبث إلا عند الحاجة ، والحاجة للفقير لا لغني ، وأما صدقة التطوع فتجوز صرفها إلى الغني ، لأنها تجري مجرى الهبة . (۲/ ۴۷۶ ، كتاب الزكاة ، مصارف الزكاة)

ما في " البحر الرائق " : وقيد بالزكاة لأن النفل يجوز للغني كما للهاشمي ، وأما بقية الصدقات المفروضة والواجبة كالعشر والكفارات والنذور وصدقة الفطر فلا يجوز =

مالِ تجارت کی زکوۃ

مسئلہ(۱۰۰): مالِ تجارت کی زکوۃ نکالتے وقت تاجروں کو چاہیے کہ جس تاریخ میں زکوۃ کا سال پورا ہوتا ہے، اس تاریخ میں مال کا جتنا اسٹاک (ذخیرہ) موجود ہے، اس کی قیمت اسی تاریخ کے بازار کے نرخ (قیمت) کے لحاظ سے لگائے، قیمتِ خرید کے اعتبار سے نہیں۔(۱)

=صرفها للغني لعموم قوله عليه السلام " لا تحل الصدقة لغني " خرج النفل منها ، لأن الصدقة على الغني هبة . كذا في البدائع . (۲/۴۲۷ ، كتاب الزكاة ، باب المصرف)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الأصل أن الصدقة تعطى للفقراء والمحتاجين ، وهذا هو الأفضل كما صرح به الفقراء ، وذلک لقوله تعالى : ﴿او مسكينًا ذا متربة﴾ واتفقوا على أنها تحل للغني ، لأن صدقة التطوع كالهبة فتصح للغني والفقير ، قال السرخسي : ثم التصدق على الغني يكون قربة يستحق بها الثواب .

(۲۶/۳۳۲ ، صدقة ، التصدق على الفقراء والأغنياء)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : (ويجوز أكله من هدي التطوع والمتعة والقران فقط) ولو أكل من غيرها ضمن ما أكل . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قوله : (ولو أكل من غيرها) أي غير هذه الثلاثة من بقية الهدايا ، كدماء الكفارات كلها والنذور وهدي الإحصار والتطوع الذي لم يبلغ الحرم ، وكذا لو أطعم غنيًا أفاده في البحر . (۴/۳۹ ، كتاب الحج ، باب الهدي ، بيروت) (فتاویٰ جامعہ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۶۸۱۵)

ما في " فتح القدير " : وجملة الكلام فيه أن الدماء نوعان : ما يجوز لصاحبه الأكل منه وهو دم المتعة والقران والأضحية وهدي التطوع إذا بلغ محله ، وما لا يجوز وهو دم النذور والكفارات والإحصار . (۳/۱۵۰ ، كتاب الحج ، باب الهدي)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " :قال صاحب البدائع علاء الدين أبو بكر الكاساني رحمه =

طلبا کی اسکالرشپ (وظیفہ) کے ذریعہ اِمداد

مسئلہ (۱۰۱): آج کل بعض ادارے یا کمیٹی کے اَراکین آپس میں چندہ وغیرہ کرکے، مالی اعتبار سے کمزور طلبا کے لیے، بہتر تعلیم حاصل کرنے کے واسطے اِسکالرشپ (وظیفہ) کے ذریعہ مدد کرتے ہیں، تو اُن کی یہ جمع کردہ رقم اگر زکوۃ کی رقم ہے، تو ادائے زکوۃ کے لیے تملیکِ فقیر شرط ہے، یعنی جو طلبا مستحقِ زکوۃ ہیں، صرف اُن کو ہی یہ وظیفہ دیا جاسکتا ہے، اوراس میں یہ خیال رہے کہ یک بارگی اتنی رقم دینا کہ جس سے وہ صاحبِ نصاب بن جائیں، مکروہ ہے[۱]، اوراگر جمع کردہ رقم زکوۃ کے علاوہ نفل صدقہ وغیرہ کی رقم ہے، تو اس کے پانے والے کا مستحقِ زکوۃ ہونا شرط نہیں ہے۔[۲]

=الله تعالى : وسواء كان مال التجارة عروضًا أو عقارًا أو شيئًا مما يكال أو يوزن ، لأن الوجوب في أموال التجارة تعلق بالمعنى وهو المالية والقيمة ، وهذه الأموال كلها في هذا المعنى جنس واحد . (۲/۲۱۶ ، فصل في نصاب أموال التجارة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : قال الحصكفي رحمه الله تعالى : وتعتبر القيمة يوم الوجوب، وقالا : يوم الأداء ؛ وفي السوائم يوم الأداء إجماعًا وهو الأصح ، ويقوّم في البلد الذي المال فيه ، ولو في مفازة ففي أقرب الأمصار إليه . فتح . (در مختار) .

(۳/۲۱۱ ، باب زكاة الغنم ، قبيل مطلب : محمد إمام في اللغة واجب التقليد فيها من أقران سيبويه ، الفتاوى الهندية : ۱/۱۸۰ ، الباب الثالث في زكاة الذهب والفضة والعروض، الفصل الثاني في العروض) (فتاویٰ عثمانی:۲/۵۲، احسن الفتاویٰ:۴/۳۰۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿انما الصدقٰت للفقراء والمسٰكين والعٰملين عليها﴾ . =

....

....

....

....

= (سورة التوبة : ٦٠)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : الصدقة تقتضي تمليكًا .... وإنما قلنا ذلك لقول النبي ﷺ : " أمرت أن آخذ الصدقة من أغنيائكم وأردّها في فقرائكم " . فتبين أن الصدقة مصروفة إلى الفقراء ، فدل ذلك على أن أحدًا لا يأخذها صدقة إلا بالفقر ...... وإنما كره أبو حنيفة أن يعطى انسانًا مائتي درهم لأن المائتين هي النصاب الكامل فيكون غنيا مع تمام ملك الصدقة ، ومعلوم أن الله تعالى إنما أمر بدفع الزكوات إلى الفقراء لينفعوا بها ويتملكوها ، فلا يحصل له التمكين من الانتفاع إلا وهو غني ، فكره من أجل ذلك دفع نصاب كامل ، ومتى دفع إليه أقل من النصاب فإنه يملكه ويحصل له الانتفاع بها وهو فقير فلم يكرهه . (٣/ ١٦١ – ١٧٨ ، سورة التوبة)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : مصرف الزكوة والعشر (هو فقير ، وهو من له أدنى شيء) أي دون النصاب . (ومسكين من لا شيء له) على المذهب .

(٣/٢٨٣ ، ٢٨٤ ، كتاب الزكاة ، باب المصرف)

ما في " الهداية " : قال : الأصل فيه قوله تعالى : ﴿انما الصدقٰت للفقراء﴾ الآية ، فهذه ثمانية أصناف وقد سقط منها المؤلفة قلوبهم ... والفقير من له أدنى شيء ، والمسكين من لا شيء له ، وهذا مروي عن أبي حنيفة ..... ويكره أن يدفع إلى واحد مائتي درهم فصاعدا ، وإن دفع جاز . (١/ ٢٠٤ – ٢٠٧ ، كتاب الزكاة ، باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لا يجوز ، الفتاوى الهندية : ١/ ١٨٧ ، ١٨٨ ، كتاب الزكاة ، الباب السابع في المصارف)

(٢) ما في " البحر الرائق " : قوله عليه الصلاة والسلام : " لا تحل صدقة لغني " خرج النفل منها ، لأن الصدقة على الغني هبة . كذا في البدائع .

(٢/ ٤٢٧ ، كتاب الزكاة ، باب المصرف)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ٦٢٣٦٤)

بلاتفریق مذہب وملت مسلم وغیر مسلم کے ساتھ ہمدردی

مسئلہ (۱۰۲): زکوۃ کے علاوہ دیگر صدقاتِ نافلہ وخیرات غیر مسلموں کو دینا درست ہے(۱)، کچا اناج ہو یا پکا، لباس وغیرہ یا دیگر ضروریاتِ زندگی کے ذریعے اُن کی مدد کرنا، اور حسنِ سلوک کرنا بلاشبہ جائز ہے، لہٰذا عام آفتوں اور مصیبتوں کی گھڑیوں میں محض انسانیت کی بنیاد پر، بلاتفریقِ مذہب وملت، مسلم وغیر مسلم ہر فردِ بشر کے ساتھ ہمدردی وغم خواری اور حتی المقدور اس کی مدد کرنا، اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کی تعلیم وسیرت ہے، جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فتح مکہ سے پہلے، بزمانۂ قحط، وہاں موجود غیر مسلموں کی مدد کے لیے پانچ سو دینار نقد، -جس کا موجودہ وزن، دوکلو ایک سو ستاسی گرام سونا ہے، اور اِس کی موجودہ قیمت اُنسٹھ لاکھ اڑتالیس ہزار چھ سو چالیس (۵۹۴۸۶۴۰) روپئے ہوتی ہے-، ابوسفیان اور صفوان بن امیہ کے نام بھیجے تھے، اور یہ حکم دیا تھا کہ مکہ کے غربا وفقرا کے درمیان یہ تقسیم کیے جائیں۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " روح المعاني " : نعم عند عام العلماء يجوز الإحسان إلى الكفار في دار الإسلام ولا تصرف إليهم الواجبات . (۱٦/۲٦۷ ، سورة الإنسان ، الآية/۸)

ما في " البحر الرائق " : وصح دفع غير الزكاة إلى الذمي واجبا كان أو تطوعا كصدقة الفطر والكفارات والمنذور . (۲/۴۲۳ ، كتاب الزكاة ، باب المصرف)

ما في " فقه الزكاة " : لا جناح على المسلم أن يعطي غير المسلم من أهل الذمة مما يتطوع به من الصدقات رعاية للرابطة الإنسانية ، ولحرمة العهد الذي بينهم وبين المسلمين =

کتاب الصوم

روزے سے متعلق مسائل

اسلامی تاریخ چاند نظر آنے کے بعد سے شروع ہوتی ہے

مسئلہ (۱۰۳): بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلامی تاریخ، چاند نظر آنے کے بعد والے دن کی صبح سے شروع ہوتی ہے، اس لیے کہ دن پہلے ہے، رات بعد میں، یعنی رات دن کے تابع ہے، اُن کا یہ خیال درست نہیں، صحیح بات یہ ہے کہ اسلامی تاریخ میں رات دن سے پہلے ہوتی ہے، یعنی دن رات کے تابع ہے، لہٰذا آفتاب کے غروب ہوتے ہی اگلی تاریخ، اگلا دن، اور اگلا مہینہ شروع ہوجاتا ہے، چناں چہ رمضان المبارک کا چاند نظر آتے ہی، رمضان مبارک شروع ہوجاتا ہے، اور شوال کا چاند نظر آنے پر رمضان ختم ہوجاتا ہے، البتہ حج کے چار دن ایسے ہیں کہ وہ اپنے سے پہلی رات کے تابع نہیں، بلکہ اُن کے بعد آنے والی راتیں اِن

=وكفرهم بالإسلام لا يمنع من البرّ بهم والإحسان إليهم ما داموا غير محاربين للمسلمين .
(ص/۴۷۲، الفصل التاسع ، المبحث الثالث : الإعطاء من صدقة التطوع)

(۲) ما في " رد المحتار " : ذكر محمد في السير الكبير : لا بأس للمسلم أن يعطى كافرا حربيا أو ذميا ، وأن يقبل الهدية منه ، لما روي " أن النبي ﷺ بعث خمس مائة دينار إلى مكة حين قحطوا وأمر بدفعها إلى أبي سفيان بن حرب وصفوان بن أمية ليفرقا على فقراء أهل مكة" ولأن صلة الرحم محمودة في كل دين ، والإهداء إلى الغير من مكارم الأخلاق الخ .
(۳/۳۰۲، كتاب الزكاة ، باب المصرف ، مطلب في الحوائج الأصلية ، شرح كتاب السير الكبير : ۱/۷۰ ، باب : صلة المشرك)

دنوں کے تابع ہیں، اور یہ چار دن ۹/۱۰/۱۱/اور ۱۲/ذوالحجہ ہیں، ذوالحجہ کی ۹/تاریخ کو وقوفِ عرفات ہوتا ہے، اس کا وقت ۹/ذوالحجہ کے زوال سے شروع ہوکر صبح صادق تک رہتا ہے، بقیہ تین دن رمی کے ہیں، اِن دنوں کی رمی کا وقت اگلے دن کی صبح صادق تک رہتا ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوی الهندية " : الليالي كلها تابعة للأيام المستقبلة لا للأيام الماضية إلا في الحج فإنها في حكم أيام ماضية لا في حكم أيام مستقبلة ، ليلة عرفة تابعة ليوم التروية ، حتى لا يجوز للحاج الوقوف فيها كما لا يجوز في يوم التروية ، وليلة النحر تابعة ليوم عرفة حتى يجوز الوقوف فيها كما يجوز في يوم عرفة ، وكذا لا تجوز التضحية فيها كما لا تجوز في يوم عرفة . كذا في محيط السرخسي .

(۱/ ۲۲۹ ، ۲۳۰ ، كتاب المناسک ، الباب الخامس في كيفية أداء الحج)

ما في " الموسوعة الفقهية " : إن الليالي كلها تابعة للأيام المستقبلة لا للأيام الماضية إلا في الحج فإنها في حكم الأيام الماضية ، فليلة عرفة تابعة ليوم التروية ، وليلة النحر تابعة ليوم عرفة ، وليالي أيام الأضحى تبعٌ لنهار ما مضى ، وذلک رفقا بالناس .

(۴۰/ ۱۹۰ ، نذر ، وقت الدخول والخروج في نذر اعتكاف شهر)

ما في " البحر الرائق " : الأصل أن كل ليلة تتبع اليوم الذي بعدها ، ألا ترى أنه يصلي التراويح في أول ليلة من رمضان ، ولا يفعل ذلک في أول ليلة من شوال ، وفي فتاوى الولوالجي من كتاب الأضحية : الليلة في كل وقت تبع لنهار يأتي إلا في أيام الأضحى تبع لنهار ما مضى رفقا بالناس . اهـ . وفي المحيط من كتاب الحج : والليالي كلها تابعة للأيام المستقبلة لا للأيام الماضية . اهـ . (۲/ ۵۳۴ ، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف ، بيروت)

(آپ کے مسائل اوران کا حل: ٨/ ٢٦٦)

روزے کی نیت میں لفظ ''غَدًا'' کیوں کہتے ہیں؟

مسئلہ (۱۰۴): بعض لوگ کہتے ہیں کہ ماہِ رمضان المبارک میں ہم روزے کی نیت سحر کے وقت، یا فجر کی اذان کے قریب قریب کرتے ہیں، پھر روزے کی نیت میں ''غداً''، یعنی ''آئندہ کل'' کا لفظ کیوں بولا جاتا ہے؟ ''الیَوم''، یعنی ''آج'' کا لفظ کیوں نہیں کہتے؟ -اُن کے اِس اِشکال کا جواب یہ ہے کہ- رات گزرنے کے بعد جو صبح آرہی ہے، اس کو عربی زبان میں '' غَدًا ''کہا جاتا ہے، اور صبح ہوجانے کے بعد سے غروبِ آفتاب تک کے وقت کو ''الیوم''کہا جاتا ہے، اس لیے نیتِ روزہ میں ''أَصُومُ غَدًا''کہا جاتا ہے، نہ کہ '' أَصُومُ الْيَوْمَ ''۔[۱]

نوٹ: صبح سے مراد صبح صادق ہے، یعنی وہ صبح جس کے طلوع سے دن کی ابتدا ہوتی ہے۔[۲]

نیتِ روزہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ- اگر رات میں نیت کی جائے، تو ''نويتُ أن أصومَ غدًا'' کہے، اور اگر دن میں نیت کی جائے، تو''نويتُ أن أصومَ هٰذا اليومَ'' کہے۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' معجم لغة الفقهاء '' : اليوم : [۱] بفتح فسكون – الوقت ليلا أو نهارا قليلا أو كثيرا . وفي العرف : من طلوع جرم الشمس ولو بعضها إلى غروب تمام جرمها . [۲] من طلوع الفجر الصادق إلى غروب تمام الشمس . (ص/۵۱۵ ، اليوم ، المعجم الوسيط :ص/۷۷۰ ، و۱۲۹۶ ، القاموس الوحيد : ۲/۱۱۵۷ ، و۲/۱۹۱۷)=

رمضان المبارک میں فجر کی نماز جلدی پڑھ لی جائے

مسئلہ (۱۰۵): جمہور علماء کا مذہب یہی ہے کہ نمازِ فجر کو اُس کے اولِ وقت؛ یعنی غَلَس (اندھیرا) میں پڑھنا افضل ہے، حضراتِ صحابہ میں سے حضرت عمر ابن خطاب، عثمان ابن عفان، عبد اللہ ابن زبیر، انس ابن مالک، ابوموسیٰ اشعری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا مذہب یہی ہے، اور اسی کو امام اَوزاعی، امام مالک، امام شافعی، امام احمد ابن حنبل اور اسحاق ابن راہوَیہ رحمہم اللہ نے اختیار کیا ہے، جب کہ حضراتِ علماء کی ایک جماعت، فجر کی نماز کو ذرا دیر سے، یعنی اچھی طرح روشنی ہوجانے پر پڑھنے کو افضل قرار دیتی ہے، حضراتِ صحابہ میں سے حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب یہی ہے، اور اسی کو امام نخعی، امام ثوری اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ نے اختیار فرمایا ہے۔(۱)

رمضان المبارک میں اکثر لوگ رات میں دیر سے سوتے ہیں، اور سحری کے بعد

=(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : لا خلاف بين الفقهاء في أن مبدأ وقت الصبح طلوع الفجر الصادق ، ويسمى الفجر الثاني ، وسُمّي صادقا ؛ لأنه بيّن وجه الصبح ووضّحه ، وعلامته بياضٌ ينتشر في الأفق عرضًا . ... أما نهاية وقت الصبح ، فعند أبي حنيفة وأصحابه : قُبيل طلوع الشمس . (۷/۱۷۱ ، أوقات الصلاة ، مبدأ وقت الصبح ونهايته)

(۳) ما في " الجوهرة النيرة " : والسنة أن يتلفظ بها بلسانه فيقول إذا نوى من الليل : نويتُ أن أصومَ غدًا لله تعالى من فرض رمضان ، وإن نوى من النهار يقول : نويتُ أن أصوم هذا اليوم لله تعالى من فرض رمضان . (۱/۳۲۹ ، كتاب الصوم ، بيروت ، المعتصر الضروري مع القدوري :ص/۲۱۹ ، ادارة القرآن كراچی) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۸/۲۶۷)=

اگر فجر کی جماعت دیر سے ہوتی ہے، تو وہ لیٹ جاتے ہیں، نتیجۃً اُن کی فجر کی جماعت چھوٹ جاتی ہے، اور پھر وہ قضا پڑھتے ہیں، اس لیے اگر اکثر نمازی اولِ وقت میں فجر کی نماز کے لیے حاضر ہوجاتے ہیں، تو بہتر یہی ہے کہ رمضان المبارک کی حد تک فجر کی نماز ذرا جلدی پڑھ لیا کریں۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " موسوعة مسائل الجمهور " : جمهور العلماء على أن الأفضل في صلاة الصبح أن تصلى في أول وقتها وهو ما يسمى بالتغليس (يعني وقت الغلس) وهو مذهب عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان وعبد الله بن الزبير وأنس بن مالك وأبي موسى الأشعري وأبي هريرة ، وإليه ذهب الأوزاعي ومالك والشافعي وأحمد وإسحاق ، وقالت طائفة : التأخير إلى وقت الإسفار أفضل ، وإليه ذهب عبد الله بن مسعود والنخعي والثوري وأبو حنيفة .

(۱/ ۱۳۱ ، كتاب الصلاة ، مواقيت الصلاة ، باب في الأفضل في أداء صلاة الصبح)

ما في " فيض الباري " : ثم إذا نشأ الإسلام وكثُر المسلمون وعُلم أن فيهم ضعفًا عمل بالإسفار في زمن الصحابة رضي الله عنهم ، لئلا يُفضي إلى تقليل الجماعة ، وقد علمت فيما سبق أن بُطأ الناس وتعجيلهم مما قد راعاه النبي ﷺ أيضًا ، فلو اجتمع الناس اليوم أيضًا في التغليس لقلنا به أيضًا كما في " مبسوط السرخسي " في باب التيمم أنه يستحب التغليس في الفجر ، والتعجيل في الظهر إذا اجتمع الناس .

(۲/ ۷۷، كتاب مواقيت الصلاة ، باب وقت الفجر ، تحت الرقم : ۵۷۶)

(۲) ما في " فتح الملهم بشرح صحيح مسلم " : فأشعر بذلک بالتغليس الشديد في رمضان وهو أيسر لعامة المصلين من حيث حضورهم الجماعة وأهون عليهم من الاسفار إذا أخّر والسحور جدا كما يعلم بالتجربة ، والله أعلم . (۳/ ۱۲۱ ، كتاب الصيام ، باب فضل السحور وتأكيد استحبابه تأخيره وتعجيل الفطر) (فتاویٰ محمودیہ: ۹/ ۴۱، میرٹھ)

عاشورہ یا عرفہ کا روزہ جمعہ کے دن رکھنا

مسئلہ (۱۰۶): خاص طور پر جمعہ کے دن کو روزہ کے لیے اختیار کرنا مکروہ ہے، حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے: " **لا يصومُ أحدُكم يومَ الجمُعةِ إلا أن يَصُومَ قَبلَهُ أو بَعدَهُ** "۔ البتہ چند صورتیں اِس سے مستثنیٰ ہیں:

جمعہ کے ساتھ پہلے یا بعد، ایک دن اور روزہ رکھ لیا جائے، جیسا کہ حدیثِ مذکور میں صراحت ہے۔

کسی خاص تاریخ میں اس کا روزہ رکھنے کا معمول ہے، اب اتفاق سے وہ تاریخ جمعہ کے دن پڑ گئی، تو روزہ رکھ سکتا ہے، کراہت نہ ہوگی۔

جن نفل روزوں کی احادیث میں تاکید وفضیلت آئی ہے، مثلاً عاشورہ، عرفہ کے روزے، اگر یہ روزے جمعہ کے دن پڑ گئے، تو حدیث میں وارد فضیلت کی بنا پر روزہ رکھ لے، اِس پر کراہت نہ ہوگی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم : " لا يصوم أحدكم يوم الجمعة إلا أن يصوم قبله أو يصوم بعده " .

(۱/ ۱۵۷ ، أبواب الصوم ، باب ما جاء في كراهية صوم يوم الجمعة وحده ، الرقم : ۷۴۳)

ما في " نفع قوت المغتذي [حاشية الترمذي] " : وفي معنى المستثنى : ما وافق سنة مؤكدة كما إذا كان السبت يوم عرفة أو عاشوراء للأحاديث الصحاح التي وردت فيها واتفق الجمهور على أن هذا النهي ونهي إفراد الجمعة لكراهته تنزيه لا تحريم .

(۱/ ۱۵۷ ، رقم الحاشية : ۴)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم : " لا تختصوا ليلة=

سعودی عرب اور ہندوستان میں عید

مسئلہ (۱۰۷): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ سعودی عرب میں جس دن عید ہوتی ہے، اُسی دن ہندوستان میں ہونی چاہیے، اُن کی یہ بات غلط ہے، کیوں کہ شریعت نے عید کا مَدار چاند کی رؤیت پر رکھا ہے، اگر ۲۹/ تاریخ کو چاند نظر آئے، تو عید کرنا صحیح ہے، ورنہ ۳۰/ روزے مکمل کر کے عید کی جائے گی، آپ ﷺ نے فرمایا: "صُومُوا لِرُؤيَتِهِ ، وَأَفْطِرُوْا لِرُؤيَتِهِ"۔ چاند دیکھ کر روزہ شروع کرو، اور چاند دیکھ کر ہی روزہ ختم کرو۔[1]

چاند کا نظام فطری وتکوینی طور پر ایسا ہے کہ وہ دنیا کے ایک حصے میں طلوع ہوتا ہے، تو دوسرے حصے میں غروب، اسی طرح اس کے برعکس، یہی وجہ ہے کہ ہندوستان اور سعودی عرب میں ایک دن چاند نظر نہیں آتا، اسی بنا پر دونوں مُلکوں، یا اس طرح کے دیگر ممالک میں ایک دن اور ایک ساتھ عید نہیں ہوتی۔

ہم مسلمان ہیں، مذہبِ اسلام کے پَیرو ہیں، اور اسلام– تسلیم ورضا کا نام

= الجمعة بقيام من بين الليالي ، ولا تختصوا يوم الجمعة بصيام من بين الأيام إلا أن يكون في صوم يصومه أحدكم " رواه مسلم .

(ص/ ۱۷۹ ، كتاب الصوم ، باب صيام التطوع ، الرقم : ۲۰۵۲)

ما في " مرقاة المفاتيح " : حيث لا يكره إذا كان وافق يوما اعتاده أو ضم إليه يومًا قبله ، أو لم يقصد به رمضان فيظهر حينئذ وجه قوله عليه الصلاة والسلام : إلا أن يصوم يومًا قبله أو بعده أو يكون في صوم يصومه أحدكم . (۴۸۳/۴ ، كتاب الصوم ، باب صيام التطوع ، الفصل الأول) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۳۶۳۶)=

ہے [۲]، لہٰذا تسلیم ورضا کو اپنا شیوہ بنالینا چاہیے، اور خوامخواہ دینی اُمور میں اِس طرح کی بے جارائے زنی ومشورہ دہی سے بچنا چاہیے۔ [۳]

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " صحيح مسلم " : عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنهما ، عن النبي ﷺ أنه ذكر رمضان فقال : " لا تصوموا حتى ترَوُا الهلال ، ولا تُفطروا حتى تروهُ ، فإن أُغمِي عليكم فاقدُروا له " . (۴/۳۱۴، الرقم :1080/۲۴۹۵–۳ ، كتاب الصيام ، باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال الخ ، احياء التراث العربي بيروت)

وفيه أيضًا : عن ابن عمر رضي الله عنهما ، أن رسول الله ﷺ ذكر رمضان ، فضرب بيديه فقال : " الشهر هكذا ، وهكذا ، وهكذا ، (ثم عقد إبهامه في الثالثة) فصوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته ، فإن أغمي عليكم فاقدُروا له ثلاثين " . (۴/۳۱۴، الرقم :۲۴۹۶)

وفيه أيضًا : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " إذا رأيتم الهلال فصوموا ، وإذا رأيتموه فأفطِروا ، فإن غُمّ عليكم فصوموا ثلاثين يومًا " .

(۴/۳۱۸ ، الرقم :1081/۲۵۱۰–۱۷)

ما في " شرح النووي على هامش مسلم " : قوله ﷺ : (صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته) المراد رؤية بعض المسلمين ولا يشترط رؤية كل انسان بل يكفي جميع الناس رؤية عدلين . اهـ ، ..... قوله ﷺ : (الشهر هكذا وهكذا) وفي رواية : (الشهر تسع وعشرون) معناه : أن الشهر قد يكون تسعا وعشرين ، وحاصله أن الاعتبار بالهلال فقد يكون تاما وثلاثين وقد يكون ناقصا تسعا وعشرين ، وقد لا يرى الهلال فيجب إكمال العدد ثلاثين .

(۴/۳۱۶، احياء التراث العربي ، تكملة فتح الملهم :۶/۱۷۶، ۱۷۷، تحت الرقم :۲۴۹۶، و ۲۴۹۸، احياء التراث العربي بيروت ، صحيح البخاري :ص/۳۳۵ ، الرقم :۱۹۰۶، ۱۹۰۷، ۱۹۰۹ ، كتاب الصوم ، باب قول النبي ﷺ : إذا رأيتم الهلال فصوموا وإذا رأيتموه فأفطروا ، احياء التراث العربي بيروت)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : من معاني الإسلام في اللغة : الإذعان والانقياد والدخول=

کتاب الحج والعمرة

حج وعمرہ سے متعلق مسائل

اپنی ذاتی رقم سے حج کی ادائیگی

مسئلہ (۱۰۸): صاحبِ استطاعت شخص کو حج اپنی رقم سے کرنا چاہیے، کیوں کہ حج میں رقم خرچ کرنے کی بڑی فضیلت آئی ہے[1]، دوسروں کی رقم سے حج کرنے سے، خواہ حکومت کے فنڈ سے ہی ہو، حج ادا ہو جاتا ہے، اور حج کا ثواب بھی ملتا ہے، بہ شرطیکہ فرائض وواجباتِ حج کی رعایت کرتے ہوئے حج کیا جائے[2]، البتہ حج میں اپنی رقم خرچ کرنے کے جو فضائل ہیں، آدمی اُس سے محروم رہتا ہے۔

=في السلم أو في دين الإسلام ، .... والدخول في الدين هو استسلام العبد لله عز وجل باتباع ما جاء به الرسول ﷺ من الشهادة باللسان والتصديق بالقلب والعمل بالجوارح . اهـ. (۴/ ۲۵۹، إسلام ، التعريف)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا﴾ .

(سورة الحشر :۷)

ما في " روح المعاني " : وفي الكشاف : الأجود أن تكون عامة في كل ما أمر به ﷺ ونهى عنه . (۱۵/ ۷۱)

ما في " التفسير المظهري " : هذا أصل من أصول وجوب متابعته ولزوم طريقته وسيرته . (۳/ ۳۰۴)

ما في " صحيح البخاري " : قال النبي ﷺ : " إذا أمرتكم بشيء فافعلوه ما استطعتم ، وإذا نهيتكم عن شيء فانتهوا " . (۲/ ۱۰۸۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : ان أداء فريضة الحج يؤدي شكر نعمة المال ، وسلامة=

حج بدل کے لیے جانے والے کے مصارف

مسئلہ (۱۰۹): اگر کوئی شخص کسی کو حج بدل کے لیے بھیج رہا ہو، تو حج بدل کے لیے جانے والے شخص کے جانے سے آنے تک کے تمام مصارف، اِس بھیجنے والے پر لازم ہوں گے [۱]، البتہ اس کے اہل وعیال کے مصارف اس پر لازم نہیں ہوں گے، لیکن اگر حج بدل کے لیے جانے والا شخص عیال دار ہے، جن کا نفقہ وخرچہ اس کے ذمے واجب ہے، اور وہ یوں کہے کہ ''مدتِ حج کے لیے میں نفقۂ عیال اِس وقت نہیں دے سکتا، تم اگر مجھ ہی کو بھیجنا چاہتے ہو، تو میرے اہل وعیال کا نفقہ بھی اِس قدر ادا کردو'' - اور یہ گفتگو بطورِ معاوضہ اور معاملہ کے نہ ہو [۲]، بلکہ دوستانہ اور تعلق کے طور پر ہو، اور اُس کے بعد بھیجنے والا خوشی سے اُس کے اہل وعیال کا نفقہ بھی ادا کردے، تو یہ جائز ہے۔ [۳]

ح= البدن ، وهما أعظم ما يتمتع به الإنسان من نعم الدنيا ، ففي الحج شكر هاتين النعمتين العظيمتين حيث يجهد الإنسان نفسه وينفق ماله في طاعة ربه والتقرّب إليه سبحانه .

(۱۷/۲٦، حج ، فضل الحج)

ما في " بدائع الصنائع " : والحج عبادة لا تقوم إلا بالبدن والمال ، ولهذا لا يجب إلا عند وجود المال وصحة البدن ، فكان فيه شكر النعمتين ، وشكر النعمة ليس إلا استعمالها في طاعة المنعم ، وشكر النعمة واجب عقلا وشرعاً . (۲/۲۹۱، كتاب الحج ، في بيان فرضيته)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : سمعت النبي صلى الله عليه وسلم : " من حجّ فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته أمه " . (۱/۲۰٦، كتاب المناسك ، باب فضل الحج المبرور) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۰۳۳۸)=

قرض لے کر عمرہ کرنا

مسئلہ (۱۱۰): اگر کسی شخص کے پاس روپیہ پیسہ نہ ہو، مگر عمرے کا شوق ہو، اور وہ کسی سے قرض لے کر عمرہ کرلے، تو اس کا عمرہ درست ہوگا[1]، لیکن قرض اسی وقت لینا چاہیے، جب کہ ادائیگی کی صورت بھی ممکن ہو، ورنہ اس سے بچنا چاہیے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : المأمور بالحج ينفق من مال الآمر ذاهبا وجائيا . كذا في السراجية . (۱/۲۵۸، الباب الرابع عشر في الحج عن الغير)

ما في " الدر المختار " : وبقي من الشرائط النفقة من مال الآمر كلها أو أكثرها .

(۴/۱۷، كتاب الحج ، باب الحج عن الغير)

(۲) ما في " رد المحتار " : بل المصرح به في عامة متون المذهب أنه لا يجوز الاستئجار على الحج .... بل قال العلامة الشرنبلالي في رسالته " بلوغ الأدب " أنه لم يذكر أحد من مشايخنا جواز الاستيجار على الحج . (۴/۱۹، الحج ، مطلب في الاستيجار على الحج)

ما في " حاشية ارشاد الساري إلى مناسک الملا علي القاري " : الخامس : عدم اشتراط الأجرة .... فإن شرط وقع الحج عن الحاج دون الآمر ، وهذا الشرط أعني عدم جواز الاستيجار عليه مذكور في عامة الكتب کـ " الهداية " و " القدوري " .... وصرّح في " المنهاج " فقال : ولا يجوز الاستيجار على الحج عنه . (ص/۶۱۴)

(۳) ما في " البحر الرائق " : فإن أعطاه زائدا على كفايته فلا يحل للمأمور ما زاد بل يجب عليه رده إلى صاحبه إلا إذا قال : وكلتک أن تهب الفضل من نفسک وتقبضه لنفسک .

(۳/۱۱۳، ۱۱۴، باب الحج عن الغير) (امدادالاحکام:۳/۱۹۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : وأما ركنها فالطواف ، وأما واجباتها فالسعي بين الصفا والمروة والحلق أو التقصير . كذا في محيط السرخسي . وأما شرائطها فشرائط الحج=

....
....
....
....
....
....
....
....

= إلا الحج . هكذا في البدائع . (۱/۲۳۷ ، كتاب الحج ، الباب السادس في العمرة ، تبيين الحقائق : ۲/۴۱۷ ، كتاب الحج ، باب الفوات)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : (وهي إحرام وطواف وسعي) وحلق أو تقصير ، فالإحرام شرط ، ومعظم الطواف ركن ، وغيرهما واجب هو المختار ، ويفعل فيها كفعل الحاج .

(۳/۴۷۶ ، كتاب الحج ، مطلب في أحكام العمرة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : للحنابلة والحنفية في القول المعتمد والشافعية في الأصح : وهو أن المقترض إنما يملك المال المقرض بالقبض .

(۳۳/۱۲۲ ، قرض ، أحكام القرض من حيث أثره)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما حكم القرض : فهو ثبوت الملك للمستقرض في المقرض للحال ، وثبوت مثله في ذمة المستقرض للمقرض للحال ، وهذا جواب ظاهر الرواية .. وجه ظاهر الرواية : أن المستقرض بنفس القبض صار بسبيل من التصرف في القرض من غير إذن المقرض بيعا وهبة وصدقة وسائر التصرفات ، وإذا تصرف ينفذ تصرفه .

(۱۰/۶۰۰ ، ۶۰۱ ، كتاب القرض ، فصل في حكم القرض)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : أما في حق المقترض ، فالأصل فيه الإباحة ، وذلك لمن علم من نفسه الوفاء ، بأن كان له مال مرتجى ، وعزم على الوفاء منه وإلا لم يجز ، ما لم يكن مضطرا ، فإن كان كذلك وجب في حقه لدفع الضرر عن نفسه .

(۳۳/۱۱۳ ، قرض ، الحكم التكليفي للقرض) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۶۵۶۹)

حج سے واپسی پر دعوت کا اہتمام

مسئلہ (۱۱۱): حج سے واپسی پر دعوت کا اہتمام کرنا ثابت نہیں، نیز اس میں نام ونمود پایا جاتا ہے، اس لیے حاجی کو ایسی رسمی دعوت کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے، اور جن لوگوں کو دعوت دی گئی، انہیں شرکت نہیں کرنی چاہیے (۱)، البتہ اگر دعوت، حج سے واپسی کے جشن میں نہ ہو، اور نہ رسم کی پابندی کی بنا پر ہو، اور نہ اس میں کوئی مُنکَر اور خلافِ شرع بات ہو، تو ایسی دعوت کرنا اور اس میں شریک ہونا، دونوں باتیں ممنوع نہیں ہیں۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " كنز العمال " : خيار أمتي من يطعم الطعام وليس فيه رياء وسمعة ، ومن أطعم طعاما فيه رياء وسمعة جعله الله تعالى نارا في بطنه يوم القيامة حتى يفرغ الحساب . (الديلمي عن عائشة) . (۹/۱۰۸ ، كتاب الضيافة ، الرقم :۲۵۸۳۵)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : سد الذرائع أصل من أصول الشريعة الإسلامية ، وحقيقته منع المباحات التي يتوصل بها إلى مفاسد أو محظورات . (۷/۵۲۵۸، القرارات والتوصيات الصادرة عن مجلس مجمع الفقه الإسلامي في دورة مؤتمره التاسع في أبو ظهبي)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن محمود بن لبيد أن النبي ﷺ قال : إن أخوفَ ما أخاف عليكم الشرک الأصغر ، قالوا : يا رسول الله ! وما الشرک الأصغر ؟ قال : " الرياء " . رواه أحمد . (ص/۴۵۶ ، كتاب الرقاق ، باب الرياء والسمعة ، الفصل الثالث ، الرقم :۵۳۳۴)

ما في " مجموعة رسائل اللكنوي " : فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم والتخصيص من غير مخصص مكروها ، كما صرح به ملا علي القاري في شرح المشكوة والحصكفي في الدر المختار وغيرهما .

(۳/۴۹۰ ، سباحة الفكر في الجهر بالذكر ، الباب الأول في حكم الجهر بالذكر)=

كتاب الأضحية

قربانی سے متعلق مسائل

مقروض شخص پر قربانی

مسئلہ (۱۱۲): اگر کسی آدمی کے اوپر قرض ہو، لیکن اس کے پاس کچھ مال بھی ہو، تو اگر یہ مال اتنا ہو کہ قرض ادا کرنے کے بعد بھی اس کے پاس بنیادی ضرورت سے زائد، نصاب کے بقدر یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر مال بچ رہتا ہے، تو ایسے شخص پر قربانی واجب ہوگی، اور اگر قرض ادا کرنے کے بعد نصاب سے کم مال بچے، تو اس پر قربانی واجب نہیں ہوگی۔ (۱)

=(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما : أن رسول الله ﷺ لما قدم المدينة نحر جزورًا أو بقرة . (۱/۴۳۴ ، كتاب الجهاد والسير ، باب الطعام عند القدوم ، الرقم : ۳۰۸۹ ، سنن أبي داود : ص/۵۲٦ ، كتاب الأطعمة ، باب الإطعام عند القدوم من السفر ، الرقم : ۳۷۴۷ ، قديمي)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/ ۴۵۸، کراچی، و۱۵/ ۵۴۴، میرٹھ، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۹۹۲۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : ولو كان عليه دين بحيث لو صرف فيه نقص لا تجب .

(۵/۲۹۲، كتاب الأضحية ، الباب الأول الخ)

ما في " بدائع الصنائع " : ولو كان عليه دين بحيث لو صرف إليه بعض نصابه لا ينقص نصابه لا تجب ، لأن الدين يمنع وجوب الزكاة ، فلأن يمنع وجوب الأضحية أولى ، لأن الزكاة فرض والأضحية واجبة والفرض فوق الواجب .

(۴/۱۹٦ ، كتاب الأضحية ، فصل في شرائط الأضحية)=

قرض لے کر قربانی

مسئلہ (۱۱۳): اگر کسی شخص کی ملکیت میں اس کی ضرورت سے زائد، نصاب کے بقدر مال ہو، یا نقد روپیہ ہو، لیکن وہ کہیں غائب ہو، یا کسی کو قرض دے رکھا ہو، اورقربانی کے دنوں میں اس کی وصولی اور ملنا ممکن نہ ہو، اوراس کے پاس اتنا بھی مال نہ ہو، جس سے وہ قربانی کا جانور خرید سکے، تو اس پر قربانی واجب نہیں ہوگی، اور نہ ہی اس پر قرض لے کر قربانی کرنا لازم ہوگا، کیوں کہ مال کی عدمِ موجودگی کی وجہ سے وہ فقیر کے حکم میں ہے۔ (۱)

=ما في " البحر الرائق " : (تجب علی حر مسلم موسر مقیم علی نفسه الخ) وفي الخانية : الموسر في ظاهر الرواية من له مائتا درهم أو عشرون دينار أو ما بلغ ذلک سوی سکنه ومتاعه ومرکبه وخادمه الذي في حاجته . (۸/ ۳۱۹ ، کتاب الأضحية)

(آپ کے مسائل اوران کا حل :۵/ ۴۲۵، تخریج شدہ ، مسائل قربانی:ص/۶۴، مولانا محمد عبد المعبود، مکتبہ القاسم اکیڈمی، نوشہرہ پاکستان، کتاب الفتاویٰ:۴/۱۳۳)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوی التاتارخانية " : سئل علي بن أحمد عن رجل له دين مؤجل ، أو غير مؤجل علی رجل وهو مقر حتی جاء يوم النحر ، وليس في يد رب الدين شيء يمکنه شراء الأضحية هل عليه أن يستقرض ، ويشتري أضحية يضحي بها فقال : لا ، قيل له : هل يجب عليه قيمة الأضحية إذا وصل إليه الدين بعد فوات الوقت ، قال : لا ، قيل : هل يجب علی رب الدين أن يسأل منه عن الدين إذا غلب علی ظنه لو سأل منه ثمن الأضحية يعطيه فيلزمه منه ، وإن کان مؤجلا فقال : نعم . (۱۷/ ۴۶۴ ، کتاب الأضحية ، الفصل التاسع في المتفرقات ، رقم المسئلة : ۲۷۸۴۶ ، الفتاوی الهندية :۵/ ۳۰۷ ، کتاب الأضحية ، الباب التاسع في المتفرقات) =

قربانی کے لیے بڑا جانور ضروری نہیں

مسئلہ (۱۱۴): اگر کسی شخص کی ملکیت میں ضرورت سے زائد اتنا مال ہے، جس سے اُس پر قربانی واجب ہوجاتی ہے، لیکن اُس کے پاس نقد رقم نہیں ہے، تو اُس پر واجب ہے کہ قرض لے کر قربانی کرے، جیسا کہ اپنی دوسری ضروریات کے لیے قرض لیتا ہے، البتہ سودی قرض لینے سے اجتناب کرے، نیز یہ بات بھی سمجھ لینا چاہیے کہ واجب قربانی کے اپنے ذمہ سے ساقط ہونے کے لیے پورا ایک بڑا جانور خریدنا ضروری نہیں ہے، بلکہ اس میں سے ایک حصہ لے لینے سے بھی یہ واجب ادا ہوجاتا ہے۔[1]

=ما في " بدائع الصنائع " : وكذا لو كان مال غائب لا يصل إليه في أيام النحر ، لأنه فقير وقت غيبة المال حتى تحل له الصدقة بخلاف الزكاة فإنها تجب عليه ، لأن جميع العمر وقت الزكاة وهذه قربة مؤقتة فيعتبر الغنى في وقتها . (۱۹۶/۴ ، كتاب الأضحية ، فصل شرائط الوجوب ، الفتاوى الهندية :۲۹۲/۵ ، كتاب الأضحية ، الباب الأول الخ)

(مسائل قربانی:ص/۶۴، ۶۵، مولانا عبدالمعبود صاحب)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن الدار قطني " : عن عائشة قالت : قلت : يا رسول الله ! أستدين وأضحي ؟ قال : " نعم ، فإنه دينٌ مقضي " . (۱۸۸/۴ ، كتاب الأشربة وغيرها ، باب الصيد والذبائح الخ ، الرقم : ۴۷۱۰ ، دار الايمان ، نصب الراية للزيلعي :۴۹۹/۴ ، كتاب الأضحية)

ما في " رد المحتار " : له مال كثير غائب في يد مضاربه أو شريكه ومعه مه الحجرين أو متاع البيت ما يضحي به تلزم . (۴۵۳/۹ ، كتاب الأضحية ، الفتاوى الهندية :۳۰۷/۵ ، كتاب الأضحية ، الباب التاسع في المتفرقات) (کتاب الفتاویٰ:۱۳۳/۴)

وکیل نے قربانی کی رقم نہیں پہنچایا

مسئلہ (۱۱۵): اگر کوئی شخص اپنی قربانی کی رقم کسی شخص کو یہ کہہ کر دے کہ میری یہ رقم فلاں شخص یا فلاں ادارے کے ذمے دار کو دیدو، اور وہ شخص قربانی کی یہ رقم فلاں شخص یا ادارے کے ذمے دار کو دینا بھول گیا، یہاں تک کہ قربانی کے ایام گزر گئے، اور پھر اسے یاد آیا، تو اب اس پر واجب ہے کہ یہ رقم اس کے اصل مالک کو واپس لوٹادے، اس لیے کہ ایام قربانی گزر جانے کے بعد یہ رقم مذکورہ شخص یا ادارے کے ذمے دار کو دینا جائز نہیں ہے، خواہ یہ رقم واجب قربانی کے واسطے تھی، یا نفل کے لیے، کیوں کہ یہ شخص وکیل ہے، اور جس غرض سے اسے وکیل بنایا گیا تھا، اب وہ فوت ہوگئی، اس لیے توکیل بھی ختم ہوگئی [1]، اور اس پر اس رقم کا لوٹانا واجب ہوا، اس لیے کہ یہ رقم اس کے پاس امانت ہے، اور امین پر ردِّ امانت لازم ہوتی ہے۔ [2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير مع الدر والرد " : وينعزل الوكيل بلا عزل بنهاية الشيء المؤكل فيه .... وينعزل بعجز مؤكله . (۸/ ۲۸۰، ۲۸۲، كتاب الوكالة ، باب عزل الوكيل)

ما في " الموسوعة الفقهية " : تبطل الوكالة بتلف ما تعلقت به ، فلو تلفت العين التي وكل في التصرف فيها بالبيع أو بغيره بطلت الوكالة ... فالتصرف في المحل لا يتصور بعد هلاكه والوكالة بالتصرف في ما لا يحتمل التصرف محال فبطل .

(۱۴/۱۵ ، وكالة ، انتهاء الوكالة ، الثاني عشر تلف ما تعلقت الوكالة به)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ان اللّٰه يأمركم ان تؤدّوا الامٰنٰت الٰى اهلها﴾ . (النساء :۵۸)

ما في " التفسير المظهري " : لكن الآية بعموم لفظها يفيد وجوب أداء كل أمانة إلى أهلها .

عن أنس قال : قلما خطبنا رسول الله ﷺ إلا قال : " لا إيمان لمن لا أمانة له ، ولا دين=

وکیل بن کر قربانی کرنے والے احتیاط برتیں!

مسئله (۱۱۶): آج کل مختلف اداروں، تحریکوں، تنظیموں اور انجمنوں کی طرف سے اَخباروں، چوراہوں اور ماہناموں وغیرہ میں قربانی کے حصوں اور اس کی کھالوں کی اپیل کے اشتہارات بکثرت نظر سے گزر رہے ہیں، کہ ہمارے یہاں قربانی کا ایک حصہ اتنے روپیے میں ہے، ہمیں قربانی کی کھالیں دے کر ممنون ومشکور فرمائیں! وغیرہ۔

جاننا چاہیے کہ قربانی ایک واجبِ شرعی ہے[1]، اس کے کرنے کی بڑی فضیلت[2]، اور نہ کرنے پر وعید وارد ہوئی ہے[3]، فقہائے کرام نے اس واجب کی ادائیگی صحیح ہونے کے لیے بہت سے مسائل بیان فرمائے ہیں، جن پر مشتمل، مستقل کتابیں دستیاب ہیں، اوران کی کھالوں کی قیمت کے بابت بھی شرعی مصرف غربا وفقرا کو

=لمن لا عهد له ". رواه البيهقي في شعب الإيمان . فائدة : ليس أداء الأمانة منحصرا في مال الوديعة ونحوه ذلک بل كل حق لأحد أمانة يجب أداؤه لأهله كما يدل عليه سبب نزول هذه الآية . (٢/٣٦٣، ٣٦٤، التفسير المنير :٣/١٢٧)

ما في " سنن أبي داود " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " أدِّ الأمانة إلى من ائتمنک ولا تخن من خانک ".

(ص/٤٩٨ ، كتاب البيوع ، باب في الرجل يأخذ حقه من تحت يده ، الرقم :٣٥٣٥)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : اتفق الفقهاء على أن المقبوض في يد الوكيل يعتبر أمانة بمنزلة الوديعة .

(٤١٠٩/٥ ، كتاب الوكالة ، المبحث الثالث ، ثالثا حال المقبوض في يد الوكيل)=

ذکر کیا ہے (۴)، ان مسائل کو جاننا اور اس کے مطابق عمل کرنا جس طرح ہر قربانی کرنے والے پر ضروری ہے، اسی طرح اُن افراد اور اداروں کے ذمے داران کے لیے بھی ضروری ہے، جو وکیل بن کر دوسروں کی طرف سے قربانی کرتے (انجام دیتے) ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ مسائل سے واقفیت نہ ہونے کی بنا پر، یا واقفیت کے باوجود غلط طریقے اپنانے کی وجہ سے لوگوں کی قربانیاں صحیح نہ ہوں، اور آخرت میں ان وکیل افراد وغیرہ کی پکڑ ہو، اور وہ ''نیکی برباد گناہ لازم'' کا مصداق بن جائیں، لہٰذا اِس سلسلے میں بہت ڈرنے کی ضرورت ہے۔

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فصل لربک وانحر﴾ . (سورة الكوثر : ۲)

ما في " مجمع الأنهر " : الأضحية هي واجبة على حرّ مسلم مقيم موسر عن نفسه .
(۱۶۶/۴، كتاب الأضحية ، كذا في البحر الرائق : ۳۱۸/۸ ، كتاب الأضحية)

ما في " الفتاوى الهندية " : وأما شروط الوجوب منها اليسار وهو ما يتعلق به وجوب صدقة الفطر دون ما يتعلق به وجوب الزكاة . (۲۹۲/۵)

ما في " رد المحتار " : ذبح حيوان مخصوص بنية القربة في وقت مخصوص وشرائطها الإسلام واليسار الذي يتعلق به صدقة الفطر . (۳۷۸/۹ ، كتاب الأضحية)

(۲) ما في " كنز العمال " : قوله عليه السلام : " الأضاحي سنة أبيكم إبراهيم ، بكل شعرة حسنة وبكل شعرة من الصوف حسنة " . (۳۹/۵ ، الحديث : ۱۲۲۲۹ ، ابن ماجه : ص/۲۲۶)

ما في " جامع الترمذي " : قوله عليه السلام : " في الأضحية لصاحبها بكل شعرة حسنة ".
(۲۷۵/۱ ، باب ماجاء في فضل الأضاحي)

ما في " سنن ابن ماجة " : عن عائشة أن النبي ﷺ قال : " ما عمل ابن آدم يوم النحر عملا أحب إلى الله عز وجل من هراقة دم ، وإنه ليأتي يوم القيامة بقرونها وأظلافها وأشعارها ، وإن الدم ليقع من الله عز وجل بمكان قبل أن يقع على الأرض فطيبوا بها نفسا " . =

کتاب النکاح

نکاح سے متعلق مسائل

نکاح عفت وپاکدامنی اور تکمیل نصف ایمان کا ذریعہ

مسئلہ(۱۱۷): اسلام میں نکاح محض جنسی لذّت کا ذریعہ یا حصولِ مال ودولت کا طریقہ نہیں، بلکہ عفت وعصمت، پاکیزگی وپاک دامنی اور تکمیلِ نصفِ ایمان کا ذریعہ ہے[1]، بعض حالات میں نکاح کا حکم تاکیدی[2] اور بعض حالات میں ترغیبی واستحبابی ہے[3]، اوراس پر ثواب کا وعدہ بھی کیا گیا، اور جس امر کی یہ شان ہو وہ عبادت ہوتا ہے، لہٰذا نکاح عبادت ہے۔

=(ص/۲۲۶، أبواب الأضاحي، باب ثواب الأضحية، قديمي، الرقم: ۳۱۲۶)

(۳) ما في " سنن ابن ماجة " : قوله عليه السلام : " من وجد سعة فلم يضح فلا يقربنّ مصلانا" . (ص/۲۲۶)

وما في " الترغيب والترهيب " : قوله عليه السلام : " من وجد سعة فلم يضح فلا يحضر مصلانا ". (۱۰۳/۲ ، سنن الدار قطني :۱۸۵/۴، كتاب الأشربة وغيرها ، باب الصيد والذبائح الخ ، الرقم :۴۶۹۸)

(۴) ما في " رد المحتار " : ولايعطى أجر الجزار منها لأنه كبيع وكره جز صوفها قبل الذبح لينتفع به فإن جزه تصدق به . (۳۹۸/۹ ، البحرالرائق:۳۲۷/۸ ،كتاب الأضحية)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولا أن يعطى أجر الجزار والذابح منها فإن با ع شيئا من ذلك بما ذكرنا نفذ عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى وعند أبي يوسف رحمه الله تعالى لاينفذ ويتصدق بثمنه كذا في البدائع .

(۳۰۱/۵ ، الباب السادس في بيان ما يستحب في الأضحية والانتفا ع بها)=

نکاح کے لیے عورت کا انتخاب دین داری کی بنیاد پر ہونا چاہیے [۴]، مال و دولت، حسن و جمال اور حسب ونسب کی بنیاد پر نہیں، کیوں کہ جو نکاح عورت کی عزت وحیثیت، اس کی مال داری اور حسب ونسب کی بنیاد پر کیا جاتا ہے، شوہر کو اس نکاح سے فائدے کی بجائے نقصان ہی پہنچتا ہے، یعنی ذلت ورُسوائی، فقر وتنگدستی اور دنائت وکمینگی ہی ہاتھ آتی ہے۔[۵]

نکاح میں خرچ کم سے کم ہونا چاہیے، کہ ایسا ہی نکاح بابرکت [۶] اور زوجین کے مابین باعثِ محبت ومؤدّت ہوتا ہے، نکاح میں مہر اتنا مقرر ہونا چاہیے جسے شوہر سہولت کے ساتھ ادا کر سکے [۷]، البتہ دس درہم یعنی موجودہ وزن کے اعتبار سے ۳۰/گرام ۶۱۸/ملی گرام چاندی یا اس کی قیمت سے کم نہیں ہونا چاہیے [۸]، اگر کسی کی حیثیت ہو تو مہرِ فاطمی بہتر ہے، یعنی ایک کلو ۵۳۰/گرام چاندی یا اس کی قیمت۔[۹]

بہر حال! محض ایک دوسرے پر فخر کے لیے لمبے چوڑے مہر رجسٹروں میں لکھ دینا، جس کی ادائیگی کی کوئی صورت نہ بن سکے، اسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے، اس سے بچنا چاہیے۔[۱۰]

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أنس رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : "إذا تزوّج العبد فقد استكمل نصف الدين فليتّق الله في النصف الباقي " .

(ص/۲٦۸، كتاب النكاح)=

....

=(۲) ما في " التنوير مع الدر والرد " : (ويكون واجبا عند التوقان) وإن تيقّن الزنا إلا به فرض .(۵۵/۴ ، كتاب النكاح)
(۳) ما في " التنوير مع الدر والرد " : (و) يكون (سنة) مؤكدة في الأصح فيأثم بتركه ويثاب إن نوى تحصينا وولدا . (۵٦/۴، كتاب النكاح)
(۴) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " تنكح المرأة لأربع : لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها ، فاظفر بذات الدين تربت يداك " . متفق عليه .
(ص/۲٦۷، كتاب النكاح)
(۵) ما في " المعجم الأوسط للطبراني " : " من تزوج امرأة لعزّها لم يزده الله إلا ذلا ، ومن تزوجها لمالها لم يزده الله إلا فقرا ، ومن تزوجها لحسبها لم يزده الله إلا دناءة ، ومن تزوج امرأة لم يتزوجها إلا ليغض بصره أو ليحصن فرجه أو يصل رحمه ، بارك الله له فيها وبارك لها فيه " . (۱۹/۲، الرقم : ۲۳۴۲، بيروت ، و۲۱/۳، باب من اسمه إبراهيم ، دار الحرمين – القاهرة ، رد المحتار)
(٦) ما في " مشكوة المصابيح " : عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال النبي صلى الله عليه وسلم : " إن أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة " . رواه البيهقي . (ص/۲٦۸، كتاب النكاح)
(۷) ما في " المستدرك على الصحيحين للحاكم " : " خير الصداق أيسره " .
(۱۹۸/۲ ، الرقم : ۲۷۴۲، كتاب النكاح ، دار الكتب العلمية بيروت)
(۸) ما في " الدر المختار مع الشامية " : أقله عشرة دراهم لحديث البيهقي وغيره " لا مهر أقل من عشرة دراهم " . (۱٦۸/۴ ، باب المهر)
(۹) ما في " رد المحتار " : ومعلوم أن الصداق كان أربع مائة درهم وفي فضة . (۱٦۸/۴)
ما في " مرقاة المفاتيح " : ثم ذكر السيد جمال الدين المحدث في روضة الأحباب أن صداق فاطمة رضي الله عنها كان أربع مائة مثقال فضة . (۳۳۰/٦ ، باب الصداق)
(۱۰) ما في " سنن أبي داود " : عن أبي العجفاء السلمي قال : خطبنا عمر فقال : " ألا ! لا تغالوا بِصُدُق النساء فإنها لو كانت مكرمة في الدنيا أو تقوى عند الله كان أولاكم بها النبي صلى الله عليه وسلم ، ما أصدق رسول الله امرأة من نسائه ولا أصدقت امرأة من بناته أكثر من ثنتي عشرة أوقية " . (ص/۲۸۷ ، كتاب النكاح ، الرقم : ۲۱۰۸) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵٦۲۰۵)

کم سنی میں نکاح

مسئلہ (۱۱۸): نکاح کے بارے میں اسلامی تعلیم اور شرعی ہدایت یہ ہے کہ بلوغ کے بعد بچہ اور بچی کی شادی میں تاخیر نہ کی جائے، کیوں کہ اس سے جسمانی، روحانی اور سماجی نقصانات پیدا ہوتے ہیں[۱]، بعض مصالح کی وجہ سے کم سنی میں نکاح کا جواز ہے[۲]، لیکن بہتر اور پسندیدہ بلوغ کے بعد کا نکاح ہی ہے۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن أبي حاتم المزني قال : قال رسول الله ﷺ : " إذا جاء كم من ترضون دينه وخلقه فأنكحوه إلا تفعلوا تكن فتنة في الأرض وفساد " .

(۱/۲۰۷، أبواب النكاح ، باب ما جاء في من ترضون دينه فزوجوه)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي سعيد وابن عباس قالا : قال رسول الله ﷺ : " من وُلد له ولدٌ فليُحسن اسمه وأدبه فإذا بلغ فليزوّجه ، فإن بلغ ولم يزوّجه فأصاب إثما فإنما إثمه على أبيه " . (ص/ ۲۷۱، النكاح ، باب الولي في النكاح واستيذان المرأة ، الفصل الثالث)

ما في " جامع الترمذي " : عن علي بن أبي طالب أن النبي ﷺ قال له : " يا علي ! ثلاث لا تؤخرها ؛ الصلوة إذا آنت ، والجنازة إذا حضرت ، والأيم إذا وجدت لها كفوا " .

(۱/۴۳ ، أبواب الصلاة ، باب ما جاء في الوقت الأول من الفضل ، مشكوة المصابيح :ص/ ۶۱، كتاب الصلاة ، باب تعجيل الصلاة ، الفصل الثاني)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قال الطيبي : الأيم من لا زوج له رجلا كان أو امرأة ثيبًا كان أو بكرا . (۲/۲۸۹، كتاب الصلاة ، باب تعجيل الصلاة ، الفصل الثاني ، تحت الرقم :۶۰۵)

ما في " رد المحتار " : فإن خطبها الكفء لا يؤخرها وهو كل مسلم تقي .

(۴/۶۸ ، كتاب النكاح ، مطلب كثير أيتساهل في إطلاق المستحب على السنة)

(۲) ما في " التنوير مع الدر والرد " : (وللولي إنكاح الصغير والصغيرة) جبرا (ولو ثيبا ولزم النكاح ولو بغبن فاحش أو بغير كفء إن كان الولي أبا أو جدا) . (۴/۱۶۹ – ۱۷۱، كتاب=

نکاح میں کفاءت یعنی برابری کا اعتبار

مسئلہ (۱۱۹): اسلام میں حسب ونسب کی وجہ سے کسی کو، کسی پر کوئی فضیلت نہیں ہے، ہاں! تقویٰ کی وجہ سے ایک دوسرے سے بڑھ سکتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے صاف اور واضح لفظوں میں یہ ارشاد فرمایا ہے:" **لا فضلَ لعربي على عجمي ، ولا لعجمي على عربي ، ولا لأسود على أحمر ، ولا لأحمر على أسود ، إلا بالتقوى** "۔یعنی کسی عربی کوکسی عجمی پر، کسی عجمی کوکسی عربی پر، کسی سرخ وسفید کوکسی سیاہ وکالے پر، اور کسی سیاہ وکالےکوکسی سرخ وسفید پر،کوئی فضیلت نہیں ہے، ہاں! مگر تقویٰ کی وجہ سے۔

نیز ایک اور حدیث میں ہے:" **من بطأ به عمله لم يسرع به نسبه** "۔ یعنی اگر کسی کو اس کا عمل پیچھے کر دے، تو اس کا نسب اس کو آگے نہیں بڑھا سکتا۔ البتہ شادی میں کفاءت –یعنی عاقدین کا برادری اور پیشے وغیرہ میں ایک دوسرے کے مانند ہونا– معتبر ہے، اور وہ بھی اس وجہ سے ہے کہ بالعموم ہم کفولوگوں کے عادات واَطوار ایک دوسرے کے مماثل ہوتے ہیں، اور اس سے شادی میں پائیداری حاصل ہوتی ہے، جو کہ نکاح کے اہم مقاصد میں سے ہے، لیکن یہ شرط لازم اور ضروری نہیں ہے، اگر لڑکی کے اولیاء غیر برادری میں نکاح کر دیں، تو اس کی اجازت ہے، البتہ لڑکے اور لڑکی کا خود نکاح پر اِقدام کرنا خواہ اپنی برادری میں ہی کیوں نہ ہو، ناپسندیدہ عمل ہے۔ (۱)

…………………………………………………………………………

…………………………………………………………………………

=النکاح ، باب الولي)

(۳) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي سعيد وابن عباس قالا : قال رسول الله ﷺ : "من وُلد له ولدٌ فليُحسن اسمه وأدبه فإذا بلغ فليزوّجه ، فإن بلغ ولم يزوّجه فأصاب إثما فإنما إثمه على أبيه " . (ص/۲۷۱، كتاب النكاح ، باب الولي في النكاح واستيذان المرأة ، الفصل الثالث) (اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المنثور " : عن جابر بن عبد الله قال : خطبنا رسول الله ﷺ في وسط أيام التشريق خطبة الوداع فقال : " يا أيها الناس ! ألا ! إن ربكم واحد ، ألا ! إن أباكم واحد ، ألا ! لا فضل لعربي على عجمي ، ولا لعجمي على عربي ، ولا لأسود على أحمر ، ولا لأحمر على أسود ، إلا بالتقوى ، إن أكرمكم عند الله أتقكم " . (۱۰۸/۶)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " ومن بطأ به عمله لم يسرع به نسبه " . رواه مسلم . (ص/۳۳)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : الكفاء ة في اصطلاح الفقهاء : المماثلة بين الزوجين دفعا للعار في أمور مخصوصة ...... ويراد منها تحقيق المساواة في أمور اجتماعية من أ جل توفير استقرار الحياة الزوجية ، وتحقيق السعادة بين الزوجين بحيث لا تعير المرأة أو أولياؤها بالزوج بحسب العرف . (۶۷۳۶/۹، الكفاء ة في الزواج)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ووجه اعتبارها عندهم ان انتظام المصالح يكون عادة بين المتكافئين ، والنكاح شرع لانتظامها ، ولا تنتظم المصالح بين غير المتكافئين ، فالشريفة تأبى أن تكون مستفرشة للخسيس ، وتعير بذلک ، ولأن النكاح وضع لتأسيس القرابات الصهرية ليصير البعيد قريبا عضدا وساعدا ، يسره ما يسرک ، وذلک لا يكون إلا بالموافقة والتقارب ، ولا مقاربة للنفوس عند مباعدة الأنساب .

(۲۶۹/۳۴، كفاء ة ، بدائع الصنائع : ۶۲۴/۲)

لڑکی دیکھنے کے لیے دوستوں کو ساتھ لے جانا

مسئلہ (۱۲۰): اگر نکاح کا ارادہ ہو تو لڑکے کے لیے، لڑکی کو دیکھنے کی اجازت ہے، بلکہ آپ ﷺ نے اس کی تلقین فرمائی ہے، کیوں کہ اس کی وجہ سے رشتۂ نکاح میں استحکام پیدا ہوتا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: " **فإنّه أحریٰ أن یُودَمَ بینکُما** "[1]۔ چناں چہ فقہائے کرام نے منگیتر کو دیکھنے کی اجازت دی ہے، اور اگر اس کے لیے دیکھنا دشوار ہو، تو پھر کسی عورت کو بھیجے کہ وہ دیکھ لے، اور اس کے بارے میں بتائے[2]، اِس لڑکے کے بھائی، بہنوئی، ماموں، پھوپھا اور چچازاد بھائی وغیرہ کا، لڑکی کو دیکھنا درست نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ باپ کے لیے گنجائش ہوسکتی ہے، کیوں کہ اس کے دیکھنے میں عام طور پر فتنے کا اندیشہ نہیں ہوتا، آج کل عام طور پر لڑکی دیکھنے کے لیے، لڑکے کے ساتھ اس کے دیگر رشتہ دار، دوست واحباب وغیرہ سب جاتے ہیں، اور سب اُس لڑکی کو دیکھتے ہیں، یہ فعل غیر شرعی ہے، اور بہت سے مفاسد کا ذریعہ ہے، لہٰذا اِس سے بچنا ضروری ہے۔[3]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن المغيرة بن شعبة أنه خطب امرأة فقال النبي ﷺ : " انظر إليها فإنه أحرى أن يودم بينكما " . (۱/۲۰۷ ، أبواب النكاح ، في النظر إلى المخطوبة)

ما في " سنن أبي داود " : عن جابر بن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : " إذا خطب أحدكم المرأة فإن استطاع أن ينظر إلى ما يدعوه إلى نكاحها فليفعل " قال : فخطبت جارية فكنت أتخبأ لها حتى رأيت منها ما دعاني إلى نكاحها وتزويجها فتزوجتها .

(ص/۲۸۴ ، كتاب النكاح ، باب الرجل ينظر إلى المرأة وهو يريد تزويجها)=

شادی کے دن لڑکی والوں کی طرف سے کھانا

مسئلہ (۱۲۱): لڑکی کی شادی کے دن باراتی اگر دور سے آئے ہیں، یا نظام کے مطابق وہ کھانے کے وقت آئیں، تو ان کے لیے کھانے کا انتظام کرنے میں کچھ حرج نہیں، یہ کھانا حقِ ضیافت کے طور پر جائز اور مباح ہے، مسنون نہیں، کیوں کہ حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ: ''ہم حضرت علی ابن ابی طالب اور حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کی شادی میں حاضر ہوئے، ہم نے اس شادی سے بہتر کوئی شادی نہیں دیکھی، آپ ﷺ نے اس موقع پر کشمش اور چھوہارے مہیا فرمائے، جسے ہم نے تناول کیا۔''(۱)

اسی روایت کو بنیاد بنا کر، جانشینِ حضرت شیخ، محدثِ عصر، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری مدظلہ العالی فرماتے ہیں: ''اس روایت سے لڑکی والوں کی طرف سے ثبوتِ دعوتِ طعام کی تائید تو ہوتی ہے،...... لیکن سنّیت کا اِثبات مشکل ہے، بظاہر یہ '' مِن باب ضیافةِ الأضیافِ الحاضرین'' ہے۔ واللہ اعلم (۲)

=(۲) ما في '' رد المحتار '' : ویظهر من کلامهم أنه إذا لم یمکنه النظر یجوز إرسال نحو امرأة تصف له حلالها بطریق الأولی .

(۹/ ۴۵۱ ، ۴۵۲، کتاب الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمس)

(۳) ما في '' التنویر مع الدر والرد '' : (وتمنع) المرأة الشابة (من کشف الوجه بین الرجال) لا لأنه عورة بل (لخوف الفتنة) .

(۲/ ۷۹ ، کتاب الصلاة ، باب شروط الصلاة ، مطلب في ستر العورة)=

اس موقع پر دیگر رشتے داروں اور محلّہ والوں کو دعوت دینا بھی مباح ہے(۳)، لیکن آج کل لوگوں نے لڑکی کے یہاں کھانے کو لازم وضروری سمجھ لیا ہے(۴)، اور جو دعوت نہ دے اُسے طعن وتشنیع بھی کرتے ہیں، حالاں کہ یہ دونوں باتیں شرعاً جائز نہیں ہیں، مسلمانوں کو ان سے بچنا چاہیے۔

الحجة علی ما قلنا :

=(۱) ما في " مجمع الزوائد ومنبع الفوائد " : عن جابر بن عبد الله قال : " حضرنا عرس علي بن أبي طالب وفاطمة بنت رسول الله ﷺ فما رأينا عرسًا كان أحسن منه حسنًا ، هيّأ لنا رسول الله ﷺ زبيبًا وتمرًا فأكلنا ، وكان فراشها ليلة عرسها إهاب كبش " . رواه الطبراني في الأوسط وفيه مسلم بن خالد الزنجي وهو ضعيف وقد وثق . (۵۲/۴ ، كتاب الصيد والذبائح ، باب ما يجري في الوليمة ، رقم : ۶۱۴۷، دار الكتب العلمية بيروت ، المعجم الأوسط للطبراني : ۱۶/۵ ، رقم : ۶۴۴۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) ما في " نوادر الفقه " : ''بیٹی والوں کی طرف سے دعوت کا مسنون ہونا اگر چہ بعض اہل فتویٰ نے لکھ دیا ہے اور مصنف عبد الرزاق کی ایک روایت پر جس میں حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے نکاح کا مفصل تذکرہ ہے اعتماد کیا ہے، جو امام عبد الرزاق نے (۴۸۷/۵) پر درج کی ہے، لیکن اس کا راوی یحییٰ بن العلاء البجلی ہے: وهو متروک قاله الدار قطني وقال أحمد بن حنبل : كذاب يضع الحديث . نکاح فاطمہ کے سلسلے میں اسی انداز کی ایک روایت ابن حبان (ص/۵۵۰) نے نقل کی ہے، جس میں دعوت کا مضمون نہیں، حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب (۳۴۰/۱۱) میں اس پر نکارت کا حکم لگا دیا ہے، اور حاشیہ موارد الظمآن میں لکھا ہے: والحديث ظاهر عليه الإفتعال . میرے خیال میں یہ حدیث بھی موضوع ہے متروک راوی کی روایت سے مسئلہ ثابت نہیں ہوسکتا ہے جب کہ وہ متہم بھی ہو۔ اس کے بعد ایک روایت ملی جس سے فی الجملہ اس کی تائید ہوتی ہے: عن جابر بن عبد الله قال : حضرنا عرس علي بن أبي طالب وفاطمة بنت رسول الله ﷺ فما رأينا عرسًا كان أحسن منه حسنًا هيأ رسول الله ﷺ زبيبًا وتمرًا فأكلنا وكان فراشها ليلة عرسها إهاب كبش . رواه الطبراني في الأوسط وفيه مسلم بن خالد الزنجي وهو ضعيف وقد وثق . كذا في مجمع الزوائد (۵۰/۴) . لیکن سنیت کا اثبات مشکل ہے، بظاہر یہ من باب ضيافة الأضياف=

دولہے سے گلے ملنا اور ہار پہنانا

مسئلہ (۱۲۲): شادی طے ہونے کے بعد یا عقدِ نکاح کے بعد لوگ دولہے سے گلے ملتے ہیں، جب کہ اس خاص موقع پر گلے ملنے کا شرعاً کوئی ثبوت نہیں، لہٰذا یہ رسم غلط ہے۔ اسی طرح شادی کے موقع پر پھولوں کا ہار بنا کر شادیوں میں پہننا سلفِ صالحین سے کہیں ثابت نہیں، لہٰذا مسلمانوں کو ان دونوں رسموں سے احتیاط کرنی چاہیے[1]، ہاں! اِس موقع پر دولہا کو " بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ ، وَبَارَکَ عَلَیْکَ ، وَجَمَعَ بَیْنَکُمَا فِي الْخَیْرِ " کی دعا دینا ثابت ہے[2]، اِسے اپنانا چاہیے۔

=الحاضرین ہے۔ واللہ اعلم۔" بندہ محمد یونس عفی عنہ۔ (ص/ ۱۰۷، شادی میں لڑکی والوں کی طرف سے دعوت کرنے والی موضوع حدیث، ادارہ افاداتِ اشرفیہ دوبگّا، ہردوئی روڈ لکھنؤ)

(۳) ما في " کفایت المفتي " : "لڑکی والوں کی طرف سے براتیوں کو یا برادری کو کھانا دینا لازم یا مسنون اور مستحب نہیں ہے، اگر بغیر التزام کے وہ اپنی مرضی سے کھانا دے دیں، تو مباح ہے، نہ دیں تو کوئی الزام نہیں۔"

(۵/ ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، نکاح کے بعد لڑکی والوں کا برادری کو کھانا کھلانا، مکتبہ دارالاشاعت کراچی)

ما في " کتاب الفتاوی " : "نکاح کے موقع پر بغیر کسی جبر و دباؤ کے لڑکی والوں کی طرف سے بھی ضیافت کی گنجائش ہے، .... پس یہ دعوتِ طعام سنت تو نہیں ہے، نہ عہدِ صحابہ میں اس کا عمومی رَواج تھا، اس لیے اس کو رَواج دینا بھی مناسب نہیں، البتہ اس کی گنجائش ہے۔" (۴/ ۴۱۷، دلہن والوں کی طرف سے ضیافت)

(۴) ما في " رد المحتار " : وکل جائز إذا أدی إلی اعتقاد ذلک کره .

(۲/ ۳۰ ، کتاب الصلاة ، مطلب یشترط العلم بدخول الوقت ، دار الکتب العلمیة بیروت ، و ۱/ ۱۷ ۳ ، مکتبه سعید کراچی ، و دار الفکر بیروت)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " صحیح البخاري " : عن عائشة رضي الله عنهما قالت : قال النبي ﷺ : " من أحدث في أمرنا هذا ما لیس منه فهو ردّ " . (۱/ ۱۷ ۳ ، کتاب الصلح ، باب إذا اصطلحوا=

شادی کے موقع پر بہنوں کے مطالبات

مسئلہ (۱۲۳): جب کسی کی شادی ہوتی ہے تو لوگوں کو خوشی ہوتی ہے، عموماً ایسے موقع پر بہنیں وغیرہ کچھ مطالبات کرتی ہیں، اور کہتی ہیں کہ ہمارا حق دو، حق کا مطلب یہ ہے کہ خوشی ہونے پر ہمیں خوش کرو، جیسا کہ مٹھائی یا ہدیہ وتحفہ وغیرہ کا لوگ مطالبہ کرتے ہیں، یہ مطالبات شرعی مطالبات نہیں ہیں، البتہ خدمت گار امیدوار رہتے ہیں، اور دعا گو بھی ہوتے ہیں، اور احباب کا تقاضا بھی بر بنائے تعلق ومحبت ہوتا ہے، لہٰذا اگر جبر واِکراہ اور التزامِ مالا یلزم نہ ہو، اور ان کے مطالبات کو پورا کردیا جائے، تو اس کی گنجائش ہے۔(۱)

=على صلح جَور فهو مردود ، صحيح مسلم :۲/۷۷، كتاب الأقضية ، باب نقض الأحكام الباطلة ومحدثات الأمور، مشكوة المصابيح :ص/۲۷، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، الفصل الأول ، الرقم :۱۴۰)

(۲) ما في " جامع الترمذي " : عن أبي هريرة ، أن النبي ﷺ كان إذا رفأ الإنسان إذا تزوج قال : " بارک الله لک وبارک علیک ، وجمع بينكما في الخير " . (۱/۲۰۷، كتاب النكاح ، باب ما جاء فيما يقال للمتزوج ، الرقم : ۱۰۹۱ ، سنن ابن ماجة :ص/۱۳۷ ، كتاب النكاح ، باب تهنئة النكاح ، الرقم :۱۹۰۵ ، مشكوة المصابيح : كتاب الدعوات ، باب الدعوات في الأوقات ، الفصل الثاني ، الرقم :۲۴۴۵) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند، رقم:۵۳۴۱۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال : قال رسول الله ﷺ : " ألا ! لا تظلموا ، ألا ! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه " . رواه البيهقي في شعب الإيمان والدار قطني في المجتبى . (ص/۲۵۵، كتاب البيوع ، باب الغصب والعارية ، الفصل الثاني ، شعب الإيمان للبيهقي :۴/۳۸۷ ، الباب الثامن والثلاثون ، باب في قبض=

دعوتوں میں مردوں اور عورتوں کا علیحدہ انتظام

مسئلہ (۱۲۴): شادی بیاہ کے موقع پر دعوتوں میں مردوں اور عورتوں کو کھانا کھلانے کا انتظام علیحدہ علیحدہ جگہوں پر ہونا چاہیے، یا ایک ہی جگہ ہو، مگر دونوں کے اوقات مختلف ہوں، نیز عورتوں کو کھلانے کے لیے عورتیں ہی متعین کی جانی چاہیے، مرد یا مُراہق اور بالغ لڑکے نہیں، کیوں کہ اس میں بے پردگی ہوتی ہے، جو شرعاً منع ہے [1]، آج کل شادی ہالوں میں شادیوں کا رَواج بڑھتا جارہا ہے، جہاں رنگ برنگ کی روشنیاں ہوتی ہیں، عورتیں بناؤ سنگار کے ساتھ شادیوں میں پہنچتی ہیں، اور مردوں کے ساتھ اُن کا اختلاط ہوتا ہے، ہنسی اور خوش طبعی کی باتیں بھی ہوتی ہیں [2]، حالاں کہ جن تقریبات اور پروگراموں میں مرد وعورت کا اختلاط ہوتا ہو، وہاں عورتوں کے لیے جانا جائز نہیں ہے، اگر عورتیں شوہروں کی اجازت سے جاتی ہیں، تو عورتوں کے ساتھ شوہر بھی گناہ گار ہوں گے۔ [3]

= اليد عن الأموال المحرمة ، الرقم : ۲۹۴۵)

ما في " مرقاة المفاتيح " : من أصر على أمر مندوب وجعله عزما ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الاضلال .

(۲۶/۳ ، كتاب الصلاة ، باب الدعاء في التشهد ، الفصل الأول ، تحت الرقم : ۹۴۶)

ما في " مجموعة رسائل اللكنوي " : فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم ، والتخصيص من غير مخصص مكروها . (۴۹۰/۳ ، سباحة الفكر في الجهر بالذكر ، الباب الأول ، تحت الثاني والأربعون ، السعاية في كشف ما في شرح الوقاية : ۲۶۵/۲ ، باب صفة الصلاة ، فصل في القراء ة) (فتاویٰ محمودیہ: ۳۷۹/۱۷، میرٹھ)=

سنت پر عمل کے لیے حرام کی اجازت نہیں دی جاسکتی

مسئلہ (۱۲۵): شادی کے بعد جب بیوی سے ملاقات ہوجائے، تو اس نعمت پر اظہارِ مسرت کے لیے شریعت نے ولیمہ کو مسنون قرار دیا ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی متعدد بیویوں کے نکاح میں خود بھی ولیمہ کیا[۱]، نیز صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی ولیمہ کی ترغیب دی[۲]، ولیمہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ بلا تکلف و بلا تفاخر اختصار کے ساتھ جس قدر میسر ہوجائے، اپنے خاص لوگوں کو خالصۃً لوجہ اللہ

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " المقاصد الشرعية للخادمي " : ان الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبا . (ص/۴۶)

ما في " اعلام المؤقعين " : وسيلة المقصود تابعة للمقصود وكلاهما مقصود . (۳/۱۷۵)

(۲) ما في " سنن أبي داود " : عن حمزة بن أبي أسيد الأنصاري عن أبيه ، أنه سمع رسول الله ﷺ يقول وهو خارج من المسجد فاختلط الرجال مع النساء فقال رسول الله ﷺ للنساء : " استأخرن فإنه ليس لكنّ أن تحققن الطريق ، عليكنّ بحافات الطريق " . الحديث .

(ص/۷۱۴، كتاب الأدب ، باب في مشي النساء في الطريق)

وفيه أيضًا : عن نافع عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما ، أن النبي ﷺ " نهى أن يمشي يعني الرجل بين المرأتين " . (ص/۷۱۵)

(۳) ما في " التنوير مع الدر والرد " : فلا تخرج إلا لحق لها أو عليها أو لزيارة أبويها كل جمعة مرة أو المحارم كل سنة أولكونها قابلة أو غاسلة لا فيما عدا ذلک ، وإن أذن كانا عاصيين . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قوله : (لا فيما عدا ذلک) عبارة الفتح : وما عدا ذلک من زيارة الأجانب وعيادتهم والوليمة لا يأذن لها ولا تخرج . (۸/۴۸۵ ، ۴۸۶)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۵۰۸۹۴)=

کھانا کھلا دے، اس میں غریبوں کو بھی مدعو کیا جائے، صرف امیروں ہی کو دعوت دینے پر اکتفا نہ کیا جائے(۳)، نیز اس کے لیے سودی قرض وغیرہ نہ لیا جائے، کیوں کہ سودی قرض کا لین دین حرام ہے، اور ولیمہ کی دعوت دینا سنت ہے، اور کسی سنت پر عمل کے لیے حرام کام کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔(۴)

الحجة على ما قلنا :

=(١) ما في " صحيح البخاري " : عن أنس قال : " ما أولم النبي – ﷺ – على شيء من نسائه ما أولم على زينب أولم بشاة " . (٢/٧٧٧ ، باب الوليمة ولو بشاة ، الرقم : ٥١٦٨)

ما في " الفتاوى الهندية " : ووليمة العرس سنة وفيها مثوبة عظيمة وهي إذا بنى الرجل بامرأته ينبغي أن يدعو الجيران والأقرباء والأصدقاء ويذبح لهم ويصنع لهم طعامًا .

(٣٤٣/٥ ، كتاب الكراهية ، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات)

ما في " رد المحتار " : وفي الاختيار : وليمة العرس سنة قديمة إن لم يجبها أثم .

(٤٢٢/٩ ، كتاب الحظر والإباحة)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : الوليمة : وهي سنة مستحبة مؤكدة عند جماهير العلماء .

(٦٦١٩/٩ ، المبحث الخامس ، مندوبات عقد الزواج أو ما يستحب له)

(٢) ما في " صحيح البخاري " : (عن أنس) قال : سأل النبي ﷺ عبد الرحمن بن عوف وتزوج امرأة من الأنصار ، كم أصدقتَها ؟ قال : وزْن نواة من ذهب ، وعن حُميد ، سمعت أنسا قال : لما قدموا المدينة نزل المهاجرون على الأنصار ، فنزل عبد الرحمن بن عوف على سعد بن الربيع فقال : أقاسمك مالي وأنزل لك عن إحدى امرأتَيَّ ، قال : بارك الله لك في أهلك ومالك ، فخرج إلى السوق فباع واشترى ، فأصاب شيئًا من أقط وسَمن فتزوج فقال النبي ﷺ : " أولم ولو بشاة " . (٢/٧٧٧ ، باب الوليمة ولو بشاة ، الرقم : ٥١٦٧)

(٣) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : "شرّ الطعام طعام الوليمة يدعى لها الأغنياء ويترك الفقراء ...." . متفق عليه .

(ص/٢٧٨ ، باب الوليمة)=

والدین جہیز میں ضروری چیزیں دینے پر اکتفا کریں!

مسئلہ (۱۲۶): والدین کی طرف سے اپنی بیٹی ،لختِ جگر، نورِ نظر، راحتِ قلب وآرامِ جاں-کو رخصتی کے وقت جو سامان اور تحائف دیئے جاتے ہیں، اُسے ''جَھاز''یعنی سامانِ جہیز کہا جاتا ہے[۱]، ہمارے عُرف ورَواج میں والدین اپنی وسعت وحیثیت کے مطابق بیٹی کو کچھ نہ کچھ سامانِ جہیز دیتے ہیں، پس اگر یہ نام ونمود اور نمائش کے بغیر اور اپنی حیثیت کے مطابق ہو،تو بلا شبہ مباح ہے[۲]، لیکن لڑکے والوں کی طرف سے اس کا مطالبہ قطعاً حرام ہے، اور بہت سے مفاسد وخرابیوں کا باعث ہے، کہ جب لڑکے کی طرف سے اس کا مطالبہ ہوتا ہے، اور وہ باپ جس نے بڑی محنت ومشقت برداشت کرکے، رات دن کے آرام کو تَج دے کر، دوسروں کی غلامی ومزدوری کو قبول کرکے، اپنی اس لختِ جگر کو تعلیم وتربیت سے آراستہ کرکے، جوانی کی دہلیز تک پہنچایا، اور جب نکاح کا وقت قریب آیا،تو لڑکے نے سامانِ جہیز کی ایک ایسی طویل فہرست پیش کردی، جس کی تکمیل اُس کے بس سے باہر ہے،تو اس کا دل بیٹھ جاتا ہے، نگاہوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے، مگر پھر بھی وہ اپنے اِس بیٹھے دل اور نگاہوں کے سامنے چھائے اندھیروں کے باوجود، اپنے ہونے والے داماد کے مطالبات کو پورا

=(۴) ما في '' الأشباه والنظائر لإبن نجيم '' : فإذا تعارضت مفسدة ومصلحة قدم دفع المفسدة غالبًا ، لأن اعتناء الشرع بالمنهيات أشد من اعتنائه بالمأمورات . (ص/۷۸ ، بیروت ، و ۱/۳۲۲ ، مکتبه فقیه الأمت دیوبند) (فتاویٰ حقانیہ:۴/ ۴۲۸، کتاب الفتاویٰ:۴/۴۲۳)=

کرنے اور اپنی عزت وآبرو بچانے کے لیے سعی وکوشش میں لگ جاتا ہے، جس کے لیے اُسے کبھی سود وزکوۃ کی رقم لینی پڑتی ہے، اور کبھی تو سودی قرض بھی (۳)، اس لیے علمائے کرام مُروّجہ جہیز سے گُریز کا حکم دیتے ہیں، یہ وہ لعنت ہے جس نے ہماری بہت سی بیٹیوں کو لباسِ عروسی پہننے سے پہلے لباسِ کفن پہننے پر مجبور کردیا، اس لیے نکاح کے موقع پر والدین اپنی خوش دلی وحیثیت کے مطابق ضروری چیزیں دینے پر اکتفا کریں (۴)، صلہ رحمی کے لیے آئندہ بھی زندگی باقی ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التعريفات الفقهية مع قواعد الفقه " : الجَهاز : ما زُفّت المرأة بها إلى زوجها من الأمتعة . (ص/۲۵۵، الجهاز)

(۲) ما في " سنن النسائي " : عن علي رضي الله قال : " جهّز رسول الله ﷺ فاطمة في خميل وقربة ووسادة حشوها اذخر " . (۲/۷۷ ، باب جهاز الرجل ابنته)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿الذين يأكلون الربوا لا يقومون إلا كما يقوم الذي يتخبّطه الشطٰن من المسّ ذلک بانهم قالوا انما البيع مثل الربوا واحلّ الله البيع وحرّم الربوا﴾ .
(سورة البقرة : ۲۷۸)

ما في " التفسير المنير " : ومن عاد إلى أخذ الربوا بعد تحريم فقد استوجب العقوبة . (۱/۲۷۵)

ما في " فيض القدير " : " كل قرض جرّ منفعة فهو ربا " . (۵/۲۸، الرقم : ۶۳۳۶)

ما فی " سنن ابن ماجة " : عن عبد الله بن مسعود ، أن رسول الله ﷺ " لعن آكل الربوا وموكله وشاهديه وكاتبه " . (ص/۱۶۵ ، صحيح مسلم : ۲/۲۷)

(۴) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال : قال رسول الله ﷺ : " ألا ! لا تظلموا ، ألا ! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه " .
(ص/۲۵۵، سنن الدارقطني :۳/۲۲، السنن الكبرى للبيهقي :۶/۱۶۶، مسند أحمد :۱۵/۴۰۰ ، شعب الإيمان للبيهقي : ۴/۳۸۷) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند، رقم الفتویٰ:۵۰۶۵۰)

رخصتی میں بلا وجہ تاخیر

مسئلہ (۱۲۷): جب کسی لڑکے کا کسی لڑکی سے شرعی طریقہ پر، شرعی گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کے ذریعے نکاح ہوجائے، تو وہ دونوں اُسی وقت باہم میاں بیوی بن جاتے ہیں، اور دونوں کے لیے آپس میں میاں بیوی والے تمام تعلقات وروابط وغیرہ حلال وجائز ہوجاتے ہیں، البتہ چوں کہ رخصتی سے پہلے دونوں کی باہمی خفیہ ملاقاتیں معاشرے میں اچھی نہیں سمجھی جاتی ہیں، بلکہ اس طرح کے اِقدامات کو لڑکا اور لڑکی دونوں کے حق میں معیوب سمجھا جاتا ہے، اس لیے ایسی صورت میں بلا وجہ رخصتی کو مزید مؤخر نہ کر کے جلد از جلد رخصتی کرالینی چاہیے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : النكاح ينعقد بالإيجاب والقبول بلفظين يعبر بهما عن الماضي ...... ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين رجلين أو رجل وامرأتين .

(۲/۳۰۵، ۳۰۶، كتاب النكاح)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : وينعقد ملتبسا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر ..... وشرط حضور شاهدين حرين أو حر وحرتين مكلفين سامعين قولهما معا .

(۴/۶۸– ۹۱ ، كتاب النكاح ، شرح الوقاية : ۲/۳ – ۵، كتاب النكاح)

ما في " البحر الرائق " : ينعقد بالإيجاب والقبول حتى يتم حقيقته في الوجود والانعقاد هو ارتباط أحد الكلامين بالآخر على وجه يسمى باعتباره عقدا شرعا ويستعقب الأحكام . (۳/۱۴۴، كتاب النكاح)

ما في " الفتاوى الهندية " : وأما أحكامه (النكاح) فحل استمتاع كل منهما بالآخر على على الوجه المأذون فيه شرعاً . كذا في فتح القدير . وملك الحبس وهو صيرورتها ممنوعة عن الخروج والبروز ووجوب المهر والنفقة والكسوة عليه وحرمة المصاهرة والإرث من الجانبين . اهـ .

(۱/۲۷۰، كتاب النكاح ، قبيل الباب الثاني فيما ينعقد به النكاح وما لا ينعقد به)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۶/ ۸۶، ۸۷، جدید، فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۰۸۹۵)

بیوی شوہر کو تکلیف دینے والی چیزوں سے پرہیز کرے

مسئلہ (۱۲۸): جب کوئی عورت کسی مرد کے نکاح میں آتی ہے، تو شریعتِ اسلامیہ کی جانب سے اس کے اوپر خاوند کے چند حقوق واجب ہوتے ہیں، مثلاً: خاوند کی فرمانبرداری کرنا، کوئی مانع نہ ہو تو شوہر کی خواہش کو پورا کرنا، اپنی عصمت وعزت، اور شوہر کے مال وجائداد کی حفاظت کرنا، اور ضروری اَخراجات میں اعتدال اختیار کرنا، خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلنا، خاوند جس کو ناپسند کرے اُس سے نہ ملنا، خاوند کی شکرگذاری کرنا، حسنِ معاشَرت یعنی اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنا، شوہر کو تکلیف دینے والی چیزوں سے پرہیز کرنا وغیرہ۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿الرّجال قوّامون على النساء بما فضّل الله بعضهم على بعض وبما انفقوا من اموالهم فالصّٰلحٰت قٰنتٰت حٰفظٰت للغيب بما حفظ الله﴾ . (سورة النساء: ۳۴)

ما في " سنن ابن ماجة " : عن عائشة أن رسول الله ﷺ قال : " لو أمرت أحدا أن يسجد لأحد ، لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها ، ولو أن رجلا أمر امرأته أن تنقل من جبل أحمر إلى جبل أسود ، ومن جبل أسود إلى جبل أحمر ، لكان نولها أن تفعل " .

(ص/۱۳۳ ، كتاب النكاح ، باب حق الزوج على المرأة ، الرقم : ۱۸۵۲)

ما في " جامع الترمذي " : عن طلق بن علي قال : قال رسول الله ﷺ : " إذا الرجل دعا زوجته لحاجته فلتأته وإن كانت على التّنور " . (۱/۲۱۹ ، أبواب الرضاع والطلاق ، باب ما جاء في حق الزوج على المرأة ، الرقم : ۱۱۶۰)

وفيه أيضًا : عن سلمان بن عمرو بن الأحوص قال : حدثني أبي أنه شهد حجة الوداع مع رسول الله ﷺ ، فحمد الله وأثنى عليه ووعظ فذكر في الحديث قصة فقال : " ألا ! واستوصوا بالنساء خيرا فإنما هن عوان عندكم .... ألا ! ان لكم على نسائكم حقا=

....

= ولنسائكم عليكم حقا ، فأما حقكم على نسائكم فلا يوطئن فُرشكم من تكرهون ولا يأذن في بيوتكم لمن تكرهون " . الحديث . (۱/۲۲۰ ، الرقم :۱۱۶۳، سنن ابن ماجة :ص/۱۳۳ ، أبواب النكاح ، باب حق المرأة على الزوج ، الرقم : ۱۸۵۱)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولهنّ مثل الذي عليهنّ بالمعروف وللرجال عليهنّ درجة والله عزيز حكيم﴾ . (سورة البقرة :۲۲۸)

ما في " صحيح مسلم " : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " إذا دعا الرجل امرأته إلى فراشه فلم تأته ، فبات غضبان عليها لعنتها الملائكة حتى تصبح " .

(۱/۴۶۴ ، كتاب النكاح ، باب تحريم امتناعها من فراش زوجها)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : ومما بيّن الله من حق الزوج على المرأة قوله تعالى : ﴿فالصّٰلحٰت قٰنتٰت حٰفظٰت للغيب بما حفظ الله﴾ فقيل فيه : " حفظ مائه في رحمها ولا تحتال في اسقاطه " ويحتمل : حفظ فراشها عليه ، ويحتمل : حافظات لما في بيوتهنّ من مال أزواجهنّ ولأنفسهن وجائز أن يكون المراد جميع ذلک لاحتمال اللفظ له ، وقال تعالى :﴿الرجال قوّامون على النساء﴾ قد أفاد ذلک لزومها طاعته ، لأن وصفه بالقيام عليها يقتضي ذلک . (۱/۴۵۳ ، ۴۵۴، سورة البقرة :۲۲۸، باب حق الزوج على المرأة وحق المرأة على الزوج)

ما في " أحكام القرآن لإبن العربي " : المسألة الحادية عشرة : قوله تعالى : ﴿وللرجال عليهنّ درجة﴾ هذا نصّ في أنه مفضل عليها مقدم في حقوق النكاح فوقها لكن الدرجة هاهنا مجملة غير مبيّن ما المراد بها .... فتعين أن يطلب ذلک بالحق في تقدمهن في النكاح فوجدناها على سبعة أوجه : الأول : وجوب الطاعة ، هو حق عام ، الثاني : حق الخدمة ، وهو حق خاص ، الثالث : حجر التصرف إلا بإذنه ، الرابع : أن تقدم طاعته على طاعة الله في النوافل فلا تصوم إلا بإذنه ولا تحج إلا معه ، الخامس : بذل الصداق ، السادس : إدرار الانفاق ، السابع : جواز الأدب له فيها ، وهذا مبيّن في قوله تعالى : ﴿الرجال قوّامون على النساء﴾ . (۱/۱۸۸، ۱۸۹، سورة البقرة :۲۲۸)

ما في " الموسوعة الفقهية " : حق الزوج على الزوجة من أعظم الحقوق ، بل إن حقه =

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=عليها أعظم من حقها عليه لقول الله تعالى : ﴿ولهنّ مثل الذي عليهنّ بالمعروف وللرجال عليهنّ درجة﴾ .... ومن حقوق الزوج تسليم المرأة نفسها ، إذا استوفى عقد النكاح شروطه ووقع صحيحا فإنه يجب على المرأة تسليم نفسها إلى الزوج وتمكينه من الاستمتاع بها .... يجوز للمرأة أن تمنع عن تسليم نفسها في الحالات الآتية . [۱] عدم استيفائها للمهر المعجل . [۲] الصغر . [۳] المرض . يجب على المرأة طاعة زوجها .... من حق الزوج على زوجته تأديبها عند النشوز والخروج على طاعته .... من حق الزوج على زوجته ألا تأذن في بيته لأحد إلا بإذنه .... من حق الزوج على زوجته ألا تخرج من البيت إلا بإذنه .

(۳۰/ ۱۲۱– ۱۲۶ ، عشرة ، حقوق الزوج ، و۲۴/ ۵۷– ۵۹، زوج ، حقوق الزوج على زوجته) (خزینۃ الفقہ فی مسائل النکاح:ص/۲۵۰،عورتوں پر مردوں کے حقوق)

ما في " صحيح البخاري " : عن أبي سعيد الخدري قال : خرج رسول الله ﷺ في أضحى أو فطر إلى المصلى فمرّ على السناء فقال : " يا معشر النساء ! تصدّقن ، فإني أريتكنّ أكثر أهل النار " فقلن : وبم يا رسول الله ؟ قال : " تكثرن اللعن وتكفرن العشير " ... الحديث .

(۱/ ۴۴ ، كتاب الحيض ، باب ترک الحائض الصوم ، الرقم : ۳۰۴)

(ہدیۃ العروس:ص/ ۲۸۵-۲۹۵،خاوند کے حقوق)

شوہر بیوی کو تکلیف دینے والی چیزوں سے پرہیز کرے

مسئلہ (۱۲۹): ایک مرد جب کسی عورت سے نکاح کرتا ہے، تو شریعتِ اسلامیہ کی طرف سے اس کے اوپر بیوی کے چند حقوق واجب ہوتے ہیں، مہر، نفقہ، سُکنیٰ ؛ یعنی خوراک، پوشاک اور رہائش کا انتظام، ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کے درمیان برابری کرنا، اور حسنِ معاشرت ؛ یعنی بیوی کے دین وایمان، عفت وعصمت، عزت وآبرو کی حفاظت کرنا، اس کے کھانے پینے، اور رہنے سہنے میں عمدگی کو ملحوظ رکھنا، کوئی ناگوار بات پیش آجائے، تو نرمی، شفقت اور حکمت سے اس کو سمجھانا، اس کے والدین، بھائی بہن، اور دیگر اعزا کی تعظیم وتکریم کرنا، اگر مرد اِن حقوق کو ادا کرتا ہے، تو اس کی ازدواجی زندگی، اختلاف وانتشار سے بچ جاتی ہے، اور گھر چین وسکون کا گہوارہ بن جاتا ہے۔(۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿وآتوا النساء صدُقٰتهنّ نحلة﴾ . (سورة النساء : ۴)

وفیه أیضًا : ﴿لینفق ذو سعة من سعته ومن قدر علیه رزقه فلینفق مما آتاه الله﴾ . (الطلاق:۷)

﴿فان خفتم الا تعدلوا فواحدة او ما ملکت ایمانکم﴾ . (النساء : ۱۹) ﴿وعاشروهنّ بالمعروف﴾ . (سورة النساء : ۱۹)

ما في " صحیح مسلم " : عن جابر بن عبد الله فسأل عن القوم حتی انتهی إلی .... فاتقوا الله في النساء فإنکم أخذتموهن بأمان الله واستحللتم فروجهنّ بکلمة الله ولکم علیهنّ أن لا یوطئن فرشکم أحدا تکرهونه فإن فعلن ذلک فاضربوهن ضربا غیر مبرّح ، ولهنّ علیکم رزقهن وکسوتهنّ بالمعروف " . الحدیث .

(۱/ ۳۹۷ ، کتاب الحج ، باب حجة النبي ﷺ)=

....

=ما في " التنوير مع الدر والرد " : النفقة هي الطعام والكسوة والسكنى .

(۲۷۸/۵، كتاب الطلاق ، باب النفقة)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولهنّ مثل الذي عليهنّ بالمعروف﴾ . (سورة البقرة :۲۲۸)

ما في " جامع الترمذي " : عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال : " إذا كان عند الرجل امرأتان فلم يعدل بينهما جاء يوم القيامة وشقه ساقط " .

(۲۱۷/۱، أبواب النكاح ، باب ما جاء في التسوية بين الضرائر ، الرقم : ۱۱۴۱)

وفيه أيضًا : عن سليمان بن عمرو بن الأحوص قال : حدثني أبي أنه شهد حجة الوداع مع رسول الله ﷺ فحمد الله وأثنى عليه وذكر ووعظ فذكر في الحديث قصة ، فقال : " ألا ! واستوصوا بالنساء خيرا ، فإنما هنّ عوان عندكم ليس تملكون منهنّ شيئًا غير ذلك إلا أن يأتين بفاحشة مبيّنة .... ألا ! وحقهنّ عليكم أن تحسنوا إليهنّ في كسوتهنّ وطعامهنّ " .

(۲۲۰/۱ ، كتاب الرضاع ، باب ما جاء في حق المرأة على زوجها ، الرقم :۱۱۶۳)

ما في " الموسوعة الفقهية " : إذا وقع العقد صحيحا نافذا ترتب عليه آثاره وتشابه حقوق وهي ثلاثة أقسام : [۱] حقوق واجبة للزوجة على زوجها . [۲] حقوق مشتركة بينهما . [۳] وحقوق واجبة للزوج على زوجته . ۱۴– للزوجة على زوجها حقوق مالية وهي : المهر والنفقة والسكنى ، وحقوق غير مالية ؛ كالعدل في القسم بين الزوجات ، وعدم الإضرار بالزوجة . (۶۳/۲۴، زوجة ، حقوق الزوجة)

وفيه أيضًا : من حقوق المرأة على زوجها المهر ... ومن حقوق المرأة على زوجها النفقة ... ومن حق الزوجة على زوجها أن يقوم بإعفافها وذلك بأن يطأها ، وقد ذهب جمهور الفقهاء – الحنفية والمالكية والحنابلة إلى أنه يجب على الزوج أن يطأ زوجته .

(۱۲۶/۳۰، ۱۲۷، عشرة ، حقوق الزوجة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : على الزوج إكرام زوجته وحسن معاشرتها ومعاملته لها بالمعروف وتقديم ما يمكن تقديمه إليها مما يؤلف قلبها ، قال تعالى : ﴿وعاشروهنّ بالمعروف﴾ ومن مظاهر إكمال الخلق ونمو الإيمان أن يكون المرء رقيقا مع أهله ، يقول الرسول ﷺ : " أكمل المؤمنين إيمانا أحسنهم خلقًا ، وخياركم خياركم لنسائهم خلقا،=

بیوی پر ساس سُسر کی خدمت

مسئلہ (۱۳۰): شوہر کی وجہ سے عورت کے ساس سُسر والدین کے حکم میں ہوتے ہیں، اور بہو بیٹی کے درجے میں ہوتی ہے، اس لیے عورت کو چاہیے کہ حسبِ ہمت وطاقت اپنے حقیقی ماں باپ اور شوہر کی طرح ساس سُسر کی بھی خدمت کرے، یہ درحقیقت شوہر کی خدمت کا حصہ ہے، اور اخلاقی تقاضا ہے، البتہ شرعی اعتبار سے عورت پر ساس سُسر کی خدمت نہ قضاءً واجب ہے اور نہ دیانۃً ،صرف شوہر کی خدمت دیانۃً واجب ہے، لہٰذا اگر وہ ساس سُسر کی خدمت کے لیے راضی نہ ہو، تو شوہر اسے اس پر مجبور نہیں کرسکتا، اور اگر وہ اپنی مرضی وخوشی سے ساس سُسر کی خدمت کرے، تو سُسر کی کوئی جسمانی خدمت نہ کرے، ورنہ

=وإكرام المرأة دليل على تكامل شخصية الرجل ، وإهانتها علامة الخسة واللؤم ، ومن إكرامها التلطف معها ومداعبتها .... ومن إكراهما أن يتجنب أذاها بالكلمة النابية .

(۵۹/۲۴، زوج ، ما ينبغي للزوج في معاملة زوجته) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۵۳۹۸۸)

ما في " سنن ابن ماجة " : عن حكيم بن معاوية عن أبيه أن رجلا سأل النبي صلی اللہ علیہ وسلم : ما حق المرأة على الزوج ؟ قال : " أن يطعمها إذا طعم ، وأن يكسوها إذا اكتسى ، ولا يضرب الوجه ولا يقبّح ولا يهجر إلا في البيت " .

(ص/۱۳۳، أبواب النكاح ، باب حق المرأة على الزوج ، الرقم : ۱۸۵۰)

ما في " الموسوعة الفقهية " : معنى العشرة بالمعروف التي أمر الله تعالى بها الأزواج في قوله تعالى : ﴿وعاشروهنّ بالمعروف﴾ هو : أداء الحقوق كاملة للمرأة مع حسن الخلق في المصاحبة ، وقال الجصاص : ومن المعروف أن يوفيها حقها من المهر والنفقة والقسم ، وترك أذاها بالكلام الغليظ والإعراض عنها والميل إلى غيرها وترك العبوس والقطوب في وجهها بغير ذنب . (۱۲۰/۳۰، ۱۲۱، عشرة ، معنى العشرة بالمعروف)=

شوہر سے اس کا رشتہ خراب ہوجانے کا اندیشہ ہے، اور ساس سُسر کو بھی چاہیے کہ بہو کو بیٹی کی طرح رکھیں، اور اس کی معمولی غلطیوں کو نظر انداز کردیا کریں، اور اگر کسی بات پر تنبیہ کرنا ہو، تو محبت وشفقت کے ساتھ تنبیہ کریں، اگر وہ ایسا کریں گے، تو ان شاء اللہ گھر کا ماحول عمدہ ہوگا، اور ساس بہو کے جھگڑوں سے گھر محفوظ رہے گا۔[1]

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " فتاوى قاضي خان " : وليس عليها أن تعمل بيديها شيئًا لزوجها قضاء من الخبز والطبخ وكنس البيت وغير ذلک .

(۱/۲۰۳، كتاب النكاح ، فصل في حقوق الزوجية)

ما في " البحر الرائق " : لو فرض ما يحتاج إليه من الدقيق والدهن واللحم والإدام فقالت : لا أعجن ولا أخبز ولا أعالج شيئًا من ذلک لا تجبر عليه وعلى الزوج أن يأتيها بمن يكفيها عمل ذلک . (۳۱۱/۴ ، كتاب الطلاق ، باب النفقة ، تحت قوله : ولخادم لو موسرًا ، الفتاوى الهندية : ۵۴۸/۱، كتاب الطلاق ، الباب السابع عشر في النفقات ، الفصل الأول في نفقة الزوجة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : لا خلاف بين الفقهاء في أن الزوجة يجوز لها أن تخدم زوجها في البيت سواء أكانت ممن تخدم نفسها أو ممن لا تخدم نفسها إلا أنهم اختلفوا في وجوب هذه الخدمة ..... وذهب الحنفية إلى وجوب خدمة المرأة لزوجها ديانة لا قضاء .

(۴۴/۱۹ ، خدمة ، خدمة الزوج لزوجها وعكسه)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۲۸۲۲، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۱۱/۶)

(کتاب الفتاویٰ: ۴۰۹/۴، ۴۱۰)

ولیمہ یا عقیقہ وغیرہ میں ہدیہ کا لین دین

مسئلہ (۱۳۱): آج کل ولیمہ، عقیقہ وغیرہ کی دعوتوں میں یہ رَواج ہے کہ جن لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے، وہ داعی کو ہدیہ یا تحفہ دیتے ہیں، اور جو شخص داعی ہوتا ہے وہ دعوت کے اخیر میں تمام ہدایا کا جائزہ لیتا ہے، پھر اس کو قلم بند کرتا ہے، اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جب ہدیہ دینے والے کے یہاں دعوت دی جائے گی، تو اسے بھی اتنا ہی دینا ہوگا، اور جو شخص ہدیہ دیتا ہے، اس کے ذہن میں بھی یہ ہوتا ہے کہ جب میری باری آئے گی، تو مجھ کو بھی اتنا ہدیہ ملنا چاہیے، یہ لازمی طور پر ہدایا وتحائف وغیرہ کا لین دین بلاوجہ زیر بار کرنے والی رسم ہے، اور ایک طرح کا خاندانی دباؤ ہے، اس میں زیادہ تر لین دین دل کی خوشی کے ساتھ نہیں ہوتا، بلکہ عزت بچانے کی خاطر ہوتا ہے، اور بہت سے کم وسعت والے لوگ ان رسوم کی ادائیگی میں مجبوراً مقروض بھی ہوجاتے ہیں، اس لیے ایسی رسومات ورَواج شرعاً درست نہیں، بلکہ قابلِ ترک ہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وما آتيتم من ربا ليربو في اموال الناس فلا يربو عند الله﴾ .

(سورة الروم : ۳۹)

ما في " سنن الدار قطني " : قوله ﷺ : " لا يحل مال امرئً مسلم إلا بطيب نفس منه " .

(۲۲/۳ ، كتاب البيوع ، رقم الحديث : ۲۸۶۲ ، مشكوة المصابيح : ص/۲۵۵ ، كتاب الغصب والعارية ، جمع الجوامع : ۷/۹ ، تتمة حرف اللام الألف ، رقم الحديث : ۲۶۷۵۹ ، السنن الكبرى للبيهقي : ۱۶۶/۶ ، كتاب الغصب ، مشكوة المصابيح : ص ۲۵۵ ،=

دعوتوں میں مدعوین کو بے مقصد انتظار کی کوفت برداشت کروانا

مسئلہ (۱۳۲): آج کل ولیمہ، عقیقہ، ونکاح کی اکثر وبیشتر تقریبات کا حال یہ ہے کہ دعوت نامے پر لکھے ہوئے اوقات قطعی طور پر بے معنیٰ ہوکر رہ گئے ہیں، جب کہ دنیا کا کوئی نظامِ فکر ایسا نہیں ہے جس میں وقت کو انسان کی سب سے بڑی دولت قرار دے کر، اس کی اہمیت پر زور نہ دیا گیا ہو، انسان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے، اور جو قومیں وقت کی قدر پہچان کر اسے ٹھیک ٹھیک استعمال کرتی ہیں، وہی دنیا میں ترقی کی منزلیں طے کرتی ہیں، ستم ظریفی کی بات یہ ہے کہ ہم وقت کی یہ ناقدری اس دین اسلام کے نام لیوا ہونے کے باوجود کرتے ہیں، جس نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہر شخص کو اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب، آخرت میں دینا ہوگا(۱)، نیز دین اسلام نے دن بھر میں پنج وقتہ نماز باجماعت مقرر کرکے، دن کو پانچ حصوں میں تقسیم کردیا، شب وروز کا بہترین نظام الاوقات طے کرنا آسان بنادیا۔(۲)

یوں تو وقت ضائع کرنے کے مُظاہَرے ہم زندگی کے ہر شعبے میں کرتے ہیں، لیکن موجودہ دور میں تقریبات اور دعوتوں میں وقتِ مقررہ و طے شدہ کی پابندی نہ

= المسند للإمام أحمد بن حنبل :۴۰۰/۱۵، رقم الحديث:۲۰۹۸۰، شعب الإيمان للبيهقي:۳۸۷/۴ ، رقم الحديث: ۵۴۹۲)

ما في " الفتاوى الهندية " : لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي . كذا في البحر الرائق . (۱۶۷/۲ ، فصل في التعزير)

(فتاویٰ دارالعلوم زکریا:۵۵۹/۵، کفایت المفتی:۷۰/۹، اصلاح الرسوم:ص/۴۳)=

کرکے، ہم اپنا بھی اور سینکڑوں مدعوین کا بھی وقت برباد کرتے ہیں (۳)، لوگوں کو دعوت میں بلا کر انہیں غیر محدود مدت تک انتظار کی قید میں رکھنا (زحمت دینا) ان کے ساتھ ایسی زیادتی ہے، جس کے خلاف ایسے خوشی کے مواقع پر کوئی احتجاج کرنا آسان نہیں ہوتا، جب کہ مدعو حضرات میں بہت سے ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ان کا وقت بچتا ہو، تو ملک وملت کے کسی مفید کام میں خرچ ہوتا، ایسے لوگوں کا وقت ضائع کر کے انہیں گھنٹوں بے مقصد بٹھائے رکھنا صرف ان پر ہی نہیں، بلکہ ملک وملت بھی پر ظلم ہے، یہ حقیقت میں دعوت نہیں، عداوت ہے۔ (۴)

ے کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " جامع الترمذي " : " لا تزول قدما عبد حتى يسأل عن عمره فيما أفناه ، وعن عمله فيما فعل ، وعن ماله من أين اكتسبه ، وفيما أنفقه ، وعن جسمه فيما أبلاه " .

(۲/ ۶۷، أبواب صفة القيامة)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فإذا اطمأننتم فأقيموا الصلوة ان الصلوة كانت على المؤمنين كتبًا موقوتا﴾ . (سورة النساء : ۱۰۳) (ذکر وفکر: ص/ ۲۰۸-۲۱۲)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الوقت في اللغة : مقدار من الزمن مفروض لأمر ما ، أو نهاية الزمان المفروض للعمل ، وكل شيء قدرتَ له حينا فقد وقّته توقيتا ، وكذلك ما قدرتَ له غاية ، ومنه قول الله تعالى : ﴿فإذا اطمأننتم فأقيموا الصلوة ان الصلوة كانت على المؤمنين كتبًا موقوتا﴾ . ... والوقت اصطلاحا – كما عرفه البركتي : المقدار من الدهر ، .... وقيل : هو مقدار من الزمن المفروض لأمر ما ، وقيل للعمل . (۴۴/ ۱۰۲، وقت)

(۳) ما في " صحيح البخاري " : عن ابن عباس رضي الله عنهما قال : قال النبي ﷺ : "نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس ؛ الصحة والفراغ " . (ص/ ۱۱۴۴، الرقم : ۶۴۱۲،=

....

=كتاب الرقاق ، باب ما جاء في الرقاق وأن لا عيش إلا عيش الآخرة ، بيروت ، جامع الترمذي :۲/۵٦ ، كتاب الزهد ، رقم الحديث :۲۳۰۴ ، تحفة الألمعي :٦/۹۱، ۹۲، كتاب الزهد ، باب الصحة والفراغ : نعمتان مغبون الخ ، الرقم :۲۲۹۷)

ما في " شرح ابن بطال " : قال المؤلف : قال بعض العلماء : إنما أراد ﷺ بقوله : "الصحة والفراغ نعمتان " ، تنبيه أمته على مقدار عظيم نعمة الله على عباده في الصحة والكفاية ؛ لأن المرء لا يكون فارغًا حتى يكون مكيفًا مؤنة العيش في الدنيا ، فمن أنعم الله عليه بهما فليحذر أن يغبنهما ، ومما يستعان به على دفع الغبن أن يعلم العبد أن الله تعالى خلق الخلق من غير ضرورة إليهم ، وبدأهم بالنعم الجليلة من غير استحقاق منهم لها ، فمنّ عليهم بصحة الأجسام وسلامة العقول ، وتضمن أرزاقهم وضاعف لهم الحسنات ولم يضاعف عليهم السيئات ، وأمرهم أن يعبدوه ويعتبروا بما ابتدأهم به من النعم الظاهرة والباطنة ، ويشكروه عليها بأحرف يسيرة ، وجعل مدة طاعتهم في الدنيا منقضية بانقضاء أعمارهم ، وجعل جزاء هم على ذلك خلودا دائما في جنات لا انقضاء لها مع ما ذخر لمن أطاعه مما لا عين رأت ولا أذن سمعت ولا خطر على قلب بشر ، فمن أنعم النظر في هذا كان حريا ألا يذهب عنه وقت من صحته وفراغه إلا وينفقه في طاعة ربه ، ويشكره على عظيم مواهبه والاعتراف بالتقصير عن بلوغ كنه تأدية ذلك ، فمن لم يكن هكذا وغفل وسها عن التزام ما ذكرنا ، ومرت أيامه عنه في سهو ولهو وعجز عن القيام بما لزمه لربه تعالى فقد غبن أيامه ، وسوف يندم حيث لا ينفعه الندم .

(۱۰/۱۴۹، ۱۵۰، كتاب الرقاق ، باب لا عيش إلا عيش الآخرة ، ۳۵۴۵/۱– بيروت)

ما في " الألعاب الرياضية لعلي حسين أمين يونس " : يقول الشيخ الدكتور يوسف القرضاوي حفظه الله : والحق أن السفه في إنفاق الأوقات أشد خطراً من السفه في إنفاق الأموال .... لأن المال إذا ضاع قد يعود ، والوقت إذا ضاع لا عوض له.(ص/۳۲۰ ، مكتبة دار النفائس ، اردن)

(۴) ما في " جمع الجوامع " : قوله ﷺ : " من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه " .

(٦/۳۹۳ ، رقم الحديث : ۲۰۰۰۷)

ما في " مجمع الزوائد " : قوله ﷺ : " لا ضرر ولا ضرار في الإسلام " . (۴/۱۳۸، كتاب البيوع ، باب لا ضرر ولا ضرار ، سنن ابن ماجة :ص/۱۵۹ ، أبواب الأحكام ، التمهيد :۴/۲۸۴)

کتاب الرضاع

شیرخوارگی سے متعلق مسائل

بچہ کو کافرہ غیر مسلم عورت کا دودھ پلانا

مسئلہ (۱۳۳): کافرہ غیر مسلمہ عورت کا دودھ پاک ہے، اُس کا دودھ کسی بچے کو پلانا گناہ نہیں، بلکہ جائز ہے، لیکن جہاں تک ہو سکے مسلمان دین دار عورت کا دودھ پلایا جائے، کیوں کہ غیر مسلمہ کا دودھ پلانے کی وجہ سے اُس کے بُرے اخلاق وعادات بچے کے اندر سَرایت کر سکتے ہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : وفي المحيط : ولا ينبغي للرجل أن يُدخل ولده إلى الحَمقاء لترضعه ، لأن النبي عليه السلام نهى عن لبن الحمقاء وقال : اللبن يُعدي ، وإنما نهى لأن الدفع إلى الحمقاء يُعرّضُ ولده للهلاک بسبب قلّة حفظها له وتعهّدها أو لسوء الأدب فإنها لا تُحسنُ تأديبه فينشأ الولد سيء الأدب . (۳/۲۳۸ ، كتاب الرضاع ، دار المعرفة بيروت ، و۳/۳۸۷ ، كتاب الرضاع ، دار الكتب العلمية بيروت)

ما في " الموسوعة الفقهية " : قال أحمد بن حنبل : يكره الارتضاع بلبن الفجور ولبن المشركات ؛ لأنه ربما أفضى إلى شبه المرضعة في الفجور ، ويجعلها أما لولده فيتعير بها ، ويتضرر طبعا وتعيرا ، والارتضاع من المشركة يجعلها ، أما لها حرمة الأم مع شركها ، وربما مال إليها المرتضع وأحب دينها ، وروي عن عمر بن الخطاب وعمر بن عبد العزيز أنهما قالا : اللبن يشتبه ، فلا تستق من يهودية ولا نصرانية ولا زانية ، ويكره بلبن الحمقاء كي لا يشبهها الطفل في الحمق .

(۲۲/۲۵۵ ، الارتضاع بلبن الفجور ، إرضاع ، المغني لإبن قدامة :۸/۱۹۴ ، مكتبة القاهرة)

ما في " المبسوط للسرخسي " : ثم بدأ الباب بحديث زيد بن علي قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :=

کتاب الطلاق

طلاق سے متعلق مسائل

بلا معقول وجہ کے طلاق دینا سخت گناہ ہے

مسئلہ (۱۳۴): نکاح سے پہلے میاں بیوی میں سے کسی ایک کے، یا دونوں کے کسی مرد وعورت کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے، مگر نکاح کے بعد دونوں کا کردار صحیح ہوجائے، تو اب مرد کے لیے جائز نہیں کہ بیوی کے سابقہ ناجائز تعلقات کی بنیاد پر اُسے طلاق دیدے، کیوں کہ بلا معقول وجہ کے طلاق دینا سخت گناہ ہے(۱)، اسی طرح شوہر کے سابقہ ناجائز تعلقات کو بنیاد بنا کر عورت کے لیے اُس سے طلاق کا مطالبہ کرنا بھی درست نہیں ہے، کیوں کہ بلا معقول وجہ کے طلاق کا مطالبہ کرنے والی عورت کے سلسلے میں بڑی سخت وعید آئی ہے کہ اِس طرح کی عورت پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔(۲)

= ''لا ترضع لكم الحمقاء فإن اللبن يفسد'' . وهو كما قال رسول الله ﷺ : فإن اللبن في حكم جزء من عينها ؛ لأنه يتولد منها فتؤثر فيه حماقتها ويظهر أثر في ذلك الرضيع لما للغذاء من الأثر ونظيره ما روي عن النبي ﷺ أنه قال : '' لا ترضع لكم سيئة الخلق '' .

(۱۵/ ۱۳۲، كتاب الإجارة ، باب إجارة الظئر ، دار الكتب العلمية بيروت)

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند، رقم الفتویٰ: ۵۵۴۷۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿فان اطعنكم فلا تبغوا عليهنّ سبيلا﴾ . (النساء : ۳۴)

ما في '' سنن أبي داود '' : عن ابن عمر عن النبي ﷺ قال : '' أبغض الحلال إلى اللّٰه عزّ =

....

....

=وجلّ الطلاق " . (ص/۲۹۶، كتاب الطلاق ، با ب في كراهية الطلاق)
ما في " رد المحتار " : فحيث تجرد عن الحاجة المبيحة له شرعًا يبقى على أصله من الحظر، ولهذا قال تعالى : ﴿فان اطعنكم فلا تبغوا عليهنّ سبيلا﴾ . [النساء :۳۴] أي لا تطلبوا الفراق، وعليه حديث " أبغض الحلال إلى الله الطلاق " . قال في الفتح : ويحمل لفظ المباح على ما أبيح في بعض الأوقات : أعني أوقات تحقق الحاجة المبيحة . اهـ . وإذا وجدت الحاجة المذكورة أبيح ، وعليها يحمل ما وقع منه ﷺ ومن أصحابه وغيرهم من الأئمة صونًا لهم عن العبث والإيذاء بلا سبب ، فقوله في البحر : إن الحق إباحته لغير حاجة طلبًا للخلاص منها ، إن أراد بالخلاص منها الخلاص بلا سبب كما هو المتبادر منه فهو ممنوع لمخالفته لقولهم : إن إباحته للحاجة إلى الخلاص ، فلم يبيحوه إلا عند الحاجة إليه لا عند مجرد إرادة الخلاص . اهـ . (۴۲۸/۴ ، كتاب الطلاق ، بيروت)
ما في " الموسوعة الفقهية " : ويكون مكروها إذا لم يكن ثمة من داعٍ إليه مما تقدم وقيل : هو حرام في هذه الحالة ، لما فيه من الإضرار بالزوجة من غير داعٍ إليه .
(۹/۲۹، طلاق ، الحكم التكليفي للطلاق)
(۲) ما في " مشكوة المصابيح " : عن ثوبان قال : قال رسول الله ﷺ : " أيما امرأة سألت زوجها طلاقا في غير ما بأس فحرام عليها رائحة الجنة " . (ص/۲۸۳، كتاب النكاح ، باب الخلع والطلاق ، سنن أبي داود :ص/۳۰۳ ، باب الخلع ، جامع الترمذي : ۲۲۶/۱، أبواب الطلاق واللعان ، باب ما جاء في المختلعات ، الرقم : ۱۱۸۷ ، قديمي)
ما في " مرقاة المفاتيح " : أما ما روي (لعن الله كل ذواق مطلاق) فمحمله الطلاق لغير حاجة بدليل ما روي من قوله ﷺ " أيما امرأة اختلعت من زوجها بغير نشوز فعليها لعنة الله والملائكة والناس أجمعين " . ولا يخفى أن كلامهم فيما سيأتي من التعليل يصرح بأنه محظور لما فيه من كفران نعمة النكاح . (۳۸۷/۶ ، باب الخلع والطلاق)
(فتاویٰ اشاعت العلوم اکل کوا غیر مطبوعہ، ۲۱۷، رج:۳، فتاویٰ دار العلوم دیو بند، رقم الفتویٰ:۵۵۶۸۹)

طلاق غصہ نکالنے کا ذریعہ نہیں

مسئلہ (۱۳۵): آج کل لوگوں نے طلاق کو غصہ نکالنے کا ایک ذریعہ سمجھ لیا ہے، جہاں میاں بیوی میں کوئی اختلاف پیش آیا، اور نوبت غصہ اور اشتعال تک پہنچی، شوہر نے فوراً طلاق کے الفاظ زبان سے نکال دیئے، حالاں کہ طلاق کوئی گالی گلوچ نہیں ہے، جو غصہ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے دے دی جائے، یہ رشتۂ نکاح ختم کرنے کا وہ انتہائی اِقدام ہے جس کے نتائج بڑے سنگین ہیں، اس سے صرف نکاح کا رشتہ ہی ختم نہیں ہوتا، بلکہ خاندانی زندگی کے بہت سے مسائل کھڑے ہوجاتے ہیں، میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے اجنبی بن جاتے ہیں، بچوں کی پرورش کا نظام درہم برہم ہوجاتا ہے، اَملاک کی تقسیم میں پیچیدگی پیدا ہوتی ہے، مہر، نفقہ اور عدت کے معاملات پر اس کا اثر پڑتا ہے، غرض کہ نہ صرف میاں بیوی، بلکہ ان کی اولاد، پورے خاندان پر اس کے دوررَس اثرات پڑتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے جہاں ضرورۃً طلاق کی اجازت دی ہے، وہاں اسے ''ابغض المباحات'' یعنی جائز کاموں میں اللہ کو سب سے زیادہ مبغوض وناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ (۱)

اس لیے اگر اصلاح ونباہ کی تمام کوششیں بالکل ناکام ہوجائیں، اور طلاق دینا ناگزیر ہوجائے، تو قرآن کریم میں یہ حکم دیا گیا کہ شوہر اپنی بیوی کو ایسے طہر (پاکی) میں صرف ایک طلاق دے، جس میں دونوں کے درمیان وظیفۂ زوجیت ادا کرنے کی نوبت نہ آئی ہو۔ (۲)

ہمارے معاشرے میں طلاق کے بارے میں انتہائی سنگین غلط فہمی پھیل گئی ہے، کہ تین طلاق سے کم طلاق کو، طلاق ہی نہیں سمجھا جاتا، حالاں کہ طلاق کا صحیح اور احسن طریقہ یہی ہے کہ صرف ایک مرتبہ طلاق کا لفظ کہا یا لکھا جائے، اس طرح طلاق ہوجاتی ہے، اور عدت کے اندر رُجوع، اور عدت کے بعد بغیر حلالہ کے نکاح ممکن باقی رہتا ہے، جب کہ تین مرتبہ طلاق کا لفظ استعمال کرنا شرعاً گناہ ہے، اور اس کے بعد رُجوع یا بغیر حلالہ کے نکاح کا کوئی راستہ باقی نہیں رہتا(۳)، اس لیے اس بات کو عام کرنے کی ضرورت ہے کہ اگر طلاق کی نوبت آجائے، تو صرف ایک طلاق دی جائے، عدت گزر جانے پر نکاح کا رشتہ شرافت کے ساتھ خود بخود ختم ہوجائے گا، اور میاں بیوی دونوں اپنے مستقبل کے لیے کوئی فیصلہ کرنے میں آزاد ہوں گے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فان اطعنكم فلا تبغوا عليهنّ سبيلا﴾ . (النساء : ۳۴)

ما في " سنن أبي داود " : عن ابن عمر عن النبي ﷺ قال : " أبغض الحلال إلى الله عزّ وجلّ الطلاق " . (ص/ ۲۹۶، كتاب الطلاق ، باب في كراهية الطلاق)

ما في " رد المحتار " : فحيث تجرد عن الحاجة المبيحة له شرعًا يبقى على أصله من الحظر، ولهذا قال تعالى : ﴿فان اطعنكم فلا تبغوا عليهنّ سبيلا﴾ . [النساء : ۳۴] أي لا تطلبوا الفراق، وعليه حديث " أبغض الحلال إلى الله الطلاق " . قال في الفتح : ويحمل لفظ المباح على ما أبيح في بعض الأوقات : أعني أوقات تحقق الحاجة المبيحة . اهـ . وإذا وجدت الحاجة المذكورة أبيح ، وعليها يحمل ما وقع منه ﷺ ومن أصحابه وغيرهم من الأئمة صونًا لهم عن العبث والإيذاء بلا سبب ، فقوله في البحر : إن الحق إباحته لغير حاجة طلبًا للخلاص منها ، إن أراد بالخلاص منها الخلاص بلا سبب كما هو المتبادر منه فهو ممنوع لمخالفته لقولهم : إن إباحته للحاجة إلى الخلاص ، فلم يبيحوه إلا عند الحاجة إليه=

....

= لا عند مجرد إرادة الخلاص . اهـ . (۴/۴۲۸ ، كتاب الطلاق ، بيروت)
ما في " الموسوعة الفقهية " : ويكون مكروها إذا لم يكن ثمة من داعٍ إليه مما تقدم وقيل : هو حرام في هذه الحالة ، لما فيه من الإضرار بالزوجة من غير داعٍ إليه .
(۲۹/۹ ، طلاق ، الحكم التكليفي للطلاق)
(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿الطلاق مرّتٰن فامساكٌ بمعروف او تسريحٌ باحسان﴾ .
(سورة البقرة : ۲۲۹)
ما في " اللباب في شرح الكتاب [شرح القدوري] " : الطلاق على ثلاثة أوجه : أحسن الطلاق ، وطلاق السنة ، وطلاق البدعة ، فأحسن الطلاق : أن يطلق الرجل امرأته تطليقة واحدة في طهر لم يجامعها فيه ويتركها حتى تنقضي عدتها .
(۱/۱٦۷ ، ۱٦۸ ، كتاب الطلاق ، قديمي كتب خانه كراچي)
ما في " الموسوعة الفقهية " : الطلاق الرجعي هو : ما يجوز معه للزوج ردّ زوجته في عدتها من غير استئناف عقد . (۲۹/۲۹ ، الطلاق ، ثانيا : الرجعي والبائن)
(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فان طلّقها فلا تحلّ له من بعد حتى تنكح زوجًا غيره﴾ .
(سورة البقرة : ۲۳۰)
ما في " التفسير المظهري " : ﴿فان طلّقها فلا تحلّ له من بعد﴾ لأن قوله تعالى : ﴿الطلاق﴾ على هذا التأويل يشتمل الطلقات الثلاث أيضًا ، وعلى كلا التأويلين يظهر أن جمع التطليقتين أو ثلاث تطليقات بلفظ واحد ، أو بألفاظ مختلفة في طهر واحد حرام بدعة مؤثم ، خلافًا للشافعي ، فإنه يقول : لا بأس به ، لكنهم أجمعوا على أنه من قال لامرأته : أنت طالق ثلاثا ، يقع ثلاثا بالإجماع . (۱/۳۳۴)
ما في " مشكوة المصابيح " : عن عائشة قالت : جاء ت امرأة رفاعة القرظي إلى رسول الله ﷺ فقالت : إني كنت عند رفاعة فطلقني فبتّ طلاقي فتزوجت بعده عبد الرحمن بن الزبير وما معه إلا مثل هدبة الثوب فقال : أتريدين أن ترجعي إلى رفاعة قالت : نعم ، قال : لا ، حتى تذوقي عسيلته ويذوق عسيلتك " . متفق عليه .
(ص/۲۸۴ ، كتاب الطلاق ، باب المطلقة ثلاثا ، المبسوط للسرخسي : ۶/۱۰)=

موبائل پر میسیج کے ذریعے طلاق

مسئلہ (۱۳۶): اگر شوہر اپنی بیوی کو مخاطب بنا کر موبائل پر میسیج کے ذریعے تین طلاق لکھ کر بیوی کے پاس بھیج دے، اور شوہر میسیج بھیجنے کا اقرار کرتا ہو، تو اس سے بہر حال طلاق پڑ جائے گی، خواہ طلاق کی نیت کرے یا نہ کرے، جتنی طلاق لکھی ہوگی اتنی پڑے گی۔ (۱)

=ما في " بدائع الصنائع " : وأما الطلقات الثلاث : فحكمها الأصلي هو زوال الملك وزوال حلّ المحلّية أيضًا حتى لا يجوز له نكاحها قبل التزوج بزوج آخر لقول عزّ وجلّ : ﴿فان طلّقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره﴾ . [البقرة : ۲۳۰] وسواء طلقها ثلاثا متفرقا أو جملة واحدة . (۴۰۳/۴ ، كتاب الطلاق ، فصل في حكم الطلاق البائن ، بيروت)
ما في " الهداية " : إن كان الطلاق ثلاثا في الحرّة .... لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا ، ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها . (۳۷۹/۱ ، باب الرجعة ، الفتاوى الهندية : ۴۷۳/۱ ، كتاب الطلاق ، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به)(ذکروفکر:ص/۳۱۹-۳۲۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : ثم المرسومة – أما إن أرسل الطلاق بأن كتب أما بعد ! فأنت طالق ، فكما كتب هذا يقع الطلاق .

(۳۷۸/۱ ، كتاب الطلاق ، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ولو كتب على وجه الرسالة والخطاب كأن يكتب : يا فلانة ! إذا أتاك كتابي هذا فأنت طالق ، طلقت بوصول الكتاب . جوهرة . (الدر) . وفي الشامية : وإن كانت مرسومة يقع الطلاق نوى أو لم ينو ، ثم المرسومة لا تخلو أما إن أرسل الطلاق بأن كتب أما بعد ! فأنت طالق ، فكما كتب هذا يقع الطلاق .

(۴۵۶/۴ ، كتاب الطلاق ، مطلب في الطلاق بالكتابة ، بيروت)

ما في " الموسوعة الفقهية " : قال الحنفية : الكتابة إذا كانت مستبينة ومرسومة يقع=

ایک مجلس میں تین طلاق

مسئلہ (۱۳۷): جمہور علمائے سلف وخلف کا مسلک یہ ہے کہ ایک مجلس میں تین مرتبہ طلاق دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں(۱)، اور بیوی مُغلَّظہ بائنہ ہوکر شوہر پر حرام ہوجاتی ہے، اور شوہر کے لیے رجعت کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی، اب بغیر حلالۂ شرعی میاں بیوی کا ایک ساتھ رہنا حرام ہوگا، عورت کو چاہیے کہ عدت گذارے، عدت گذار کر اگر وہ کسی مرد سے نکاح کرلے، اور وہ مرد اس سے صحبت کے بعد اُس کو طلاق دیدے، یا اپنی طبعی موت مرجائے، پھر عورت عدتِ طلاق یا وفات گذار کر- اگر اپنے سابق شوہر سے نکاح کرنا چاہے، تو کرسکتی ہے، اِس کے علاوہ دوبارہ نکاح کرنے کی کوئی اور صورت نہیں ہے۔(۲)

= الطلاق بها ، نوى أو لم ينو ..... والكتابة المستبينة هي : ما يكتب على الصحيفة والحائط والأرض على وجه يمكن فهمه وقراء ته .

(۲۵/۲۹ ، طلاق ، شروط الكتابة ، الشرط الثاني أن تكون مرسومة)

ما في " الأصول والقواعد للفقه الإسلامي " : " الكتاب كالخطاب " .

(ص/ ۲۱۹ ، قاعدة : ۲۳۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۶۳۰۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿الطلاق مرّتٰن فامساکٌ بمعروف او تسریحٌ باحسان﴾ .

(سورة البقرة : ۲۲۹)

ما في " التفسير المظهري " : ﴿فان طلّقها فلا تحلّ له من بعد﴾ لأن قوله تعالى : ﴿الطلاق﴾ على هذا التأويل يشتمل الطلقات الثلاث أيضًا ، وعلى كلا التأويلين يظهر أن جمع التطليقتين أو ثلاث تطليقات بلفظ واحد ، أو بألفاظ مختلفة في طهر واحد حرام بدعة=

بغیر ارادہ کے اپنی بیوی کو بہن کہہ دینا

مسئلہ (۱۳۸): اگر کوئی شخص بغیر ارادے کے اپنی بیوی کو بہن کہہ دے، تو اس کا یہ کہنا اگرچہ ناپسندیدہ اور مکروہ ہے، اِس سے بچنا چاہیے، مگر اِس سے اُس کے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ (۱)

= مؤثم ، خلافًا للشافعي ، فإنه يقول : لا بأس به ، لكنهم أجمعوا على أنه من قال لامرأته : أنت طالق ثلاثا ، يقع ثلاثا بالإجماع . (۱/۳۳۴)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما الطلقات الثلاث : فحكمها الأصلي هو زوال الملک وزوال حلّ المحلّية أيضًا حتى لا يجوز له نكاحها قبل التزوج بزوج آخر لقول عزّ وجلّ : ﴿فان طلّقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره﴾ . [البقرة : ۲۳۰] وسواء طلقها ثلاثا متفرقا أو جملة واحدة . (۴/۴۰۳ ، كتاب الطلاق ، فصل في حكم الطلاق البائن ، بيروت)

ما في " الهداية " : إن كان الطلاق ثلاثا في الحرّة .... لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا ، ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها . (۱/۳۷۹ ، باب الرجعة ، الفتاوى الهندية : ۱/۴۷۳ ، كتاب الطلاق ، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فان طلّقها فلا تحلّ له من بعد حتى تنكح زوجًا غيره﴾ .
(سورة البقرة : ۲۳۰)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن عائشة قالت : جاء ت امرأة رفاعة القرظي إلى رسول الله ﷺ فقالت : إني كنت عند رفاعة فطلقني فبتّ طلاقي فتزوجت بعده عبد الرحمن بن الزبير وما معه إلا مثل هدبة الثوب فقال : أتريدين أن ترجعي إلى رفاعة قالت : نعم ، قال : لا ، حتى تذوقي عسيلته ويذوق عسيلتک " . متفق عليه . (ص/۲۸۴، كتاب الطلاق ، باب المطلقة ثلاثا ، المبسوط للسرخسي : ۶/۱۰) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۵۵۹۴۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن أبي تميمة الهجيمي أن رجلا قال لامرأته : يا أخية ! فقال رسول الله ﷺ : " أختک هي ؟ فكره ذلک ونهى عنه " . (ص/۳۰۱، كتاب الطلاق ،=

....

....

....

....

....

....

....

....

=باب في الرجل يقول لامرأته يا أختي ، الرقم : ۲۲۱۰)
ما في " بذل المجهود " : وإنما كره ذلک لأن قرابة الأخوة محرمة ، فكونها أختا له مظنة التحريم ، ويحتمل أن يكون النهي عنه والكراهة سدا للباب ، فإنه يحتمل أنه إذا لم ينبه على ذلک يعتدون فيه ، ويمكن أن يتكلموا بلفظ يؤدي إلى الظهار فتحرم عليه ، وتجب الكفارة أو الفراق إذا نوى الظهار . قلت : وينبغي أن يعتاد ذلک ، ولا يتكلم بها إلا بضرورة دعت إليه ، وأما من غير ضرورة فيكره التكلم بذلک .
(۸/۲۱۷، ۲۱۸، دار البشائر الإسلامية بيروت)
ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويكره قوله : أنت أمي ويا بنتي ويا أختي ونحوه . در مختار . وفي الشامية : فقد صرّحوا بأن قوله لزوجته : يا أخية مكروه ، وفيه حديث رواه أبو داود " ان رسول الله ﷺ سمع رجلا يقول لامرأته يا أخية ، فكره ذلک ونهى عنه " ، ومعنى النهي قربة من لفظ التشبيه ، ولو لا هذا الحديث لأمكن أن يقول : هو ظهار ، لأن التشبيه في أنت أمي أقوى منه مع ذكر الأداة ، ولفظ يا أخية استعارة بلا شک ، وهي مبنية على التشبيه ، لكن الحديث أفاد كونه ليس ظهارًا حيث لم يبين فيه حكمًا سوى الكراهة والنهي . (۵/۱۳۱ ، كتاب الطلاق ، باب الظهار ، مطلب بلاغات محمد رحمه الله مسندة ، البحر الرائق :۴/۱۶۵ ، ۱۶۶ ، كتاب الطلاق ، باب الظهار ، النهر الفائق :۲/۴۵۲، ۴۵۳، كتاب الطلاق ، باب الظهار) (فتاویٰ محمودیہ:۱۹/ ۳۵۵،۳۵۶،فتاویٰ بنوریہ،رقم الفتویٰ:۱۵۲۷۸)

کتاب النفقة والحضانة

نان ونفقه اور پرورش سے متعلق مسائل

شادی سے قبل عورت کا نان ونفقہ

مسئلہ (۱۳۹): عورت کا نان ونفقہ شادی سے قبل والد اور بھائیوں کے ذمہ لازم ہوتا ہے، اور شادی کے بعد یہ ذمہ داری شوہر پر عائد ہوتی ہے، اس لیے بلاضرورتِ شدیدہ خواتین کے لیے گھر سے باہر نکلنا اور اِس پُرفتن دور میں ملازمت کرنا مناسب نہیں [۱]، تاہم اگر ملازمت کی جگہ اور آمد ورفت کے راستے محفوظ ہوں، اور اس میں کسی طرح بے پردگی، غیرمحرم سے اختلاط نہ ہوتا ہو، تو ایسی جگہ ملازمت کی گنجائش ہے۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : وكذا تجب لولده الكبير العاجز عن الكسب كأنثى مطلقًا . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قال رحمه الله تعالى : قوله : (كأنثى مطلقًا) أي ولو لم يكن بها زمانة تمنعها عن الكسب ، فمجرد الأنوثة عجز ، إلا إذا كان لها زوج فنفقتها عليه ما دامت زوجة ...... وتقدم أنه ليس للأب أن يؤاجرها في عمل أو خدمة .

(۵/ ۳۴۱ ، كتاب الطلاق ، باب النفقة ، مطلب : الكلام على نفقة الأقارب ، بيروت)

ما في " البحر الرائق " : فنفقة المرأة الصحيحة الفقيرة على محرمها .

(۳۵۶/۴ ، كتاب الطلاق ، باب النفقة)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وقرن في بيوتكنّ ولا تبرّجن تبرّج الجاهلية﴾ .

(سورة الأحزاب : ۳۳)

ما في " حجة الله البالغة " : ولما كانت الحاجات متنازعة محوجة إلى المخالطة وجب أن=

بچے کی پرورش شرعاً واجب ہے

مسئلہ (۱۴۰): بچے کی حضانت یعنی پرورش شرعاً واجب ہے، اور یہ فریضہ اصلاً ماں کا ہے، اس کو یہ کام انجام دینا چاہیے، اگر ماں نہ ہو، اور حضانت کی حق دار اگر ایک ہی عورت موجود ہو، تو بچے کی پرورش اس پر واجب عینی ، اور متعدد ہوں تو واجب کفائی ہے۔ (۱)

= يجعل ذلک على مراتب بحسب الحاجات ، فشرع النبي ﷺ وجوهًا من السنن ، أحدها : ألا تخرج المرأة من بيتها إلا لحاجة لا تجد منها بدا . (۲/۲۱۹ ، من أبواب تدبير المنزل ، ذكر العورات) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۸۲۷۸، اٹھارہواں فقہی سمینار [مدورائی] بتاریخ: ۲-۴، ربیع الاول ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۸ر فروری-۲ر مارچ ۲۰۰۹ء)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير مع الدر والرد " : تربية الولد (ثبتت للأم) النسبية (ولو بعد الفرقة) .... ولو لم يوجد غيرها أجبرت بلا خلاف . فتح . (تنوير مع الدر) وفي الشامية : قوله : (أجبرت بلا خلاف) ولو وجد غيرها لم تجبر بلا خلاف أيضًا على ما ذكرناه .... قلت : ويؤخذ من هذا التوفيق بين القولين ، وذلک أن ما في المحيط يدل على أن لكل من الحاضنة والمحضون حقا في الحضانة ، ومثله ما قدمناه عن المفتي أبي السعود ، فقول من قال : إنها حق الحاضنة فلا تجبر ، محمول على ما إذا لم تتعين لها ، واقتصر على أنها حقها ، لأن المحضون حينئذ لا يضيع حقه لوجود من يحضنه غيرها ، ومن قال : إنها حق المحضون فتجبر ، محمول على ما إذا تعينت واقتصر على أنها حقه لعدم من يحضنه غيرها .
(۵/۲۵۲ ، ۲۵۳ ، ۲۵۹ ، كتاب الطلاق ، باب الحضانة)

ما في " البحر الرائق " : (أحق بالولد أمه قبل الفرقة وبعدها ثم أم الأم ثم أم الأب ، ثم الأخت لأب وأم) واختلفوا في وجوب الحضانة على الأم ونحوها من النساء وفي جبرها إذا امتنعت فصرح في الهداية بأنها لا تجبر لأنها عست أن تعجز عن الحضانة وصححه في التبيين ،=

حق پرورش کب ساقط ہوگا؟

مسئلہ (۱۴۱): پرورش کے لیے بچہ ماں کے پاس اس وقت تک رہے گا، جب تک اپنی بنیادی ضروریات، مثلاً کھانا پینا اور استنجا کے لائق نہ ہوجائے، لڑکے میں یہ عمر سات سال ہے، کیوں کہ عام طور پر وہ سات سال میں اِن چیزوں پر قادر ہوجاتا ہے، اورلڑکی بالغہ یا قریب البلوغ ہونے تک ماں کے پاس رہے گی[1]، پرورش کرنے والے کا عاقل، بالغ، امانت داراور پرورش پر قدرت رکھنے والا ہونا ضروری ہے[2]، اور پرورش کرنے والی عورت ہو، تو یہ بات بھی ضروری ہے کہ وہ جس شخص کے نکاح میں ہو، وہ زیر پرورش بچے کا غیر محرم نہ

=وفي الولوالجية : وعليه الفتوى ، وفي الواقعات : والفتوى على عدم الجبر لوجهين : أحدهما أنها ربما لا تقدر على الحضانة ، والثاني أن الحضانة حق الأم والمولى ولا يجبر على استيفاء حقه . اهـ . وفي الخلاصة : وقال مشايخنا : ولا تجبر الأم عليها وكذلك الخالة إذا لم يكن لها زوج لأنها ربما تعجز عن ذلك . اهـ . فأفاد أن غير الأم كالأم في عدم الجبر بل هو بالأولى كما في الولوالجية ..... لكن قيده في الظهيرية بأن لا يكون للصغير ذو رحم محرم فحينئذ تجبر الأم كيلا يضيع الولد ، أما إذا كان له جدة مثلا وامتنعت الأم من إمساكه ورضيت الجدة بإمساكه فإنه يدفع إلى الجدة لأن الحضانة كانت حقا لها . (۲۷۹/۴–۲۸۱، كتاب الطلاق ، باب الحضانة ، تبيين الحقائق :۲۹۲/۳، كتاب النكاح ، الفصل الخامس فيمن أحق بالولد والنكاح بغير ولي الخ ، مجمع الأنهر :۱۶۶/۲ ، كتاب الطلاق ، باب الحضانة ، الفتاوى الهندية :۵۴۱/۱، كتاب الطلاق ، الباب السادس عشر في الحضانة) (تجاویز برائے چوبیسواں فقہی سمینار، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، مؤرخہ:۱-۲، مارچ ۲۰۱۵ء مطابق :۹-۱۱، جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ، منعقدہ بمقام دارالعلوم الاسلامیہ اوچیرہ، کولم، کیرلا)=

ہو(۳)، جن صورتوں میں بچے کو تعلیمی، تربیتی، جسمانی یا نفسانی پہلو سے مضرت کا اندیشہ ہو، تو اُن صورتوں میں پرورش کے حق دار کا حقِ پرورش ساقط ہوجائے گا۔(۴)

الحجة على ما قلنا :

=(١) ما في " التنوير مع الدر والرد " : (والحاضنة) أما أو غيرها (أحق به) أي بالغلام حتى يستغني عن النساء وقدر بسبع وبه يفتى لأنه الغالب ، ولو اختلفا في سنه ، فإن أكل وشرب ولبس واستنجى وحده دفع إليه جبرا ، وإلا لا ، (والأم والجدة) لأم وأب (أحق بها) الصغيرة (حتى تحيض) أي تبلغ في ظاهر الرواية . (٥/٢٦٧، ٢٦٨، كتاب الطلاق ، باب الحضانة ، مطلب لو كانت الأخوة أو الأعمام غير مامونين لا تسلم الخ)

ما في " البحر الرائق " : قوله : (والأم والجدة أحق بالغلام حتى يستغني وقدر بسبع) لأنه إذا استغنى يحتاج إلى التأديب والتخلق بآداب الرجال وأخلاقهم والأب أقدر على التأديب والتعنيف ، وما ذكره المصنف من التقدير بسبع قول الخصاف اعتبارا للغالب لأن الظاهر أن الصغير إذا بلغ السبع يهتدي بنفسه إلى الأكل والشرب واللبس والاستنجاء وحده فلا حاجة إلى الحضانة . قوله : (وبها حتى تحيض) أي الأم والجدة أحق بالصغيرة حتى تحيض لأن بعد الاستغناء تحتاج إلى معرفة آداب النساء والمرأة على ذلك أقدر وبعد البلوغ تحتاج إلى التحصين والحفظ والأب فيه أقوى وأهدى ، وبه علم أنه لو قال حتى تبلغ لكان أولى .

(٤/٢٨٧، كتاب الطلاق ، باب الحضانة ، تبيين الحقائق :٣/٢٩٥، ٢٩٦، كتاب الطلاق ، باب الحضانة ، الفتاوى الولوالجية : ١/٣٨٣، كتاب النكاح ، الفصل الخامس فيمن أحق بالولد والنكاح بغير ولي الخ ، الفتاوى التاتارخانية :٣/١٨٧، كتاب الطلاق ، الفصل الثلاثون في حكم الولد عند افتراق الزوجين ، مجمع الأنهر :٢/١٦٨، ١٦٩، كتاب الطلاق ، باب الحضانة)

(٢) ما في " رد المحتار " : قال الرملي : ويشترط في الحاضنة أن تكون حرة بالغة عاقلة أمينة قادرة ، وأن تخلو من زوج أجنبي ، وكذا في الحاضن الذي سوى الشرط الأخير .

(٥/٢٥٣، كتاب الطلاق ، باب الحضانة ، مطلب شروط الحاضنة ، منحة الخالق على البحر الرائق :٤/٢٧٩، ٢٨٠، كتاب الطلاق ، باب الحضانة)=

کتاب الأيمان والنذور

قسم سے متعلق مسائل

تین مرتبہ قسم کھا کر توڑ دے تو کتنے کفارے لازم ہیں؟

مسئلہ (۱۴۲): اگر کسی آدمی نے تین مرتبہ قسم کھا کر ہر مرتبہ اس کو توڑ دیا، تو کفارہ کے سلسلے میں دو قول ہیں: پہلا قول یہ ہے کہ- ایک ہی کفارہ کافی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ- ایک کفارہ کافی نہیں، بلکہ تین کفارے لازم ہیں۔ دوسرا قول اَرجح واَشہر ہونے کے ساتھ اَحوط بھی ہے، اِس لیے اس پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے، البتہ دشواری کے وقت پہلے قول پر بھی عمل کرنے کی گنجائش ہوگی، لیکن اگر قسم ایک ہی مرتبہ کھائی ہے اور اس کے خلاف عمل تین بار کیا ہے، تو پھر بلا اختلاف ایک ہی کفارہ واجب ہوگا۔ (۱)

=(۳) ما في " تبيين الحقائق " : قال رحمه الله : (ومن نكحت غير محرمة سقط حقها) أي من تزوج ممن له حق الحضانة بغير محرم للصغير سقط حقها لما روينا ولأن زوج الأم يعطيه نزرا وينظر إليه شزرا فلا نظر في الدفع إليه . (۲۹۴/۳، كتاب الطلاق ، باب الحضانة ، مجمع الأنهر :۱۶۸/۲ ، كتاب الطلاق ، باب الحضانة ، الفتاوى التاتارخانية :۱۸۹/۳، كتاب الطلاق ، الفصل الثلاثون في حكم الولد عند افتراق الزوجين)

(۴) ما في " الفتاوى الهندية " : وكذا لو كانت سارقة أو مغنية أو نائحة فلا حق لها . كذا في النهر الفائق . (۵۴۱/۱ ، كتاب الطلاق ، الباب السادس عشر في الحضانة)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : (تثبت للأم) النسبية (ولو) كتابية أو مجوسية أو (بعد الفرقة إلا أن تكون مرتدة) فحتى تسلم لأنها تجس (أو فاجرة) فجورا يضيع الولد به ، كزنا وغناء=

....

=وسرقة ونياحة كما في البحر والنهر بحثًا . (۵/۲۵۳ ، كتاب الطلاق ، باب الحضانة)
ما في " مجمع الأنهر " : ومن لا يؤمن على صبي وصبية ليس له حق الإمساك . تدبر .
(۱۷۱/۲ ، كتاب الطلاق ، باب الحضانة) (اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : اختلف الفقهاء فيما يجب بالحِنث في الحلف بأيمان متعدِّدة على أمور شتّى نحو أن يقول : والله لا أدخل دارَ فلان والله لا أكلم فلانا ففعل ذلك كله على قولين : القول الأول : أنه يجب على الحالف لكل يمين كفارة ، وإليه ذهب الحنفية والمالكية والشافعية ، وهو ظاهر كلام الخِرَقي ، ورواية المَروزي عن أحمد ، والقول الثاني : أنه يجب على الحالف كفارة واحدة ، وبه قال أحمد في رواية ابن منصور ، قال القاضي : وهي الصحيحة ، وهو قول محمد من الحنفية .
(۳۵/۴۸ ، كفارة ، الحلف بأيمان متعددة على أمور شتى)
ما في " الدر المختار مع الشامية " : وفي البحر عن الخلاصة والتجريد : وتتعدد الكفارة لتعدد اليمين ، والمجلس والمجالس سواء . [در مختار] . وفي الشامية : قوله : (وتتعدد الكفارة لتعدد اليمين) وفي البغية : كفارات الأيمان إذا كثرت تداخلت ويخرج بالكفارة الواحدة عن عهدة الجميع . وقال شهاب الأئمة : هذا قول محمد . قال صاحب الأصل : هو المختار عندي . اهـ . مَقدَسي . ومثله في القهستاني عن المنية . (۵/۴۸۶ ، كتاب الأيمان ، مطلب تتعدد الكفارة لتعدد اليمين ، دار الكتب العلمية بيروت ، و۳/۷۱۴ ، دار الفكر بيروت)
ما في " البحر الرائق " : قال في الظهيرية : ولو قال : والله والرحمن والرحيم لا أفعل كذا ففعل ، ففي الروايات الظاهرة يلزمه ثلاث كفارات ، ويتعدد اليمين بتعدد الإسم لكن يشترط تخلّل حرف القسم ، وروى الحسن عن أبي حنيفة أن عليه كفارة واحدة ، وبه أخذ مشايخ سمرقند وأكثر المشايخ على ظاهر الرواية .... وفي التجريد عن أبي حنيفة : إذا حلف بأيمان فعليه لكل يمين كفارة ، والمجلس والمجالس سواء . (۴/۳۱۶ ، كتاب الأيمان ، دار الكتاب الإسلامي بيروت ، و۴/۴۸۹ ، ۴۹۰، دار الكتب العلمية بيروت)
(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۲۷۲۵۵)

بکرا صدقہ کرنے کی نذر اور اس کا گوشت

مسئلہ (۱۴۳): اگر کوئی شخص بکرے کو متعین کیے بغیر مطلق بکرے کے صدقہ کرنے کی نذر ومنت مانے، تو اس پر پورے ایک سال کا بکرا صدقہ کرنا لازم ہوگا[۱]، اور اگر کسی متعین بکرے کی طرف اشارہ کرکے، اسے صدقہ کرنے کی نذر ومنت مانے، تو پھر اس بکرے کا ایک سال کا ہونا ضروری نہیں، وہ بکرا جس عمر کا بھی ہو، اسے صدقہ کرنے سے نذر ومنت پوری ہوجائے گی[۲]، نیز نذر ومنت مانے ہوئے بکرے کا گوشت، نذر ومنت ماننے والا شخص، اس کے گھر والے، اور مالدار لوگ نہیں کھا سکتے، بلکہ اس کا پورا گوشت، فقرا وغربا پر صدقہ کرنا لازم اور ضروری ہے۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : ولا يجوز فيهما إلا ما يجوز في الأضاحي ، وهو الثني من الإبل والبقر والجذع من الضأن إذا كان ضخمًا . (۳۴۲/۶ ، كتاب النذر ، فصل في شرائط ركن النذر)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على أن نذر التضحية يوجبها سواء أكان الناذر غنيًا أم فقيرًا ، وهو إما أن يكون نذر المعينة نحو : للّٰه عليّ أن أضحي بهذه الشاة ، وإما أن يكون نذرا في الذمة لغير معينة لمضمونة ، كأن يقول : للّٰه علي أن أضحي ، أو يقول : للّٰه علي أن أضحي بشاة ، فمن نذر التضحية بمعينة لزمه التضحية بها في الوقت .

(۵/۷۸ ، ۷۹، أضحية ، الأضحية المنذورة) (فتاویٰ محمودیہ:۲۲۵/۲۰)

(۳) ما في " رد المحتار " : وهو مصرف أيضًا لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذلك من الصدقات الواجبة كما في القهستاني . (۲۸۳/۳، كتاب الزكاة ، باب المصرف)

ما في " تبيين الحقائق " : وإن وجبت بالنذر فليس لصاحبها أن يأكل منها شيئًا ولا أن يطعم=

بکرے کی بجائے اس کی قیمت کا صدقہ

مسئلہ (۱۴۴): اگر کوئی شخص بکرا صدقہ کرنے کی نیت کرے، پھر وہ بکرے کی بجائے اس کی قیمت یا اتنی مالیت کی کوئی دوسری چیز صدقہ کرنا چاہے، تو یہ بھی جائز اور درست ہے، موقع محل کے اعتبار سے جس امر کی زیادہ ضرورت محسوس ہو رہی ہو، اسے اختیار کرنا زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے۔[۱]

=غيره من الأغنياء سواء كان الناذر غنيًا أو فقيرًا ، لأن سبيلها التصدق وليس للمتصدق أن يأكل من صدقته ولا أن يطعم الأغنياء . (۶/۴۸۶ ، كتاب الأضحية)

ما في " البحر الرائق " : لا يجوز الدفع إلى أبيه وجده وإن علا ولا إلى ولده وولد ولده وإن سفل ..... وهذا الحكم لا يختص الزكاة بل كل صدقة واجبة لا يجوز دفعها لهم كأحد الزوجين كالكفارات والنذور وصدقة الفطر فلا يجوز صرفها للغني لعموم قوله عليه السلام "لا تحل صدقة لغني" . (۲/۴۲۵ – ۴۲۷ ، كتاب الزكاة ، باب المصرف)

(آپ کے مسائل اوران کا حل: ۵/ ۲۰۸، جدید ایڈیشن)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فتاوى قاضي خان " : رجل قال : إن نجوت من هذا الغم فللّٰه علي أن أتصدق بهذه الدراهم خبزًا ، ثم أراد أن يتصدق بالقيمة لا بالخبز جاز .

(۱/۱۲۹ ، كتاب الزكاة ، فصل في النذر)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : (نذر أن يتصدق بعشرة دراهم من الخبز فتصدق بغيره جاز إن ساوى العشرة) كتصدقه بثمنه . (۵/۵۲۵، كتاب الأيمان ، مطلب النذر غير المعلق لا يختص بزمان ومكان ودرهم وفقير ، الفتاوى التاتارخانية :۳/۵۴۹، كتاب الأيمان ، الفصل السادس والعشرون في النذور) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۶۹۶۴)

کتاب البیوع

خرید وفروخت سے متعلق مسائل

خنزیر کے بالوں کے برش کا استعمال اور خرید وفروخت

مسئلہ (۱۴۵): خنزیر نجس العین ہے، اس کے کسی جز سے انتفاع (فائدہ اٹھانا) جائز نہیں ہے[۱]، اس لیے اگر کسی بَرَش کے بارے میں تحقیق سے معلوم ہو جائے کہ وہ خنزیر کے بالوں سے بنایا گیا ہے، یا اُس میں خنزیر کے بال زیادہ ہیں، تو اس کا استعمال اور خرید وفروخت شرعاً جائز نہیں، اِس کے علاوہ بازار میں پلاسٹک وغیرہ کے برش دستیاب ہیں، انہیں استعمال کرنا چاہیے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : أما الخنزير فجميع أجزائه نجسة . كذا في الاختيار شرح المختار . (۱/۲۴، الطهارة ، الباب الثالث في المياه ، الفصل الثاني فيما لا يجوز به التوضؤ)

ما في " النهر الفائق " : (وشعر الإنسان) الميت (والميتة) غير الخنزير إذ جميع أجزائه نجسة . (۱/۸۳، كتاب الطهارة ، مطلب في طهارة الجلود ودباغتها ، فرع ، مجمع الأنهر : ۱/۵۱، كتاب الطهارة ، فصل ، الهداية : ۱/۴۱ ، كتاب الطهارة ، باب الماء الذي يجوز به الوضوء وما لا يجوز)

(۲) ما في " التنوير مع الدر والرد " : (وشعر الخنزير) لنجاسة عينه فيبطل بيعه .

(۷/۲۶۴ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد ، مطلب في التداوي بلبن البنت للرّمد قولان)

ما في " البحر الرائق " : قوله : (وشعر الخنزير) أي لم يجز بيعه إهانة له لكونه نجس العين كأصله فالبيع لو جاز لكان اكراما ...... وكان ابن سيرين لا يلبس خفا خرز بشعر الخنزير فعلى هذا لا يجوز بيعه ولا الانتفاع به ، ولذا روي عن أبي يوسف كراهة الانتفاع به . (۶/۱۳۲، ۱۳۳، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۷۵۴۷، فتاویٰ محمودیہ: ۲۴/۸۱)

شکاری کتا پالنا اور اس کی خرید وفروخت

مسئلہ (۱۴۶): اگر کتا شکاری ہو، یا کھیتی وغیرہ کی حفاظت کے لیے رکھا جائے، تو شرعاً اس کی اجازت ہے، اور اِس مقصد کے لیے اُس کی خرید وفروخت بھی جائز ہے، اور اگر کتا ان مقاصد کے لیے نہ ہو، تو چوں کہ کتا ایک نجس جانور ہے، اس لیے اس کو گھر میں رکھنا، اس کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرنا، اس کو اپنے ساتھ گھمانا پھرانا، جیسا کہ مغرب زدہ طبقے میں رائج ہے، شرعاً ممنوع ہے، اور اس مقصد کے لیے کتے کی خرید وفروخت بھی ناجائز ہے، اِس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي طلحة رضي الله عنهم قال : قال النبي ﷺ : " لا تدخل الملائكة بيتًا فيه كلب ولا تصاوير " .

(۲/۸۸۰ ، كتاب اللباس ، باب التصاوير ، الرقم : ۵۹۴۹)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " من اقتنى كلبًا إلا كلبَ ماشية أو ضار نقص من عمله كل يوم قيراطان " . متفق عليه .

(ص/۳۵۹ ، كتاب الصيد والذبائح ، باب ذكر الكلب)

ما في " تكملة فتح الملهم " : وقال الحنفية : الكلاب التي ينتفع بها يجوز بيعها ويباح أثمانها وبه قال عطاء بن أبي رباح وابراهيم النخعي وأبو يوسف ومحمد وابن كنانة وسحنون من المالكية ومالک في رواية ، وروي عن أبي حنيفة أن الكلب العقور لا يجوز بيعه ولا يباح ثمنه ، هذا ملخص ما في عمدة القاري [۵ : ۲۱۰] والمغني لإبن قدامة [۴ : ۲۵۱و۲۵۲] .

(۷/۴۹۳ ، ۴۹۴ ، كتاب المساقاة ، باب تحريم ثمن الكلب وحلوان الكاهن ومهر البغي الخ)

ما في " شرح معاني الآثار " : قال أبو جعفر : فلما ثبتت الإباحة بعد النهي وأباح الله عز وجل في كتابه ما أباح بقوله : ﴿وما علّمتم من الجوارح مكلّبين﴾ اعتبرنا حكم ما ينتفع به هل=

بیع تعاطی کی ایک صورت

مسئلہ (۱۴۷): کھیتی کے موقع پر کسان فصل کے لیے جو سامان لیتے ہیں، وہ پانچ ماہ کی اُدھار پر ہوتا ہے، جس میں بائع و بیوپاری ۵۰۰/ والی چیز کے ۶۰۰/ روپئے لیتا ہے، جس کا دونوں کو پتا ہوتا ہے، معاملہ کرتے وقت ایک دوسرے سے کوئی بات نہ پوچھتے ہیں، نہ بتاتے ہیں، اور بل میں ۶۰۰/ کے حساب سے ہی ریٹ لکھا جاتا ہے، معاملے کی یہ صورت شرعاً درست ہے، بشرطیکہ معاملے کے وقت اُدھار والی قیمت طے ہو جاتی ہو، چاہے ایسا کرنا تعاطی کے طریقے پر ہی ہو، یعنی بغیر پوچھے بتائے ۵۰۰/ کی چیز کا لین دین ۶۰۰/ میں آپسی رضامندی سے ہوتا ہو۔(۱)

= يجوز بيعه ويحل ثمنه أم لا ؟ فرأينا الحمار الأهلي قد نهي عن أكله وأبيح كسبه والانتفاع به فكان بيعه إذ كان هذا حكمه حلالا وثمنه حلالا ، وكان يجيء في النظر أيضًا أن يكون كذلك الكلاب لما أبيح الانتفاع بها حل بيعها وأكل ثمنها ويكون ما روي في حرمة أثمانها كانت وقت حرمة الانتفاع بها ، وما روي في إباحة الانتفاع بها دليل على حلّ أثمانها ، وهذا قول أبي حنيفة وأبي يوسف ومحمد رحمهم الله تعالى .

(۲/ ۲۰۱ ، كتاب البيوع ، باب ثمن الكلب)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما بيع كل ذي ناب من السباع سوى الخنزير كالكلب والفهد والأسد والنمر والذئب والهر ونحوها فجائز عند أصحابنا .

(۴/ ۳۳۴ ، كتاب البيوع ، حكم عظم الخنزير والآدمي ، دار الكتاب ديوبند)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۳۱۵۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن أبي هريرة قال : " نهى رسول الله ﷺ عن بيعتين في بيعة" ...... وقد فسر بعض أهل العلم قالوا : بيعتين في بيعة أن يقول : أبيعك هذا الثوب=

....

....

=بنقد بعشرة وبنسيئة بعشرين ولا يفارقه على أحد البيعتين فإذا فارقه على أحدهما فلا بأس به إذا كانت العقدة على أحد منهما . (۱/۲۳۳، أبواب البيوع ، باب ما جاء في النهي عن بيعتين في بيعة ، اعلاء السنن : ۱۴/۲۰۵، كتاب البيوع ، باب النهي عن بيعتين في بيعة)
ما في " المبسوط للسرخسي " : وإذا عقد العقد على أنه إلى أجل كذا بكذا وبالنقد بكذا أو قال : إلى شهر بكذا ، أو إلى شهرين بكذا ، فهو فاسد ، لأنه لم يعاطه على ثمن معلوم ولنهي النبي صلى الله عليه وسلم عن شرطين في البيع وهذا هو التفسير للشرطين في بيع ، وهذا إذا افترقا على هذا فإن كان يتراضيان بينهما ولم يتفرقا حتى قاطعه على ثمن معلوم وأتما العقد عليه فهو جائز ، لأنهما افترقا إلا بعد تمام شرط صحة العقد . (۱۳/۹، كتاب البيوع ، باب البيوع الفاسدة)
ما في " موسوعة الفقه الإسلامي والقضايا المعاصرة " : بيع المعاطاة : المعاطاة : أن يتفق العاقدان على ثمن ومثمن ويعطيا من غير إيجاب ولا قبول ، وقد يوجد لفظ من أحدهما ، وهو بيع صحيح عند الجمهور ، لأن البيع ينعقد بكل ما يدل على الرضا بتبادل الملك في الأموال سواء بالصيغة المعبرة عن الإرادة صراحة من إيجاب وقبول أم بما يدل على الرضا عرفا ، اعتبارا بعرف الناس واحتراما لعاداتهم السائدة فيما بينهم ، ما لم تصادم نصا من نصوص الشرع ، فيصح البيع باللفظ أو الإشارة أو بغيرهما ، ما دام يدل على المقصود من العلم بتراضي العاقدين ، ولم يثبت اشتراط لفظ ، فيرجع للعرف كسائر الألفاظ المطلقة .
(۴/۲۷۰، عقد البيع)
ما في " الهداية " : ألا يرى أنه يزاد في الثمن لأجل الأجل . (۳/۵۸، كتاب البيوع ، باب المرابحة والتولية ، البحر الرائق : ۶/۱۹۰ ، كتاب البيع ، باب المرابحة والتولية)
ما في " بحوث في قضايا فقهية معاصرة " : أما الأئمة الأربعة وجمهور الفقهاء والمحدثين فقد أجازوا البيع المؤجل بأكثر من سعر النقد بشرط أن يبتّ العاقدان بأنه بيع مؤجل بأجل معلوم وبثمن متفق عليه عند العقد . (۱/۷، زيادة الثمن من أجل التأجيل)
(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۶۳۶۲)

خرید وفروخت میں ڈسکاؤنٹ (Discount)

مسئلہ (۱۴۸): آج کل عموماً بڑے مارکیٹس میں تجارت کے فروغ وعروج کے لیے ''ڈسکاؤنٹ'' (Discount) کا طریقہ رائج ہے، مثلاً دکان میں ہر سامان پر کچھ ڈسکاؤنٹ ہوتا ہے، یعنی اگر کسی سامان کی قیمت ایک ہزار (1000) ہے، تو اس پر پچیس فیصد (25%) ڈسکاؤنٹ، یعنی وہ سامان اب گاہک کو صرف سات سو پچھتر (775) میں دیا جائے گا، خرید وفروخت کی یہ مروّجہ صورت شرعاً درست ہے۔(۱)

خریدنے سے پہلے کوئی چیز چکھ کر دیکھنا

مسئلہ (۱۴۹): بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جب وہ کسی پھل فروٹ کی لاری یا دکان کے پاس سے گزرتے ہیں، تو خریدنے کا قصد وارادہ نہ ہونے کے باوجود کوئی چیز چکھ کر دیکھتے ہیں، اسی طرح بعض لوگ وہ ہوتے ہیں، جو خریدنے کے عزم کے ساتھ کسی چیز کو چکھ کر دیکھتے ہیں، پھر پسند آجانے کے باوجود اِرادہ بدل جاتا ہے، تو نہیں خریدتے، اور بعضے وہ ہوتے ہیں جو خریدنے کے ارادہ سے چکھتے ہیں، مگر وہ چیز پسند نہیں آتی، تو چھوڑ دیتے ہیں، خریدتے نہیں،

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' المختصر القدوري '' : ویجوز للمشتري أن یزید للبائع في الثمن ویجوز للبائع أن یزید للمشتري في المبیع ، ویجوز أن یحط من الثمن . (ص/ ۸۱ ، کتاب البیوع ، الهدایة :۳/ ۵۹، التنویر وشرحه مع الشامیة :۷/ ۲۸۵، البحر الرائق : ۶/ ۱۹۸) (جدید فقہی مسائل:۱/ ۲۱۷،قدیمی)

اِس سلسلے میں یہ بات یاد رکھیں کہ- کھانے کی چیزیں مثلاً: آم، تربوز، خربوز وغیرہ چکھنے کی تین صورتیں ہیں:

(۱) اگر خریدنے کا ارادہ نہ ہو، اور چکھے تو یہ منع اور مکروہ ہے، نقصان کا بدلہ دینا ہوگا۔

(۲) خریدنے کا عزم تھا، چکھنے کے بعد پسند آئی، پھر ارادہ بدل گیا، تو نقصان کا بدلہ دے، یا مالک سے معافی چاہے۔

(۳) خریدنے کا ارادہ تھا، لیکن چکھنے کے بعد پسند نہیں آئی، تو اب نہ خریدنے میں کوئی حرج نہیں، اور اِس صورت میں نہ نقصان کا بدلہ لازم ہوتا ہے، اور نہ مالک سے معافی چاہنا۔(۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (أو كان) المبيع (طعاماً فأكله أو بعضه) أو أطعمه عبده أو مدبره أو أم ولده أو لبس الثوب حتى تخرق فإنه يرجع بالنقصان استحساناً عندهما، وعليه الفتویٰ . بحر . وعنهما يرد ما بقي ويرجع بنقصان ما أكل ، وعليه الفتوى . (در مختار) . (۱۹۲/۷ ، باب خيار العيب، مطلب فيما لوأكل بعض الطعام)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولو اشترى طعاماً فوجد به عيباً وقد أكل بعضه يرجع بنقصان عيب ما أكل ويرد ما بقي بحصته ، وهذا قول محمد رحمه الله تعالیٰ ، وبه كان يفتي الفقيه أبوجعفر ، وبه أخذ الفقيه أبو الليث . (۸۴/۳ ، الفصل الثالث فيما يمنع الرد بالعيب وما لا يمنع الخ . البحر الرائق : ۸۸/۶ ، باب خيار العيب ، تبيين الحقائق : ۳۴۵/۴ ، باب خيار العيب ، خلاصة الفتاوى : ۱۰۷/۳ ، الجنس الثاني فيما يمنع الرد بالعيب ، الهداية : ۴۳/۳ ، باب خيار العيب) (فتاویٰ رحیمیہ: ۲۱۷/۹، فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۱۸۱۶، محقق ومدلل جدید مسائل: ۳۲۲/۱، مسئلہ نمبر: ۲۶۰، ایڈیشن ثانی)

کتاب الربوا

سود سے متعلق مسائل

قرض یا رہن کی رقم پر فائدہ حاصل کرنا

مسئلہ (۱۵۰): اگر کوئی شخص کسی سے کوئی مکان یا دکان بلا کرایہ استعمال کے لیے لے، اور بدلے میں مالکِ مکان یا دکان کو ایک بڑی رقم بطورِ قرض یا رہن کے دے، تو یہ معاملہ جائز نہیں ہے۔ اسی طرح ایک بڑی رقم قرض یا رہن کے طور پر دے کر، برائے نام کرایہ دے کر کسی کے مکان یا دکان کو استعمال کرنا یہ بھی جائز نہیں ہے، کیوں کہ یہ قرض کی بنیاد پر بلاعوض یا برائے نام کرایہ دے کر فائدہ اٹھانا ہے، جو سراسر ناجائز اور سود ہے، حدیث شریف میں اس پر ممانعت وارد ہوئی ہے، ہاں! البتہ اگر کوئی مکان یا دکان کا ضرورت مند، مالکِ مکان یا دکان کو بطورِ ڈپازٹ کوئی رقم دے، اور اس کے مکان یا دکان کو مُروَّجہ کرایہ پر لے کر استعمال کرے، تو شرعاً یہ جائز ہے، اور ڈِپازٹ کی رقم پر اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کی تجویز کے مطابق قرض کے احکام جاری ہوں گے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' کنز العمال '' : '' کل قرضٍ جرّ منفعة فھو ربًا '' .

(۱۹۹/۶، کتاب الدین والسلم ، فصل في لواحق کتاب الدین ، الرقم :۱۵۵۱۲، ارواء الغلیل في تخریج أحادیث منار السبیل :۲۳۵/۵، الرقم :۱۳۹۸)

ما في '' السنن الکبری للبیھقي '' : عن فضالة بن عبید صاحب النبي ﷺ أنه قال : '' کل=

....

....

....

....

....

....

=قرض جّر منفعة فهو وجه من وجوه الربا ". موقوف .

(۵۲۳/۵ ، كتاب البيوع ، باب كل قرض جر منعفة فهو ربا ، الرقم :۱۰۹۳۳)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وفي الخلاصة : القرض بالشرط حرام ، والشرط لغو ... وفي الأشباه : كل قرض جرّ نفعا حرام .

(۳۹۴/۷ ، ۳۹۵ ، باب المرابحة والتولية ، مطلب كل قرض جرّ نفعا حرام)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وإن شرط أن يؤجره داره بأقل من أجرتها ، أو أن يستأجر دارا لمقرض بأكثر من اجرتها كان أبلغ في التحريم .

(۱۳۴/۳۳ ، قرض ، اشتراط عقد آخر في القرض)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۴۹۶۵۳)

ما في " رد المحتار " : وفي الخانية : رجل استقرض دراهم وأسكن المقرض في داره ، قالوا : يجب أجر المثل على المقرض ، لأن المستقرض انما أسكنه في داره عوضا عن منفعة القرض لا مجانا ، وكذا لو أخذ المقرض من المستقرض حمارًا ليستعمله إلى أن يرد عليه الدراهم . اهـ . وهذه كثيرة الوقوع . والله تعالى اعلم .

(۸۷/۹، كتاب الإجارة ، مطلب أسكن المقرض في داره يجب أجر المثل)

وما في " رد المحتار " : **فائدة** : قال في التاترخانية ما نصه : ولو استقرض دراهم وسلم حماره إلى المقرض ليستعمله إلى شهرين حتى يوفى دينه أو داره ليسكنها فهو بمنزلة الإجارة الفاسدة ، إن استعمله فعليه أجر مثله ولا يكون رهنا . (۸۷/۱۰، كتاب الرهن ، الفتاوى التاتارخانية :۲۱۳/۱۸، كتاب الرهن ، الفصل الثاني عشر في المتفرقات ، رقم المسألة :۳۰۲۶۶ ، الكافي في الفقه الحنفي :۱۲۳۶/۳ ، الإجارة ، فساد الإجارة)

وکیل کا دکاندار سے کمیشن وصول کرنا

مسئلہ (۱۵۱): اگر کوئی شخص کسی کمپنی یا ادارہ کا ملازم ہے، اوراس کے ذمہ کمپنی یا ادارہ میں استعمال ہونے والی مشینیں، پارٹس اور دیگر سامان خرید کر لانا ہے، اب اگر یہ شخص کمپنی یا ادارہ کے لیے کوئی چیز خریدے، اوراس خریداری پر دکاندار اُسے بطورِ کمیشن کوئی رقم دے، تو اس کمیشن کا حق دار متعلقہ کمپنی یا ادارہ ہے، یہ شخص نہیں، کیوں کہ یہ شخص کمپنی یا ادارہ کی طرف سے وکیل ہے، اور وکیل کو کسی چیز کی خریداری پر ملنے والے کمیشن کا حق دار مؤکل ہوتا ہے، نہ کہ وکیل، اگر وکیل یہ کمیشن خود رکھ لیتا ہے، تو یہ خیانت ودھوکہ بازی ہے، جو شرعاً ناجائز وحرام ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(ا) ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : المال الذي قبضه الوكيل والرسول من جهة الوكالة ومن جهة الرسالة أمانة في يدهما . (۲/۲۳۶، الكتاب السادس ؛ الأمانات ، الباب الأول في بيان بعض الأحكام العمومية المتعلقة بالأمانات ، تحت المادة : ۷۶۸)

ما في " شرح المجلة " : المال الذي قبضه الوكيل بالبيع والشراء وايفاء الدين واستيفائه وقبض العين من جهة الوكالة في حكم الوديعة في يده . (ص/۷۸۴، المادة :۱۴۶۳، درر الحكام شرح المجلة :۳/ ۵۶۱، أحكام الوديعة العمومية ، المادة :۱۴۶۳)

ما في " مجمع الأنهر " : (وليس للوكيل بشراء عين شراؤه لنفسه) ولا لمؤكل آخر لأنه يؤدي إلى تغرير الآمر من حيث أنه اعتمد عليه . (۳/ ۳۱۹ ، كتاب الوكالة ، باب الوكالة بالبيع والشراء ، رد المحتار :۸/ ۲۵۲، كتاب الوكالة ، باب الوكالة بالبيع والشراء ، البحر الرائق :۷/ ۲۶۸، كتاب الوكالة ، باب الوكالة بالبيع والشراء)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۴۲۲۲)

کمپیوٹر کی خرید وفروخت اوراس کی مرمّت

مسئله (۱۵۲): کمپیوٹر کی خرید وفروخت اوراس کی مرمّت کا کام کرنا بلا شبہ جائز اور درست ہے، اوراس سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی جائز ہے، البتہ جس شخص کے متعلق یقینی طور سے معلوم ہو کہ وہ اسے معاصی میں استعمال کرے گا، تو اسے فروخت کرنا اوراس کی مرمّت کرنا مکروہ ہے۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : ولا بأس ببيع العصير ممن يتخذه خمرا ، لأن المعصية لا تقام بعينه بل بعد تغييره بخلاف بيع السلاح في أيام الفتنة ، لأن المعصية تقوم بعينه .

(۴۵۶/۴، كتاب الكراهية ، فصل في البيع)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : (وجاز بيع عصير عنب ممن يعلم أنه يتخذ خمرا ، لأن المعصية لا تقوم بل بعد تغييره . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قوله : (ممن يعلم) فيه إشارة إلى أنه لو لم يعلم لم يكره بلا خلاف . (۵۶۰/۹، الحظر والإباحة ، فصل في البيع ، الهندية : ۱۱۶/۳ ، البيوع ، الباب التاسع فيما يجوز بيعه وما لا يجوز ، مطلب بيع المحرمات)

ما في " اعلاء السنن " : أجاز أبو حنيفة بيع العنب والعصير ممن يعلم أنه يتخذها خمرا .... إذ ليس كل متسبب ملعونا على الإطلاق ، فينبغي أن يقال : إن فيه تفصيلا ، وهو أنه إن قصد بهذه أفعال المعصية يكون آثما ، وإلا لا ، .... فإن قلت : مباشرة البيع بعد العلم بأنه يتخطه خمرا قصد للمعصية ، قلت : كلا ! لأن قصد المعصية هو أن يبيعه منه ليتخذه خمرا ، لا البيع ممن يعلم أنه يتخذه خمرا بدون قصد أن يتخذه خمرا فلا اشكال . (۳۷۳/۱۷ ، كتاب الحظر والإباحة ، باب بيع العصير والعنب ممن يعلم أنه يتخذه خمرا ، الرقم : ۵۷۴۱) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۶۸۳۱)

ما في " رد المحتار " : لا يكره بيع الجارية المغنّية والكبش النطوح والديک المقاتل والحمامة الطيارة ، لأنه ليس عينها منكرا ، وإنما المنک في استعمالها المحظور . (۴۲۰/۶ ، كتاب الجهاد ، باب البغاة ، مطلب في كراهة بيع ما تقوم المعصية بعينه ، بيروت ، النهر الفائق :۲۶۸/۳، كتاب الجهاد ، باب البغاة ، دار الإيمان سهارنپور ، البحر الرائق :۲۴۰/۵، كتاب السير ، باب البغاة)

رہنمائی پر کمیشن لینا

مسئلہ (۱۵۳): اگر کوئی شخص کسی سرکاری ہسپتال کی لیب میں کام کرتا ہے، جہاں پر مختلف اَمراض کی تشخیص کے ٹیسٹ کیے جاتے ہیں، مگر کچھ ٹیسٹ ایسے ہوتے ہیں، جو سرکاری ہسپتال کی لیب میں نہیں ہوتے، بلکہ باہر کی پرائیویٹ لیب میں ہوتے ہیں، تو اگر کسی شخص کو اُن ٹیسٹ کی ضرورت ہو جو باہر کی لیب میں ہوتے ہیں، اور وہ یہ ٹیسٹ سرکاری لیب میں کام کرنے والے شخص کی معرفت ایسے لیب میں کراتا ہے جہاں اسے کمیشن ملتا ہے، تو اگر وہ سرکاری شخص ڈیوٹی کے اوقات کے علاوہ میں جا کر یہ کام انجام دیتا ہے، تو اس کے لیے یہ کمیشن لینا شرعاً جائز ہے(۱)، اور اگر صرف رہنمائی کرتا ہے، خود کوئی عمل نہیں کرتا، تو پھر اس کے لیے یہ کمیشن لینا جائز نہیں ہے۔(۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار فقال : أرجو أنه لا بأس به ، وإن كان في الأصل فاسدا لكثرة التعامل ، وكثير من هذا غير جائز فجوزوه لحاجة الناس إليه . (۷۵/۹، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة ، مطلب في أجرة الدلال)

ما في " خلاصة الفتاوى " : وفي الأصل أجرة السمسار والمنادي والحمامي والصكاك وما لا تقدير فيه للوقت ولا مقدار لما يستحق بالعقد ، لكن للناس فيه حاجة جاز ، وإن كان في الأصل فاسدا . (۱۱۶/۳، كتاب الإجارات ، الفصل الثاني في صحة الإجارة وفسادها ، جنس آخر في المتفرقات الخ) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۵۴۲۲۲)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وفي البزازية والوالجية : رجل ضلّ له شيء فقال : من دلّني على كذا فله كذا فهو على وجهين : إن قال ذلک علی سبیل العموم بأن قال : من=

چیک جاری کرنے والے سے جرمانہ لینا

مسئلہ (۱۵۴): آج کل لین دین، خرید وفروخت میں چیک کا رَواج بڑھ چکا ہے، مثلاً کوئی شخص کسی سے کوئی چیز خریدتا ہے، تو اُسے قیمت میں نقد روپیہ دینے کی بجائے چیک دیتا ہے، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بینک وہ چیک واپس کردیتا ہے، جس کی کوئی بھی وجہ ہوسکتی ہے، مثلاً چیک جاری کرنے والے کے اکاؤنٹ میں رقم نہیں تھی، یا دستخط میں غلطی تھی وغیرہ، ایسی صورت میں وہ شخص جس کو چیک جاری کیا گیا تھا، اُس چیک جاری کرنے والے کے پاس آتا ہے، اور اُس سے کہتا ہے کہ آپ نے جو چیک مثلاً دس ہزار روپئے کا جاری کیا تھا، وہ کیش ہوئے بغیر واپس ہوگیا، اس لیے اب آپ مجھے دس ہزار دوسو نقد دے دو، یعنی اصل قرض پر بطورِ جرمانہ دوسو زائد دے دو، تو یہ زائد دوسو روپئے بطورِ جرمانہ چیک جاری کرنے والے سے لینا شرعاً جائز نہیں ہے [1]، بلکہ باطل وحرام طریقے سے دوسرے کے مال کو کھانا ہے، کیوں کہ حرام مال صرف سود ہی میں منحصر نہیں، بلکہ جوا، سود، چوری، ناپ تول میں کمی اور بغیر رضا مندی کے کسی کا مال لینا وغیرہ،

= دلّني ، فالإجارة باطلة ، لأن الدلالة والإشارة ليست بعمل يستحق به الأجر ، وإن قال على سبيل الخصوص بأن قال لرجل بعينه : إن دللتني على كذا فلک كذا ، إن مشى له فدله فله أجر المثل للمشي لأجله .... وإن دله بغير مشي فهو والأول سواء . (۹/۱۳۰، ۱۳۱، كتاب الإجارة ، باب فسخ الإجارة ، مطلب ضل له شيء فقال من دلّني عليه فله كذا)

ما في " قواعد الفقه " : استحقاق الأجرة بعمل لا بمجرد قول . (ص/۵۷، القاعدة :۲۵) =

یہ سب حرام کی قسمیں ہیں، اس لیے گرچہ اس دوسو روپئے کو جرمانہ کا نام دیا جارہا ہے، لیکن یہ بھی شرعاً سود ہی کی طرح حرام ہے (۲)، اسی طرح چیک جاری کرنے والا اگر جان بوجھ کر اس طرح کا واپس ہونے والا چیک جاری کرتا ہے، مثلاً اس کو معلوم ہے کہ اس کے اکاؤنٹ میں رقم نہیں ہے، پھر بھی وہ قرض خواہ کو مطمئن کرنے کے لیے فوری کیش ہونے والا چیک جاری کرتا ہے، تو اُس کا یہ عمل بھی غیر شرعی ہے، کہ اس میں جھوٹ، دھوکہ اور تکلیف کے ممنوع عناصر موجود ہیں، لہٰذا اِس سے بچنا واجب ہے۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " فيض القدير " : " كل قرض جرّ منفعة فهو ربا " . (۵/۲۸، الرقم : ۶۳۳۶)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما الذي يرجع إلى نفس القرض فهو أن لا يكون فيه جرّ منفعة ، فإن كان لم يجز . (۶/۵۱۸، كتاب القرض وركنه ، شرائط القرض)

(۲) ما في " روح المعاني " : والربا في الأصل الزيادة من قولهم : ربا الشيء يربو إذا زاد ، وفي الشرع عبارة عن فضل مال لا يقابله عوض في معاوضة مال بمال .

(۳/۷۹ ، سورة البقرة : الآية/۲۷۴ ، رد المحتار :۷/۳۹۹ ، كتاب البيوع ، باب الربا)

ما في " رد المحتار " : لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي .

(۶/۷۷، كتاب الحدود ، مطلب في التعزير بأخذ المال)

(۳) ما في " القرآن ا لكريم " : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا لا تأكلوا اموالكم بينكم بالباطل﴾ .

(سورة النساء : ۲۹)

ما في " روح المعاني " : والمراد بالباطل ما يخالف الشرع كالربوا والقمار والبخس والظلم . وعن الحسن : وهو ما كان بغير استحقاق في طريق الأعواض . (۲/۲۲، سورة النساء)

ما في " جامع الترمذي " : عن أبي هريرة : أن رسول الله ﷺ قال : " من غشّ فليس منّا" .

(۱/۲۴۵، أبواب البيوع ، باب ما جاء في كراهية الغشّ)

کتاب الإجارة

اجارہ سے متعلق مسائل

ضرورت مند اور غریب لوگوں کو کم اجرت دیکر کام کروانا

مسئلہ (۱۵۵): بعض لوگ سرکاری اور نجی اداروں میں ملازمین کی تنخواہوں کے معیار و اسکیل کی بابت سوال کرتے ہیں کہ ملازمین کی تنخواہوں کا معیار کیا ہونا چاہیے؟ جواباً عرض ہے کہ زمانے اور حالات کے تغیُّر کے ساتھ ساتھ افراد کے پیشہ، ذمہ داری، منصب اور ان کی ضروریات اور حالات کے مختلف ہونے کی بنا پر، ان کے یومیہ یا ماہانہ مشاہرہ اور وظیفہ کی مقدار میں کمی بیشی ایک لازمی امر ہے، اس لیے شریعتِ مطہرہ نے اس سلسلے میں اگرچہ کسی خاص فرد کے لیے مقدارِ تنخواہ کی کسی خاص مقدار کو متعین نہیں کیا، کہ اس سے کم وبیش دینا گناہ ہو، البتہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانۂ خلافت میں مناصب ومراتب اور ضرورت وحاجت کا لحاظ کرتے ہوئے اپنی رعایا کو بیت المال سے وظیفہ دیا کرتے تھے، مثلاً: قاضی کو پانچ سو درہم (۱۸۱ر تولہ، جس کی قیمت موجودہ دور کے حساب سے ۶۰۲۰ے رہوتی ہے) اور دیگر مسلمین کو ان کی ضرورت وحاجت اور پیشہ ومنصب کی بنا پر کم وبیش دیا کرتے تھے، اس لیے موجودہ دور کے اربابِ حکومت، نجی وپرائیویٹ کمپنیوں اور اداروں کے مالکان وذمہ داران کو چاہیے کہ آئے دن کے حالات کی تبدیلی، مہنگائی، ملازمین کی واقعی ضرورت، ان کے مرتبہ ومنصب اور ذمہ داریوں کا لحاظ رکھتے ہوئے، کم از کم اتنی تنخواہ مقرر کریں کہ ان کے یومیہ

اخراجات اوران کی بیماری وغیرہ میں ان کوکسی غیر کی طرف نظر نہ کرنی پڑے، اور نہ وہ مالایُطاق قرض کے بوجھ تلے دب جائیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويعطي بقدر الحاجة والفقه والفضل ، فإن قصر كان الله عليه حسيبا . زيلعي . [در مختار] . وفي الشامية : قوله : (ويعطي بقدر الحاجة الخ) الذي في الزيلعي هكذا : ويجب على الإمام أن يتقي الله تعالى ويصرف إلى كل مستحق قدر حاجته من غير زيادة ، فإن قصر في ذلك كان الله تعالى عليه حسيبًا . اهـ . وفي البحر عن القنية : كان أبو بكر رضي تعالى عنه يسوّي في العطاء من بيت المال ، وكان عمر رضي الله تعالى عنه يعطيهم على قدر الحاجة والفقه والفضل ، والأخذ بهذا في زماننا أحسن ، فتعتبر الأمور الثلاثة . اهـ . أي فله أن يعطي الأحوج أكثر من غير الأحوج ، وكذا الأفقه والأفضل أكثر من غيرهما ، وظاهره أنه لا تراعى الحاجة في الأفقه والأفضل ، وإلا فلا فائدة في ذكرهما ، ويؤيده أن عمر رضي الله تعالى عنه كان يعطي من كان له زيادة فضيلة من علم أو نسب أو نحو ذلك أكثر من غيره ، وفي البحر أيضًا عن المحيط : والرأي إلى الإمام من تفضيل وتسوية من غير أن يميل في ذلك إلى هوى . (۳۵۲/۶ ، كتاب الجهاد ، باب العشر والخراج والجزية ، مطلب : تحقيقٌ مهمٌّ في توجيه الوظائف للإبن ، بيروت)

ما في " إزالة الخفاء عن خلافة الخلفاء " : في الاستيعاب : توفي يزيد بن سفيان واستخلف أخاه معاوية على عمله فكتب إليه عمر بعهده على ما كان يزيد يلي من عمل الشام ورزقه ألف دينار في كل شهر . اهـ . (۷۱/۲ ، و۲۶۲/۳ ، من موقع المكتبة الشاملة)

ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : ويرزقه من بيت المال ، ولا بأس للقاضي أن يأخذ وإن كان غنيا مُثرياً وإن احتسب فهو أفضل ، والأصل فيه قوله تعالى في مال اليتيم إذا عمل فيه الوصي ﴿ومن كان غنيا فليستعفف ومن كان فقيرا فليأكل بالمعروف﴾ . [النساء :۶] وذكر عن عمر رضي الله عنه أنه كان يرزق سليمان بن ربيعة الباهلي على القضاء كل شهر خمس مائة درهم ، لأنه فرّغ نفسه للعمل للمسلمين ، فكانت كفايته وعياله عليهم ، قالوا : وكان عمر رضي الله عنه يرزق شُريحا كل شهر مائة درهم ورزقه على خمس مائة ، وذلك لقلة عياله=

ملازم ذمہ داری نبھانے پر تنخواہ کا حق دار

مسئلہ (۱۵۶): اسکولوں، کالجوں، مدرسوں کے معلمین وملازمین اجیرِ خاص ہیں، جب وہ ملازَمت کے اوقات میں حاضر رہیں، اور مفوَّضہ کاموں کی انجام دہی کریں، تو متعینہ اجرت وتنخواہ کے حق دار ہوں گے، لیکن اگر وہ ملازَمت کے متعینہ وقت میں محض حاضر رہیں، اور اداروں کی جانب سے مفوَّضہ کاموں کو انجام نہ دیں، بلکہ اپنے ذاتی کاموں، فون وموبائل یا دیگر غیر مفوَّضہ کاموں میں مشغول ولگے رہیں، اور وقتِ متعینہ کو پورا کرکے گھر کا راستہ لے لیں، تو وہ متعینہ اجرت وتنخواہ کے حق دار نہیں، اور نہ یہ اجرت وتنخواہ ان کے لیے جائز وحلال ہوگی، امانت ودیانت کا تقاضا تو یہ ہے کہ وقتِ ملازَمت میں جتنا وقت اپنے ذاتی کاموں میں لگایا اتنے وقت کی تنخواہ خود ہی وضع کرادیں، اگر ملازمین کی طرف سے ایسا نہیں کیا جاتا، اور ادارہ خود ایسا کرتا ہے، تو اس کا یہ عمل جائز ودرست ہے، ملازمین کا اس امر کے خلاف چہ میگوئیاں کرنا اور چیں بہ جبیں ہونا غیر اخلاقی وغیر شرعی امر ہے۔ (۱)

=في زمن عمر رضي الله عنه ، أو رخص السّعر وكثرة عياله في زمن علي رضي الله عنه ، أو غلاء السعر ، فرِزْقُ القاضي لا يُقدَّر بشيء ؛ لأنه ليس بأجر لأنه لا يحل على القضاء . اهـ.

(۷/ ۲۳۹ ، كتاب أدب القاضي ، بيروت)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۵۰۲۷، فتاویٰ عثمانی: ۳/ ۳۸۴، ۳۸۵، -و۳/ ۳۸۶، ۳۸۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير مع الدر والرد " : الأجراء على ضربين : مشترک وخاص ، فالأول من يعمل لا لواحد .... والثاني الخاص ، وهو من يعمل لواحد عملا مؤقتا بالتخصيص=

ایئر ویز کمپنی کی طرف سے سہولت حاصل کرنا

مسئلہ (۱۵۷): آج کل ایئر ویز کمپنیاں یہ اعلان کرتی ہیں کہ جو ہمارے ہوائی جہاز میں زیادہ سفر کرے گا، اور پھر اس سفر کی ایک خاص مقدار پوری ہوجائے گی، تو ہم انہیں مفت میں ٹکٹ دیں گے، یا کچھ اور مُراعات وسہولیات فراہم کریں گے، تو ان کا اس طرح مفت میں ٹکٹ دینا اور مُراعات وسہولیات فراہم کرنا تبرعِ مشروط کے حکم میں ہوگا، لہٰذا ایئر ویز کمپنیوں کی طرف سے اس قسم کی مُراعات وسہولیات کو حاصل کرنا جائز ودرست ہے۔ (۱)

= ويستحق الأجر بتسليم نفسه في المدة وإن لم يعمل كمن استؤجر شهرا للخدمة أو لرعي الغنم .... وليس للخاص أن يعمل لغيره ، ولو عمل نقص من أجرته بقدر ما عمل . فتاوى النوازل . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قوله : (وليس للخاص أن يعمل لغيره) بل ولا أن يصلي النافلة قال في التاترخانية : وفي فتاوى الفضلي : وإذا استأجر رجلا يومًا يعمل كذا فعليه أن يعمل ذلك العمل إلى تمام المدة ولا يشتغل بشيء آخر سوى المكتوبة ..... نجار استؤجر إلى الليل فعمل لآخر دواة بدرهم وهو يعلم فهو آثم ، وإن لم يعلم فلا شيء عليه وينقص من أجر النجار بقدر ما عمل في الدواة . (۹/۸۷، ۹۵، ۹۶، باب ضمان الأجير ، ومبحث ؛ الأجير الخاص ، البحر الرائق :۸/۵۲، كتاب الإجارة ، باب ضمان الأجير)

ما في " شرح المجلة " : الأجير الخاص يستحق الأجرة إذا كان في مدة الإجارة حاضرا للعمل ولا يشترط عمله بالفعل ، لكن ليس له أن يمتنع عن العمل وإذا امتنع لا يستحق الأجرة . (ص/۲۳۹ ، المادة :۴۲۵ ، الكتاب الثاني في الإجارة ، الباب الثاني في المسائل المتعلقة بالأجرة)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن البراء قال : اشترى أبو بكر من عازب رجلا بثلاثة=

ووٹ دینے کے لیے جانے پر کرایہ وصول کرنا

مسئلہ (۱۵۸): ووٹ ایک شہادت ہے، اور جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ جب کسی شخص پر ادائے شہادت لازم ہو جائے، تو اس کے لیے اس پر اجرت لینا حلال نہیں ہے، کیوں کہ یہ اقامتِ فرض ہے، اور اقامتِ فرض پر اجرت لینا حلال نہیں ہے[1]، اللہ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿واَقِیمُوْا الشَّهَادَةَ لِلّٰه﴾[2].

(اور اللہ کی خاطر سیدھی سیدھی گواہی دو)، لیکن جب کسی شخص پر ادائے شہادت لازم نہ ہو، اور وہ محتاج وغریب ہو، اور ادائے شہادت کے لیے اُسے اپنا کام کاج چھوڑنا پڑتا ہو، اور مشقت برداشت کرنی پڑتی ہو، تو اس صورت میں بھی جمہور کا مذہب تو یہی ہے کہ ادائے شہادت پر اُس کے لیے اُجرت لینا جائز نہیں ہے، البتہ محض آمد و رفت کا کرایہ لے سکتا ہے[3]، ارشادِ ربانی ہے: ﴿ولا یُضارَّ کاتِبٌ

= عشر درهما فقال أبو بكر لعازب : مر البراء فليحمل إلى رحلي فقال عازب : لا ، حتى تحدثنا كيف صنعت أنت ورسول الله ﷺ حين خرجتما من مكة والمشركون يطلبونكم قال : ارتحلنا من مكة " الخ . الحديث . (۱/ ۵۱۵، باب مناقب المهاجرين)

ما في " الصحيح لمسلم " : عن أنس أن جارا لرسول الله ﷺ فارسيا كان طيب المرق فصنع لرسول الله ﷺ ثم جاء يدعوه فقال : وهذه لعائشة ؟ فقال : لا ، فقال رسول الله ﷺ : لا ، فعاد يدعوه ، فقال رسول الله ﷺ : وهذه ؟ قال : لا ، قال رسول الله ﷺ : لا ، ثم عاد يدعوه ، فقال رسول الله ﷺ : وهذه ؟ قال : نعم ، في الثالثة ، فقاما يتدافعان حتى أتيا منزله " . (۲/ ۱۷۶)

ما في " تكملة فتح الملهم " : قوله : فقال : وهذه لعائشة ؟ يعني إن كنت تدعوها معي فأنا أجيبك وإلا فلا . (۴/ ۳۰ ، المكتبة الأشرفية ديوبند) (فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۵/ ۵۶۱)=

و لا شهيدٌ﴾(۴). (اور نہ لکھنے والوں کو کوئی تکلیف پہنچائی جائے، نہ گواہ کو)، جب کہ شوافع اور حنابلہ اس صورت میں اپنے کام کاج چھوڑنے کی وجہ سے ہونے والے نقصان کو لینے کے جواز کے قائل ہیں(۵)، کیوں کہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا فرضِ عین ہے، اور ادائے شہادت فرضِ کفایہ ہے، جب شاہد (گواہ) نے آمد ورفت کے کرایہ کے ساتھ اپنا ہونے والا نقصان بھی لے لیا، تو گویا اس نے دونوں اَمروں (فرضِ عین وفرضِ کفایہ) کو جمع کرلیا، اور چوں کہ اِس صورت میں شہادت اُس پر لازم بھی نہیں تھی، لہٰذا اُس کے لیے اپنی اُجرت لینا جائز ہوگا، یہ ایسا ہی ہوا، جیسے قاضی وثائق (دستاویز) کے لکھنے پر اُجرت لیتا ہے، جو جائز ہے۔(۶)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " تفسير الكشّاف " : ﴿من يشفع شفعة حسنة يكن له نصيب منها﴾ . الشفاعة الحسنة ؛ هي التي روعي بها حق مسلم ، ودفع بها شر أو جلب إليه خير وابتغى بها وجه الله ولم توخذ عليها رشوة وكانت في أمر جائز لا في حد من حدود الله ولا في حق من الحقوق ..... وعن مسروق أنه شفع شفاعة فأهدى إليه المشفوع جارية فغضب وردها . (۵۳۲/۱)

ما في " بذل المجهود " : عن أبي أمامة رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ قال : " من شفع لأخيه شفاعة ، فأهدي له هدية عليها فقبلها ، فقد أتى بابًا عظيمًا من أبواب الربا " . وفي حاشيته : " وذلک لأن الشفاعة الحسنة مندوب إليها ، وقد تكون واجبة ، فأخذ الهدية عليها يُضيع أجرها ، كما أن الربا يضيع الحلال . (۲۹۸/۴ ، كتاب البيوع ، باب في الهدية بقضاء الحاجة ، ط : معهد الخليل الإسلامي كراچی ، بحوالہ فتاوی محمودیہ: ۴۵۹/۱۸)

ما في " الموسوعة الفقهية " : إن أهدى المشفوع له هدية لمن يشفع له عند السلطان ، ونحوه من أرباب الولاية ، فإن كانت الشفاعة لطلب محظور ، أو إسقاط حق أو معونة على ظلم ، أو تقديمه في ولاية على غيره ممن هو أولى بها منه ، فقبولها حرام بالاتفاق ، وإن =

....

=كانت لرفع مظلمة عن المشفوع له أو إيصال حق له أو توليته ولاية يستحقها ، فإن شرط الهدية على المشفوع له فقبولها حرام أيضًا ، وإن قال المشفوع له : هذه الهدية جزاء شفاعتک فقبولها حرام کذلک ، أما إن لم يشرط الشافع ولم يذکر المهدي أنها جزاء فإن کان يهدي له قبل الشفاعة ، فقال الشافعية : لا يکره له القبول ، وإلا کره إلا أن يکافئه عليها فإن کان کافأه عليها لم يکره ...... والشفاعة الحسنة من المصالح العامة فيحرم أخذ شيء في مقابلها ، أما الباذل فله أن يبذل في ذلک ما يتوصل به إلی حقه ، وهو المنقول عن السلف والأئمة . (۲۶/۱۳۴ ، ۱۳۵ ، شفاعة ، أخذ الهدية علی الشفاعة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ذهب جمهور الفقهاء إلی أنه : لا يحل للشاهد أخذ الأجرة علی أدائه الشهادةَ إذا تعيّنت عليه ، لأن إقامتها فرض ، قال تعالی : ﴿وأقيموا الشهادةَ للّٰه﴾ .
(۲۶/۲۳۷ ، أخذ الأجرة علی الشهادة)

ما في " امداد الفتاوی " : "(سوال) رسالہ"الامداد" میں ونیز پارسال رمضان میں میرے سامنے یہ امر قرار پایا تھا کہ اصل وکالت جائز ہے، کہ وہ طاعت مختص بالمسلم نہیں، اور اجرت لینا فقہانے طاعت مختص بالمسلم پر حرام لکھا ہے، اس لیے وکالت کی اجرت حلال ہے، اس بنا پر تو شفاعت وغیرہ پر اجرت لینا بھی حلال معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ وہ بھی مختص بالمسلم نہیں، کیوں کہ وکالت جس طرح طاعت لغیرہ ہے، اسی طرح شفاعت بھی تو طاعت لغیرہ ہے؟......(الجواب): وجہ منع صرف اجرت علی الطاعۃ میں منحصر نہیں، یہ بھی احد الوجوہ ہے، دوسری وجہ منع کی اس عمل کا غیر متقوم عند الشرع ہونا ہے، جیسا کہ فقہاء نے اجارۂ اشجار لتجفیف الثیاب کو منع کہا ہے، پس شفاعت بھی شرعاً غیر متقوم ہے، لأنه لم ينقل تقومه وتقوم المنافع بغير القياس فما لم ينقل لا يجوز القول بتقومه ، وأيضًا فلا تعب في الشفاعة ولا يعطون الأجر عليها من حيث أنه عمل فيه مشقة بل من أنها مؤثرة بالوجاهة ، والوجاهة وصف غير متقوم فجعلوا أخذ الأجرة عليها رشوة وسحتا " .
(۳/۳۴۱ ، ۳۴۲)

ما في " فتاوی محموديه " : "اگر یہ محض سفارش کا عوض لیا ہے، تو ناجائز ہے" ۔ (۱۸/۴۵۹، کراچی)

ما في " فتاوی حقانيه " : "(سوال): اگر ایک شخص اپنے کسی جائز کام کے لیے کسی سے افسران بالا کے ہاں سفارش کرائے، تا کہ وہ اس کا کام کردیں، تو کیا یہ سفارش کرنے والا شخص اپنے اس عمل (سفارش) پر اجرت کا مطالبہ کرسکتا ہے یا نہیں؟......(الجواب): کسی کے جائز کام کی سفارش کرنا کارِثواب ہے، اس کے علاوہ وہ مالِ=

....
....
....
....
....
....
....
....

=غیر متقوم بھی ہے، اس لیے ان دونوں وجوہ کی بنا پر اجرت کا مطالبہ کرنا جائز نہیں۔ **لما قال العلامة أشرف علي التهانوي:** (الجواب): وجہ منع صرف اجرت علی الطاعۃ میں منحصر نہیں، یہ بھی احد الوجوہ ہے، دوسری وجہ منع کی اس عمل کا غیر متقوم عند الشرع ہونا ہے، جیسا کہ فقہاء نے اجارۂ اشجار لتجفیف الثیاب کو منع کہا ہے، پس شفاعت بھی شرعاً غیر متقوم ہے۔ [امداد الفتاویٰ:۴/۳۴۲، کتاب الاجارۃ]''
(فتاویٰ حقانیہ:۶/۲۸۱، کتاب الاجارۃ، سفارش پر اجرت لینے کا حکم)

(۲) (سورة الطلاق : ۲)

(۳) ما في " الموسوعة الفقهية " : أما إذا لم تتعين عليه ، وكان محتاجا ، وكان أداؤها يستدعي ترك عمله وتحمّل المشقة ، فذهب جمهور الفقهاء إلى عدم جواز أخذ الأجرة عليها ، لكن له أجرة الركوب إلى موضع الأداء ، قال تعالى : ﴿ولا يضار كاتب ولا شهيد﴾ .
(۲۶/۲۳۷ ، أخذ الأجرة على الشهادة)

(۴) (سورة البقرة : ۲۸۲)

(۵) ما في " الموسوعة الفقهية " : وذهب بعض الشافعية والحنابلة إلى الجواز ، وذلك لأن إنفاق الإنسان على عياله فرض عين ، والشهادة فرض كفاية ، فلا يُشتغل عن فرض العين بفرض الكفاية ، فإذا أخذ الرزق جمع بين الأمرين ، ولأن الشهادة وهي لم تتعين عليه ، يجوز أن يأخذ عليها أجرة كما يجوز على كَتب الوثيقة . (۲۶/۲۳۷ ، أخذ الأجرة على الشهادة)

(۶) (الموسوعة الفقهية : ۲۶/۲۳۷ ، أخذ الأجرة على الشهادة)

کتاب الھبۃ

ھبہ وبخشش سے متعلق مسائل

سامانِ جہیز ہبہ ہے حقِ میراث نہیں

مسئلہ (۱۵۹): والدین اپنی بیٹی کی رخصتی کے وقت اُسے جو سامانِ جہیز دیتے ہیں، وہ اُن کی طرف سے اس بیٹی کو ہبہ اور عطیہ ہوتا ہے، حقِ میراث نہیں، کہ اب وہ والدین کی میراث کی حق دار نہیں ہوگی ، کیوں کہ والدین اپنی حیات میں اپنی اولاد کو جو کچھ دیتے ہیں، وہ ہبہ اور عطیہ ہوتا ہے [۱]، حصۂ میراث نہیں۔ [۲]

ہبہ اور عطیہ میں حکمِ شرعی یہ ہے کہ اپنی تمام اولاد میں مُساوات و برابری کو اختیار کیا جائے، کسی کو کم اور کسی کو زیادہ نہ دے، مگر یہ کہ کوئی اولاد والدین کی مُطیع اور فرمانبردار ہو، متقی وپرہیزگار ہو، اور اس کی وجہ سے اُسے قدرے زائد دیا جائے، دوسری اولاد کو ضرر پہنچانا مقصود نہ ہو، تو اس کی بھی گنجائش ہے۔ [۳]

عامۃً والدین ہبہ اور عطیہ میں اپنی اولاد میں برابری قائم نہیں رکھتے، مثلاً لڑکیوں کی شادی کے موقع پر اُن کو سونا چاندی اور دیگر تحائف دیتے ہیں، اور لڑکوں کو اس موقع پر یا کسی اور موقع پر اُن کے مناسبِ حال چیزیں ہبہ اور عطیہ میں نہیں دیتے، جس کی وجہ سے تقسیم میراث کے وقت لڑکے اور لڑکیوں میں جھگڑے پیدا ہوجاتے ہیں، لڑکے یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ لڑکیوں کو اُن کی شادیوں کے موقع پر بہت کچھ دیا جاچکا، جب کہ ہمیں اس سے محروم رکھا گیا، اس

لیے اب لڑکیوں کا والدین کی میراث میں کوئی حق نہیں، جب کہ لڑکیاں اپنے حقِ میراث کا مطالبہ کرتی ہیں، اور اُن کا یہ مطالبہ جائز و درست بھی ہے، کیوں کہ انہیں جو کچھ بھی دیا گیا تھا وہ ہبہ اور عطیہ تھا، حقِ میراث نہیں۔ اس لیے والدین کو چاہیے کہ اپنی حیات میں اپنی اولاد کو جو کچھ دیں، اس میں برابری کو قائم رکھیں، تاکہ بوقتِ تقسیمِ میراث لڑکوں کی طرح لڑکیوں کو اُن کا حصہ دینا دشوار معلوم نہ ہو، اور ورثہ آپسی جھگڑوں سے بچ جائیں۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : وفيه عن المبتغي : جهز ابنته بجهاز وسلمها ذلک ليس له الاسترداد منها ولا لورثته بعده إن سلمها ذلک في صحته بل تختص به ، وبه يفتى . (۴/۲۲۸ ، كتاب النكاح ، مطلب أنفق على الخ)

(۲) ما في " حاشية السراجي " : واصطلاحا : ما بقي بعد الميت من ماله صافيا عن تعلق حق الغير بعينه . (ص/۳ ، مقدمه)

(۳) ما في " البحر الرائق " : يكره تفضيل بعض الأولاد على البعض في الهبة حالة الصحة إلا لزيادة فضل له في الدين . (۷/۴۹۰ ، كتاب الهبة ، فروع)

وما في " الفتاوى الهندية " : ولو وهب رجل شيئًا لأولاده في الصحة وأراد تفضيل البعض على البعض في ذلک .... روي عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه لا بأس به إذا كان التفضيل لزيادة فضل له في الدين .... وعن أبي يوسف رحمه الله تعالى أنه لا بأس به إذا لم يقصد به الإضرار . (۴/۳۹۱ ، كتاب الهبة ، الباب السادس في الهبة للصغير)

وما في " شرح الطيبي على مشكوة المصابيح " : استحباب التسوية بين الأولاد في الهبة فلا يفضل بعضهم على بعض سواء كانوا ذكورا أو إناثا . (۶/۱۹۳ ، كتاب البيوع ، باب العطايا)

وما في " الدر المختار مع الشامية " : وفي الخانية : لا بأس بتفضيل بعض الأولاد في المحبة لأنها عمل القلب ، وكذا في العطايا إن لم يقصد به الإضرار ، وإن قصده فسوى بينهم يعطى البنت كالإبن عند الثاني وعليه الفتوى . (۸/۵۰۱ ، كتاب الهبة) (فتاویٰ محمودیہ:۲۰/۱۴۷، ۱۴۸)

کتاب اللقطة

لقطہ (گری پڑی چیز) سے متعلق مسائل

مدرسہ میں طلبہ کی کتابوں اور کاپیوں کا استعمال

مسئلہ (۱۶۰): بہت سے طلبۂ جامعہ سال کے اختِتام پر اپنی ذاتی کتابیں، کاپیاں، درس گاہوں، کمروں اور مدرسہ کی مختلف جگہوں میں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں، اکثر اُنہیں اِن چیزوں سے کوئی دل چسپی نہیں ہوتی، اور یہ بات بھی یقینی ہو کہ وہ کبھی اپنی کتاب یا کاپی لینے کے لیے واپس نہیں آئیں گے، تو ایسی صورت میں اگر کسی کتاب کا مالک معلوم ہو، اور کتاب پر اس کا نام مکتوب ہو، تو اس سے رابطہ کر کے پوچھ لیا جائے، کہ کتاب یا کاپی کے ساتھ کیا کریں؟ اس لیے کہ عموماً کتاب یا کاپی پر نام لکھا ہوا ہوتا ہے، اور اگر نام مکتوب نہ ہو، اور مالک بھی معلوم نہ ہو، تو یہ کتابیں اور کاپیاں لقطے کے حکم میں ہیں[۱]، لہٰذا مالک کی تحقیق کی جائے[۲]، اگر غالب گمان یہ ہو کہ مالک نہیں ملے گا، تو کتابیں یا کاپیاں مالکین کی طرف سے فقیر طلبہ کو صدقہ کردی جائیں[۳]، اور اگر واجد یعنی اٹھانے والا خود مالکِ نصاب نہیں، تو وہ خود بھی لے سکتا ہے[۴]، پھر اگر مالک آجائے، تو اسے اختیار ہوگا کہ اپنی چیز واپس لے لے، یا صدقے کا اجر وثواب حاصل کرے۔[۵]

الحجة علی ما قلنا :=

....

....

=(۱) ما في " صحيح مسلم " : وفي حديث سفيان وزيد بن أبي أنيسة وحماد بن سلمة : " فإن جاء أحد يخبرک بعددها ووعائها ووكائها فأعطِها إياه ..... وإلا فاستمتع بها " .
(ص/۹۸۴ ، الرقم :۱۷۲۳ ، كتاب اللقطة ، باب معرفة العفاص والوكاء وحكم ضالة الغنم والإبل ، دار السلام الرياض)

(۲) ما في " الهداية " : فإن جاء صاحبها وإلا تصدق بها إيصالا للحق إلى المستحق وهو واجب بقدر الإمكان وذلک بإيصال عينها عند الظفر بصاحبها وإيصال العوض ، وهو الثواب على اعتبار إجازته التصدق بها ، وإن شاء أمسكها رجاء الظفر بصاحبها .
(۲/۶۱۵، كتاب اللقطة)

(۳) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (عرف) أي نادى عليها حيث وجدها ، وفي المجامع : (إلى أن علم أن صاحبها لا يطلبها) . [در مختار] . وفي الشامية : لم يجعل للتعريف مدة اتباعا للسرخسي ، فإنه بنى الحكم على غالب الرأي ، فيعرف القليل والكثير إلى أن يغلب على رأيه أن صاحبه لا يطلبه وصححه في الهداية وفي المضمرات والجوهرة ، وعليه الفتوى .(۶/۴۳۶،كتاب اللقطة ، ملتقى الأبحر على مجمع الأنهر :۲/۵۲۵،كتاب اللقطة) (المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ:۴/۱۸۶، ۱۸۷،مسئلہ نمبر:۱۵۹، ۱۶۰،ایڈیشن ثانی)

(۴) ما في " الهداية " : وإن كان الملتقط غنيا لم يجز له أن ينتفع بها ..... ولنا أنه مال الغير فلا يباح الانتفاع به إلا برضاه لإطلاق النصوص والإباحة للفقير ، لما رويناه أو بالإجماع فيبقى ما وراءه على الأصل ..... وإن كان الملتقط فقيرا فلا بأس بأن ينتفع بها لما فيه من تحقيق النظر من الجانبين ، ولهذا جاز الدفع إلى فقير غيره . (۲/۶۱۷، كتاب اللقطة)

(۵) ما في " الدر المختار مع الشامية " : فينتفع الرافع بها لو فقيرا ، وإلا تصدق بها على فقير ولو على أصله وفرعه وعرسه .... فإن جاء مالكها بعد التصدق خير بين إجازة فعله ، ولو بعد هلاكها وله ثوابها أو تضمينه . [در مختار] . (۶/۴۳۷ – ۴۳۹، كتاب اللقطة)
(فتاویٰ دار العلوم زکریا:۶/۱۰۴)

كتاب الحظر والإباحة

ممنوع ومباح چیزوں سے متعلق مسائل

مکروہِ تنزیہی ومکروہِ تحریمی کے مابین فرق

مسئلہ (۱۶۱): جب علمائے کرام کسی چیز کے متعلق یہ فرماتے ہیں کہ یہ مکروہ ہے، تو بعض لوگوں کی طرف سے یہ سوال ہوتا ہے کہ مکروہ کسے کہتے ہیں؟ جواباً عرض ہے کہ-مکروہ اُس کو کہتے ہیں- جس کا ترک کرنا یعنی چھوڑنا راجح وبہتر ہوتا ہے- پھر مکروہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) مکروہِ تنزیہی، (۲) مکروہِ تحریمی-

مکروہِ تنزیہی: وہ ہے جو حلال سے قریب ہو، اس کا کرنے والا مستحقِ عتاب نہ ہو، اور اس کا ترک کرنے والا ادنیٰ ثواب کا مستحق ہو-

مکروہِ تحریمی: وہ ہے جو حرام سے قریب ہو، اور اس کا کرنے والا عتاب (اللہ اور اس کے رسول کے غصہ وناراضگی) کا مستحق ہو-(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " قواعد الفقه " : المكروه : ما هو راجح الترك ، فإن كان إلى الحرام أقرب تكون كراهة تحريمية ، وإن كان إلى الحلّ أقرب تكون تنزيهية ، ومعنى القرب إلى الحرمة أنه يستحق فاعله العتاب ، ومعنى القرب إلى الحلّ أنه لا يستحق فاعله العتاب بل يستحق تاركه أدنى الثواب . (ص/۵۰۳، الرسالة الرابعة ؛ التعريفات الفقهية)

ما في " الموسوعة الفقهية " : فقسم الحنفية المكروه إلى قسمين : القسم الأول : المكروه كراهة تنزيه : وهو ما كان إلى الحل أقرب ، بمعنى أنه لا يعاقب فاعله أصلا ، لكن يثاب تاركه أدنى ثواب . القسم الثاني : المكروه كراهة تحريم : وهو إلى الحرمة أقرب ، بمعنى أنه=

ورلڈ کپ ٹورنامنٹ کرکٹ میں دلچسپی لینا

مسئلہ (۱۶۲): آج کل ہمارے جامعہ اور کالج کے طلبا واسٹوڈینٹ کے مابین صرف اور صرف ایک ہی چرچا ہے، وہ ہے کرکٹ، بلکہ جدھر دیکھو ادھر طلبا واسٹوڈینٹ کرکٹ ہی کو موضوعِ بحث بنائے ہوئے ہیں، (اور بعض لوگ تو شدت سے ۱۵/فروری کے منتظر ہیں)، بعض ریڈیو پر کمنٹری سننے کی تیاری میں ہیں، بعض اپنے موبائل پر کرکٹ اسکور کا ایس ایم ایس جاری کرنے والے ہیں، اور بعض تو ٹی وی پر لائیو کرکٹ میچ دیکھنے کا پروگرام بنارہے ہیں، بلکہ وہ ٹی وی پر میچ دیکھنے کو جائز بھی سمجھتے ہیں، حالاں کہ یہ بے شمار مُنکَرات ومفاسد اور برائیوں پر مشتمل ہے، مثلاً؛ نیم عُریاں عورتوں کا اسکرین پر دکھائی دینا[1]، اُس میں

= يتعلق به محذور دون استحقاق العقوبة بالنار ، كحرمان الشفاعة ، لقوله عليه السلام : ”من ترک سنتي لم ينل شفاعتي“ . (۳۸/۳/۲۷۳، مكروه ، أقسام المكروه)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : وأما المكروه كراهة تنزيه فإلى الحل أقرب اتفاقا (وعندهما) وهو الصحيح المختار ، ومثله البدعة والشبهة (إلى الحرام أقرب) فالمكروه تحريما (نسبته إلى الحرام كنسبة الواجب إلى الفرض) فيثبت بما يثبت به الواجب : يعني بظني الثبوت ، ويأثم بارتكابه كما يأثم بترک الواجب ، ومثله السنة المؤكدة . (در مع التنوير) . وفي الشامية : قوله : (فإلى الحل أقرب) بمعنى أنه لا يعاقب فاعله أصلا ، لكن يثاب تاركه أدنى ثواب . تلويح . قوله : (يأثم بارتكابه الخ) وما في الزيلعي موافق لما في التلويح حيث قال : معنى القرب إلى الحرمة أنه يتعلق به محذور دون استحقاق العقوبة بالنار .

(۹/۴۸۷، كتاب الحظر والإباحة ، البحر الرائق :۸/ ۳۳۰ ، كتاب الكراهية)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۷/ ۲۳۸، ۲۳۹)=

مشغولیت کی وجہ سے نماز با جماعت کا فوت یا قضا ہو جانا(۲)، ملازمین کے فرائض وواجبات میں کوتاہی وخلل کا واقع ہونا(۳)، مدارس، اسکول، کالج اور یونیورسٹیوں میں طلبا واسٹوڈینٹس کی تعلیم کا متأثر ہونا(۴)، نیز مدارس ومساجد جو پڑھنے لکھنے اور عبادت کی جگہیں ہیں، اُن میں اِسی عنوان پر گُفت وشُنید، بحث ومُباحَثہ اور تذکرہ وتبصرہ کا ہونا(۵)، کھیل کے دنوں میں سرکاری ونیم سرکاری، شخصی ونجی اداروں کا معطّل ہوکر رہ جانا(۶)، وغیرہ، یہ سب ناجائز اُمور ہیں۔ اور ہر ایسا کھیل کھیلنا ودیکھنا، جو انسان کو اُس پر واجب حقوق - خواہ حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد- سے غافل کردے، یا منکرات ومنہیاتِ شرعیہ پر مشتمل ہو، یا اس کے نقصانات اس کے فوائد سے زیادہ ہوں، ناجائز ومکروہِ تحریمی ہے، شریعتِ اسلامیہ اپنے ماننے والوں کو اس طرح کا کھیل کھیلنے ودیکھنے سے منع کرتی ہے۔ لہٰذا کرکٹ کھیلنا، کھلانا، میدان یا ٹی وی پر دیکھنا دکھانا، اسی طرح ریڈیو پر اس کی کمنٹری سننا سنانا، موبائل پر کرکٹ اسکور کا ایس ایم ایس منگوانا، اور اس پر بحث ومباحثہ کرنا، یہ سب معصیت اور گناہ کے کاموں پر ایک دوسرے کی مدد کرنا، اور زندگی کے قیمتی اوقات کو ضائع کرنا ہے، اور یہ دونوں چیزیں شرعاً حرام ہیں۔

خاص طور پر طلبۂ مدارس کے لیے اس میں دلچسپی لینا کسی صورت میں درست نہیں، کیوں کہ وہ مستقبل میں مسلمانوں کے مقتدیٰ اور دینی پیشوا ہوں گے، انہیں حرام تو کیا، مکروہات سے بھی بچنے کی کوشش کرنا چاہیے، اس لیے کہ رہنماؤں کے لیے

بہت سی ایسی چیزوں کا ارتکاب بھی مناسب نہیں ہوتا، جو عام لوگوں کے لیے مباح ہو (۷)، چہ جائیکہ وہ حرام اور ناجائز کاموں میں دلچسپی لیں۔

اللہ ہمارے دینی طبقے کو اس فتنۂ کرکٹ سے محفوظ رکھے! آمین

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يٰبني آدم قد أنزلنا عليكم لباساً يواري سوآتكم وريشاً﴾ .
(سورة الأعراف: ۲۶)

وقال تعالى : ﴿والله جعل لكم مما خلق ظللاً وجعل لكم من الجبال أكناناً وجعل لكم سرابيل تقيكم الحر وسرابيل تقيكم بأسكم﴾ . (سورة النحل : ۸۱)

ما في " شرح النووي على هامش مسلم " : وأما أحكام الباب ففيه تحريم نظر الرجل إلى عورة الرجل والمرأة إلى عورة المرأة وهذا لا خلاف فيه وكذلك نظر الرجل إلى عورة المرأة والمرأة إلى عورة الرجل حرام بالإجماع . (۱۵۴/۱)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : والجماعة سنة مؤكدة للرجال ، قال الزاهدي : أرادوا بالتاكيد الوجوب. درمختار. وفي الشامية: وفي النهر عن المفيد : الجماعة واجبة وسنة لوجوبها بالسنة . (۲۸۷/۲ ، باب الإمامة)

(۳) ما في " القرآن الكريم " :﴿ويل للمطففين﴾ . (سورة التطفيف)
(معارف القرآن:۶۹۳/۸،التفسیر المظہری:۱۸۹/۱۰)

(۴) ما في " المعجم الأوسط للطبراني " : عن أنس بن مالك قال : قال رسول الله ﷺ: "طلب العلم واجب على كل مسلم ". (۲۳۱/۶ ، بيروت)

(۵) ما في " مشكاة المصابيح " : عن الحسن مرسلاً قال: قال رسول الله ﷺ : " يأتي على الناس زمان يكون حديثهم في مساجدهم في أمر دنياهم فلا تجالسوهم فليس لله فيهم حاجة ". رواه البيهقي في شعب الإيمان .(ص ۷۱، باب المسجد ومواضع الصلاة)

ما في " البحر الرائق " : الكلام المباح في المسجد مكروه يأكل الحسنات كما تأكل النار الحطب . (۴۷۷/۲ ، الشامية : ۴۳۶/۲)=

....

=(٦) ما في " الألعاب الرياضية " : يقول " د " يوسف القرضاوي حفظه الله : والحق أن السفه في إنفاق الأوقات أشد خطراً من السفه في إنفاق الأموال ...... لأن المال إذا ضاع قد يعود ، والوقت إذا ضاع لا عوض له .

(ص/ ٣٢٠ ، مكتبة دار النفائس أردن ، أحكام القرآن للتهانوي :٣/ ٢٠١)

(فتاوی اشاعت العلوم اکل کوا: رقم الفتوی: ۴۰، رج: ۱، المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة: ۲/ ۲۲۹-۲۳۱)

(٧) ما في " الفتاوى الهندية " : ولو دعي إلى دعوة ، فالواجب أن يجيبه إلى ذلك ، وإنما يجب عليه أن يجيبه إذا لم يكن هناك معصية ولا بدعة ، وإن لم يجبه كان عاصياً ، والامتناع أسلم في زماننا إلا إذا علم يقيناً بأنه ليس فيها بدعة ولا معصية ... من دعي إلى وليمة فوجد ثمة لعباً أو غنا فلا بأس أن يقعد ويأكل، فإن قدر على المنع يمنعهم وإن لم يقدر يصبر ، وهذا إذا لم يكن مقتدىٰ به ، أما إذا كان ولم يقدر على منعهم ، فإنه يخرج ولا يقعد ، ولو كان ذلك على المائدة لا ينبغي أن يقعد وإن لم يكن مقتدىٰ به ، وهذا كله بعد الحضور وأما إذا علم قبل الحضور فلا يحضر ، لأنه لا يلزم حق الدعوة بخلاف إذا هجم عليه ، لأنه قد لزمه .

(٥/ ٣٤٣ ، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات)

ما في " سنن أبي داود " : عن سفينة أبي عبد الرحمن : " أن رجلاً ضاف علي بن أبي طالب رضي الله عنه ، فصنع له طعاماً ، فقالت فاطمة : لو دعونا رسول الله ﷺ فأكل معنا ، فدعوه فجاء ، فوضع يده على عضادتي الباب ، فرأى القرام قد ضرب به في ناحية البيت فرجع ، فقالت لعلي : الحقه أنظر ما رجعه ، فتبعته فقلت : يا رسول الله ! ما ردّك ؟ فقال : إنه ليس لي أو لنبي أن يدخل بيتاً مزوّقاً " . (ص/ ٥٢٧ ، كتاب الأطعمة ، باب الرجل يدعي فيرى مكروهاً)

ما في " بذل المجهود " : قال الخطابي : فيه دليل على أن من ادعى إلى مدعاةٍ يحضرها الملاهي والمنكر ، فإن الواجب عليه أن لا يجيب . (١١/ ٣٨٤ ، باب الرجل يدعي فيرى مكروهاً)

ما في " مرقاة المفاتيح " : وفيه تصريح بأنه لا يجاب دعوة فيها منكراً ، وفيه أنه لو كان منكراً لأنكر عليها ، لكن نبه بالرجوع إلى أنه ترك الأولى ، فإنه من زينة الدنيا ، وهي موجبة لنقصان الآخرة . (٦/ ٣٤٣ ، كتاب النكاح ، باب الوليمة ، كذا في تبيين الحقائق :٧/ ٢٩، كتاب الكراهية ، فصل في الأكل والشرب)

فجر کی اذان کے بعد لاؤڈ اسپیکر میں نعت خوانی

مسئلہ (۱۶۳): اِس طرح نعت خوانی کرنا جس سے لوگوں کے کاموں میں خلل ہو، بیماروں، معذوروں کو تکلیف ہو، جائز نہیں، کیوں کہ فقہائے کرام نے ایسی بلند آواز سے ذکر یا تلاوتِ قرآن کریم کو منع کیا ہے، جس سے لوگوں کے کاموں میں خلل ہو، یا کسی کو تکلیف یا تشویش ہو۔ (۱)

بعض مسجدوں میں فجر کی اذان کے بعد، اور بعض میں فجر کی نماز کے بعد مسجد کے لاؤڈ اسپیکر پر اتنی بلند آواز سے نعت خوانی وغیرہ کی جاتی ہے، کہ اس سے لوگوں کے کاموں میں خلل واقع ہوتا ہے، اور وہ تشویش میں پڑ جاتے ہیں، لہٰذا اس طرح نعت خوانی کر کے لوگوں کے کاموں میں خلل اندازی کرنا، انہیں تکلیف دینا اور تشویش میں مبتلا کرنا، حکمِ شریعت کے خلاف ہے، اِس سے اجتناب ضروری ہے۔ (۲) ......اگر نعت خوانی کا مقصود لوگوں میں نماز کی ترغیب وتشویق کو پیدا کر کے، انہیں نماز کا پابند بنانا ہے، تو یہ مقصود دوسرے وقتوں میں بھی تلقین وترغیب کے ذریعے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وفي حاشية الحموي عن الإمام الشعراني : أجمع العلماء سلفًا وخلفًا علی استحباب ذکر الجماعة في المساجد وغیرها ، إلا أن يشوش جهرهم علی نائم أو مصلّ أو قارئ . اهـ .

(۴۳۴/۲ ، باب ما يفسد الصلاة وما يکره فيها ، مطلب في رفع الصوت بالذکر)=

قرآن کریم کی طرف پیر کرنا

مسئلہ (۱۶۴): قرآن کریم کلامِ الٰہی ہے، اُس کی تعظیم واجب ہے[۱]، لہٰذا اُس کی طرف پاؤں کرنا، یا اس کی طرف پیٹھ کرنا[۲]، یا قرآن کریم نیچے رکھے ہوئے ہونے کی حالت میں اس کے قریب کرسی یا چارپائی وغیرہ پر بیٹھنا، سب بے ادبی بلکہ مکروہ ہے، اِس سے اجتناب کرنا چاہیے۔[۳]

=(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله بن عمر عن النبي ﷺ قال : " المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده " . (۱/۶، كتاب الإيمان ، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده ، صحيح مسلم : ۱/۴۸ ، كتاب الإيمان ، باب بيان تفاضل الإسلام وأي أموره أفضل)

ما في " تكملة فتح الملهم " : ذكر المسلمين ههنا خرج مخرج الغالب ، لأن محافظة المسلم على كف الأذى عن أخيه المسلم أشد تاكيدًا . (۱/۵۸۰ ، باب بيان تفاضل الإسلام وأي أموره أفضل) (فتاوی دارالعلوم دیوبند: رقم الفتوی:۵۰۴۸۶)

ما في " رد المحتار " : لا يجب انتباه النائم في أول الوقت ، ويجب إذا ضاق الوقت نقله البيري في الأشباه عن البدائع من كتب الوصول ، وقال : ولم نره في كتب الفروع فاغتنمه . اهـ . قلت : لكن فيه نظر لتصريحهم بأنه لا يجب الأداء على النائم اتفاقًا فكيف يجب عليه الانتباه . (۲/۱۳ ، كتاب الصلاة ، قبيل مطلب في تعبُّده عليه الصلاة والسلام قبل البعثة)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : رجل أراد أن يقرأ القرآن فينبغي أن يكون على أحسن أحواله : يلبس صالح ثيابه ، ويتعمم ويستقبل القبلة ، لأن تعظيم القرآن والفقه واجب . كذا في فتاوى قاضي خان . (۵/۳۱۶ ، كتاب الكراهية ، الباب الرابع في الصلاة والتسبيح وقراءة القرآن والذكر والدعاء ورفع الصوت عند قراءة القرآن)

(۲) ما في " حلبي كبير " : وقالوا : يكره أن يمدّ رجليه في النوم وغيره إلى القبلة أو =

اِدھر کی بات اُدھر لگا کر جھگڑا پیدا کرنا

مسئلہ (۱۶۵): بعضے اَفراد کی یہ عادت ہوتی ہے کہ اِدھر کی بات اُدھر لگا کر لوگوں میں جھگڑا پیدا کرتے ہیں، حالاں کہ اِدھر کی بات اُدھر لگا کر جھگڑا پیدا کرنا سخت گناہ ہے، چنانچہ آں حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''چُغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا''(۱)، لیکن کسی یقینی ثبوت وشواہد کے بغیر کسی کے متعلق اس طرح کی بدگمانی کرنا کہ اس نے ہی جھگڑا لگوایا ہے، یا اس نے ہی فلاں کا گھر اُجاڑا ہے، یہ بھی گناہِ کبیرہ ہے، ارشادِ خداوندی ہے: ''بلاشبہ بعض گمان (بدگمانی) گناہ ہے''(۲)، اس لیے اِن دونوں گناہوں سے بچنے کی سخت ضرورت ہے۔

=المصحف أو كتب الفقه . اهـ . (ص/۳۸ ، ط : سهيل اكيڈمی لاهور)

(۳) ما في '' حيوة المسلمين '' : ولا تقعدوا على مكان أرفع مما عليه القرآن .

(ص/۵۴، مؤلف؛ حكيم الامت ، اداره اسلاميات لاهور ، بحوالہ فتاوی محمودیہ:۵۳۱/۳، ط: کراچی)

(فتاویٰ محمودیہ:۵۲۹/۳، ۵۳۰، ۵۳۱، کفایت المفتی :۱۲۶/۱، فتاویٰ دارالعلوم دیو بند، رقم الفتویٰ:۵۶۹۹۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' صحيح البخاري '' : حدثنا أبو نعيم حدثنا سفيان عن منصور عن ابراهيم عن همام قال : كنا مع حذيفة فقيل له : إن رجلا يرفع الحديث إلى عثمان ، فقال حذيفة : سمعت النبي ﷺ يقول : '' لا يدخل الجنّة قتاتٌ '' . (ص/۱۰۸۸ ، كتاب الأدب ، باب ما يكره من النميمة ، الرقم :۶۰۵۶، صحيح مسلم :۱۸۰/۲، ۱۸۱، الرقم :۲۸۶، ۲۸۷/168, 169، كتاب الإيمان ، باب بيان غلظ تحريم النميمة ، احياء التراث العربي)

ما في '' شرح النووي على صحيح مسلم '' : قال العلماء : النميمة نقل كلام الناس بعضهم إلى بعض على جهة الإفساد بينهم . (۱۸۰/۲، ۱۸۱، بيروت)

(۲) ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿يايها الذين اٰمنوا اجتنبوا كثيرًا من الظنّ ان بعض الظنّ=

حفاظت کی غرض سے خفیہ جاسوسی

مسئلہ (۱۶۶): آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''مسلمانوں کی غیبت نہ کرو، اوران کے عیوب کی جستجو نہ کرو، کیوں کہ جو شخص مسلمانوں کے عیوب کی تلاش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کی تلاش کرتا ہے، اور جس کے عیب کی تلاش اللہ تعالیٰ کرے، اس کو اس کے گھر کے اندر بھی رُسوا کر دیتا ہے۔'' لہٰذا کسی دوسرے کی راز کی باتوں اوراس کے عیوب کی تلاش وجستجو سخت گناہ ہے، اور کسی کے لیے بھی جائز نہیں کہ وہ کسی کی ٹوہ میں لگے، نہ ابتداءً نہ انتقاماً، البتہ اگر کسی سے مضرت ونقصان پہنچنے کا احتمال ہو، اور اپنی یا دوسرے کسی مسلمان کی حفاظت کی غرض سے اس کی خفیہ تدبیروں یا ارادوں کا تجسُّس کیا جائے، تو شرعاً اس کی اجازت ہے۔[1]

= اثم ولا تجسّسوا﴾ . (سورة الحجرات : ۱۲)

ما في '' أحكام القرآن للجصاص '' : وحدثنا عبد الباقي بن قانع قال : حدثنا معاذ بن المثنى قال : حدثنا عبد الرحمن قال : حدثنا وهيب قال : حدثنا ابن طاوس عن أبيه عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : '' إياكم والظنّ ، فإن الظنّ أكذب الحديث '' . فهذا من الظنّ المحظور وهو ظنه بالمسلم سوءً ا من غير سبب يوجبه . (۳/ ۵۳۹، الحجرات)

ما في '' صحيح البخاري '' : حدثنا عبد الله بن يوسف أخبرنا مالک عن أبي الزناد عن الأعرج عن أبي هريرة رضي الله عنه : أن رسول الله ﷺ قال : '' إياكم والظن فإن الظن أكذب الحديث .... '' الخ . (ص/ ۱۰۸۹ ، كتاب الأدب ، باب يايها الذين اٰمنوا اجتنبوا الخ، الرقم : ۶۰۶۶ ، بيروت) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۵۶۳۴۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿يايها الذين اٰمنوا اجتنبوا كثيرا من الظنّ ان بعض الظنّ اثم ولا تجسّسوا ولا يغتب بعضكم بعضًا﴾ . (سورة الحجرات : ۱۲)=

....

=ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : قوله تعالى : (ولا تجسّسوا) وذلك أنه قد يقع له خاطر التهمة ابتداء ويريد أن يتجسس خبر ذلك ويبحث عنه ويتبصّر ويستمع لتحقق ما وقع له من تلك التهمة ، فنهى النبي ﷺ عن ذلك .... ومعنى الآية : خذوا ما ظهر ولا تتّبعوا عورات المسلمين ، أي لا يبحث أحدكم عن عيب أخيه حتى يطلع عليه بعد أن ستره الله . (١٦/ ٣٣١ - ٣٣٣)

ما في " سنن أبي داود " : عن أبي برزة الأسلمي قال : قال رسول الله ﷺ : " يا معشر من آمن بلسانه ولم يدخل الإيمان قلبه لا تغتابوا المسلمين ولا تتّبعوا عوراتهم فإنه من اتّبع عوراتهم يتبع الله عورته ، ومن يتبع عورته يفضحه في بيته " .

(ص/ ٦٦٩، كتاب الأدب ، باب في الغيبة)

ما في " جامع الترمذي " : عن نافع عن ابن عمر قال : صعد رسول الله ﷺ المنبر فنادى بصوت رفيع قال : " يا معشر من أسلم بلسانه ولم يفض الإيمان إلى قلبه لا تؤذوا المسلمين ولا تعيّروهم ولا تتبعوا عوراتهم فإنه من تتبع عورة أخيه المسلم يتبع الله عورته ، ومن يتبع الله عورته يفضحه ولو في جوف رحله ، قال : ونظر ابن عمر يوما إلى البيت أو إلى الكعبة فقال : ما أعظمك وأعظم حرمتك والمؤمن أعظم حرمة عند الله منك " . هذا حديث حسن غريب . (٢/ ٢٣، أبواب البر والصلة ، باب ما جاء في تعظيم المؤمن ، مشكوة المصابيح :ص/ ٤٢٩ ، كتاب الآداب ، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات ، الفصل الثاني ، اتحاف السادة المتقين بشرح احياء علوم الدين :٦/ ٢٦٩، كتاب آداب الأخوة والصحبة ، الباب الثالث في حق المسلم والرحم والجوار الخ ، الجامع لأحكام القرآن للقرطبي :١٦/ ٣٣٣ ، الحجرات : ١٢)

(معارف القرآن مفتی شفیع رحمہ اللہ: ۸/ ۱۲۱، فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۰۷۲۳)

ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة ، عن النبي ﷺ قال : " إياكم والظنّ ، فإن الظنّ أكذب الحديث ، ولا تحسّسوا ولا تجسّسوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا وكونوا عباد الله اخوانا " . (٢/ ٨٩٦ ، كتاب الأدب ، باب ما ينهى عن التحاسد والتدابر)

بے جا غصہ اور بد خُلقی سے پرہیز کیا جائے

مسئلہ (۱٦۷): سختی کے مقابلے میں نرمی، تنگی کے مقابلے میں وسعت، شدت کے مقابلے میں سہولت، بد خُلقی وتندرُوئی کے مقابلے میں خوش رُوئی، کرختگی کے مقابلے میں نرم گفتاری پسندیدہ اوصاف ہیں، لیکن بوقتِ ضرورت وحسبِ موقع ان کے مقابلات کا اختیار کرنا بھی جائز ہے، بلکہ کبھی ضروری ہوجاتا ہے، پس آدمی کو چاہیے کہ حسبِ موقع کام کرے، بے جا غصہ اور بد خُلقی سے پرہیز کرے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح مسلم " : عن عائشة زوج النبي ﷺ ان رسول الله ﷺ قال : " يا عائشة ! إن الله رفيق يحبّ الرفق ، ويعطي على الرفق ما لا يعطي على العُنف ، وما لا يعطي على ما سواه " . (۲/۳۲۲ ، كتاب البر والصلة ، باب فضل الرفق ، الرقم :۲۵۹۳)

ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة رضي الله عنها زوج النبي ﷺ قالت : دخل رهط من اليهود على رسول الله ﷺ فقالوا : السام عليكم ، قالت عائشة : ففهمتها فقلت : وعليكم السام واللعنة ، قالت : فقال رسول الله ﷺ : " مهلا يا عائشة ! إن الله يحب الرفق في الأمر كله " . الحديث . (۲/۸۹۰، كتاب الأدب ، باب الرفق في الأمر كله ، الرقم :۶۰۲۴)

ما في " المنهاج شرح صحيح مسلم " : قوله ﷺ : " يا عائشة ! إن الله يحب الرفق في الأمر كله " هذا من عظيم خلقه ﷺ وكمال حلمه ، وفيه حث على الرفق والصبر والحلم وملاطفة الناس ما لم تدع حاجة إلى المخاشنة .

(۷/۲٦۷، كتاب السلام ، باب النهي عن ابتداء أهل الكتاب بالسلام الخ ، الرقم :۲۱٦۵)

ما في " صحيح البخاري " : عن أنس عن النبي ﷺ قال : " يسّروا ولا تعسّروا ، وبشّروا ولا تنفّروا " . (۱/۱٦ ، كتاب العلم ، باب ما كان النبي ﷺ يتخولهم بالموعظة الخ ، الرقم :٦۹ ، صحيح مسلم :۲/۸۳، كتاب الجهاد والسير ، باب جواز الاغارة على الكفار الذين بلغتهم دعوة الإسلام الخ ، الرقم :۱۷۳۳)=

....

....

....

....

....

....

=ما في " جامع الترمذي " : عن عبد الله بن مسعود قال : قال رسول الله ﷺ : " ألا أخبركم بمن يحرم على النار ، أو بمن تحرم عليه النار ؟ على كل قريب هيّن سهل " .

(۲/۷۵، كتاب صفة القيامة والرقائق والورع ، الرقم : ۲۴۸۸)

ما في " سنن أبي داود " : عن عبد الله بن عمرو قال : قال رسول الله ﷺ : " الراحمون يرحمهم الرحمن ، ارحموا أهل الأرض ، يرحمكم من في السماء " .

(ص/۶۷۵، كتاب الأدب ، باب في الرحمة ، الرقم : ۴۹۴۱)

ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال : " ليس الشديد بالصرعة ، إنما الشديد الذي يملك نفسه عند الغضب " .

(۲/۹۰۳، كتاب الأدب ، باب الحذر من الغضب ، الرقم :۶۱۱۴)

وفيه أيضًا : عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رجلا قال للنبي ﷺ : أوصني ، قال : " لا تغضب " فردّ مرارا ، قال : " لا تغضب " .

(۲/۹۰۳، كتاب الأدب ، باب الحذر من الغضب ، الرقم :۶۱۱۶)

ما في " سنن أبي داود " : عن حارثة بن وهب قال : قال رسول الله ﷺ : " لا يدخل الجنة الجوّاظ والجعظريّ " . (ص/۶۶۱، كتاب الأدب ، باب في حسن الخلق ، الرقم : ۴۸۰۱)

ما في " جامع الترمذي " : عن أبي الدرداء رضي الله عنه أن النبي ﷺ قال : " ما من شيء أثقل في ميزان المؤمن يوم القيامة من حُسن الخلق ، وإن الله يبغض الفاحش البذيّ " .

(۲/۲۰، أبواب البر والصلة ، باب ما جاء في حسن الخلق ، الرقم : ۲۰۰۲)

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند، رقم الفتویٰ:۵۰۲۶۸)

سلام کا جواب نہ دینے والے سے قطعِ تعلق

مسئلہ (۱۶۸): ایک مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کے سلام کا جواب دینا دینِ اسلام کا حق ہے (۱)، اگر کوئی شخص سلام کا جواب نہ دے، تو بھی اس سے قطعِ تعلق نہیں کرنا چاہیے، جواب نہ دینے کا ذمہ دار وہ شخص خود ہوگا (۲)، اپنی طرف سے اس کے ساتھ خوش اخلاقی ہی کا معاملہ کرنا چاہیے، کیوں حدیث شریف میں رشتہ ناطہ توڑنے والوں سے تعلق اُستوار رکھنے (جوڑنے) کی بہت تاکید آئی ہے (۳)، البتہ اگر قطعِ تعلق کی بنیاد بے دینی ہو، اور ترکِ تعلق سے اصلاح کی امید ہو، تو بغرضِ اصلاح قطعِ تعلق کرنا بھی جائز ہے۔ (۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " للمؤمن على المؤمن ستّ خصال : يعوده إذا مرض ، ويشهده إذا مات ، ويجيبه إذا دعاه ، ويسلم عليه إذا لقيه " . الحديث .(ص/۳۹۷ ، كتاب الآداب ، باب السلام ، الفصل الأول ، الرقم : ۴۶۳۰)

ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " حق المسلم على المسلم خمس : ردّ السلام وعيادة المريض ، واتباع الجنائز وإجابة الدعوة وتشميت العاطس " . (۱/۱۶۶ ، كتاب الجنائز ، باب الأمر باتباع الجنائز ، الرقم : ۱۲۳۹)

(۲) ما في " سنن أبي داود " : عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله ﷺ قال : " لا يكون لمسلم أن يهجر مسلما فوق ثلاثة أيام ، فإذا لقيه مسلم عليه ثلاث مرار كل ذلك لا يرد عليه فقد باء بإثمه " . (ص/۶۷۳ ، كتاب الآداب ، باب في هجرة الرجل أخاه ، الرقم :۴۹۱۳)

ما في " شرح الطيبي " : إذا سلم عليه ثلاث مرات غير مردود فيها جواب فقد باء أي رجع بإثمه ، والضمير في بإثمه يحتمل أن يكون للبائي فيكون المعنى أن المسلم خرج من =

کسٹم وانکم ٹیکس آفیسروں سے چھپا کر سونا چاندی لانا

مسئلہ (۱۶۹): سعودی عرب وغیرہ میں سونا سستا ملتا ہے، اس لیے بعض لوگ وہاں سے سونا خرید کر کسٹم اور انکم ٹیکس آفیسروں کو بتائے بغیر یہاں لاکر اُسے مہنگے داموں میں فروخت کرتے ہیں، حالاں کہ کسٹم اور انکم ٹیکس آفیسروں سے چھپا کر سونا چاندی دوسرے ملک سے لانا مُلکی قانون کے مطابق جرم ہے، پکڑے جانے پر سخت سزا اور بے عزتی ہوتی ہے، لہٰذا شرعاً کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے کاروبار میں ایسا کوئی طریقہ اختیار کرے، جس میں اُس کی عزت وآبرو کو خطرہ لاحق ہو، اس لیے اس طریقے پر کاروبار کرنے سے بچنا لازم ہے۔(۱)

=الهجرة ونفى من الوزر ، وبقي الإثم على الذي لم يرد السلام . (۹/۲۴۷، ۲۴۸، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع الخ ، تحت الرقم :۵۰۳۴)

(۳) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال : " من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه ، ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليصل رحمه " . الحديث . (۲/۹۰۶، كتاب الآداب ، باب إكرام الضيف وخدمته إياه بنفسه ، الرقم :۶۱۳۸)

ما في " كنز العمال " : صل من قطعك وأحسن إلى من أساء إليك وقل الحق ولو على نفسك . (ابن النجار عن علي) .

(۳/۱۴۵، كتاب الأخلاق ، صلة الرحم والترغيب فيها الخ ، الرقم : ۲۹۲۶)

(۴) ما في " مرقاة المفاتيح " : قال الخطابي : رخص لمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته ، ولا يجوز فوقها إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالى فيجوز فوق ذلك . (۹/۲۳۰، كتاب الآداب ، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع الخ ، تحت الرقم :۵۰۲۷) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۵۵۱۳۱)

الحجة على ما قلنا :=

طلبہ کے لیے اخبار بینی زہرِ قاتل سے کم نہیں

مسئلہ (۱۷۰): اَخبار پڑھنا اگرچہ جائز ہے، مگر چوں کہ آج کل کے اَخبار-اہم، سچی اور حقیقت پر مبنی خبروں سے کہیں زیادہ، فحش وعریاں تصویروں اور عقائد اہلِ سنت والجماعت سے متصادم اَفکار ونظریات پر مشتمل مضامین وکالَمس پر مشتمل ہوتے ہیں، بایں ہمہ اس کے پڑھنے میں طلبہ کا، وقت کا ضیاع، اور موجبِ تشویش ہوتا ہے، جو ذہنی وقلبی یک سوئی کو ختم کردیتا ہے، اس لیے طلبہ کے لیے اَخبار پڑھنا زہرِ قاتل سے کم نہیں، لہٰذا طلبہ کو اس سے بچنا چاہیے، اور اپنے مقصودِ اصلی؛ تعلیم وتعمیل پر پوری توجہ دینی چاہیے۔ (۱)

اللہ پاک عمل کی توفیق عطا فرمائے! آمین!

=(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن حذيفة قال : قال رسول الله ﷺ : " لا ينبغي للمؤمن أن يُذِلَّ نفسه " . قالوا : وكيف يذلّ نفسه ؟ قال : " يتعرّض من البلاء لما لا يطيق " .
(۵۱/۲، أبواب الفتن ، الرقم :۲۲۵۴، سنن ابن ماجة :ص/۲۹۰، كتاب الفتن ، باب قوله تعالى : يا يايها الذين اٰمنوا عليكم انفسكم ، الرقم :۴۰۱۶)
ما في " شروح سنن ابن ماجة " : قال السندي : قوله : (يتعرض من البلاء) إما بالدعاء على نفسه بها ، أو بأن يأتي بأسبابها العادية . (۱۴۶۶/۲، تحت الرقم :۴۰۶۶)
ما في " الموافقات للشاطبي " : ومجموع الضروريات خمسة : وهي حفظ الدين والنفس والنسل والمال والعقل ، وقد قالوا : إنها مراعاة في كل ملة . (۳۲۶/۲ ، دار المعرفة بيروت، المقاصد قسمان ؛ مقاصد الشارع ومقاصد المكلف ، القسم الأول مقاصد الشارع، النوع الأول ، المسألة الأولى) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۵۴۳۷۳)
الحجة على ما قلنا :
(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أفحسبتم أنما خلقنكم عبثاً وأنكم إلينا لا ترجعون﴾ . =

گندگی ایک سماجی لعنت اور پاکیزگی آدھا ایمان ہے

مسئلہ (۱۷۱): گندگی اور عدمِ صفائی جہاں ایک سماجی لعنت ہے، وہیں انسانی وماحولیاتی صحت پر بھی اس کے بڑے بُرے اثرات مرتب ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ مذہبِ اسلام نے آج سے چودہ سو پینتیس (۱۴۳۵) سال پہلے ہی سے صفائی اور طہارت کو انتہائی اہمیت دی ہے، قرآن کریم میں ہے: ﴿انّ اللّٰہ یُحبُّ التّوّابین ویُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْن﴾[1] - بے شک اللہ تعالیٰ خوب توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں، اوخود پیغبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے صفائی وپاکی کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا:

=(سورة المؤمنون : ۱۱۵)

ما في " جامع الترمذي " : " نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس ؛ الصحة والفراغ " .

(۲/۵٦، كتاب الزهد ، الرقم : ۲۳۰۴ ، صحيح البخاري : ۲/۹۴۹، كتاب الرقاق)

ما في " جمع الجوامع " : قوله ﷺ : " من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه " .

(٦/۳۹۳ ، رقم الحديث : ۲۰۰۰۷ ، كنز العمال : ۳/۳۵۵ ، رقم الحديث : ۸۲۸۱)

ما في " جامع الترمذي " : " لا تزول قدما عبد حتى يسأل عن عمره فيما أفناه ، وعن عمله فيما فعل ، وعن ماله من أين اكتسبه ، وفيما أنفقه ، وعن جسمه فيما أبلاه " . (۲/٦۷، أبواب صفة القيامة)

ما في " الألعاب الرياضية " : يقول الدكتور يوسف القرضاوي حفظه الله : والحق أن السفه في إنفاق الأوقات أشد خطرًا من السفه في إنفاق الأموال .... لأن المال إذا ضاع قد يعود ، والوقت إذا ضاع لا عوض له . (ص/۳۲۰ ، دار النفائس الأردن)

ما في " المقاصد الشرعية " : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبا . (ص/۴٦) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۳۸۱۸۸)=

''پاکیزگی آدھا ایمان ہے''(۲)- اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ-''اپنے صحنوں اور آنگنوں کو صاف سُتھرا رکھو۔''(۳)

اسلام نے جس طرح باطن کی صفائی وپاکیزگی کو انسانیت کا اعلیٰ مقصد قرار دیا، اسی طرح ظاہر کی صفائی وسُتھرائی کو بھی ایمان کا حصہ قرار دیا ہے، لہٰذا تمام مسلمانوں؛ بالخصوص طبقۂ اہلِ علم وطلبۂ علم کی ذمہ داری ہے کہ ہر طرح کی صفائی وطہارت کا ممکن حد تک خیال رکھیں!

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في '' القرآن الكريم '' : قوله تعالیٰ : ﴿إن اللّٰه يحبّ التوّابين ويحب المتطهّرين﴾ . (سورة البقرة : ۲۲۲) . وقوله تعالی : ﴿وثيابک فطهِّر﴾ . (سورة المدثر : ۴)

ما في '' التفسير المظهري '' : قال القاضي ثناء الله رحمه الله تعالی : قلت : والظاهر عندي أنه أمر بتطهير الثياب فالواجب بالمنطوق وعبارة النص إنما هو تطهير الثوب ؛ وبدلالة النص يجب تطهير البدن بالطريق الأولی ، فإن الله سبحانه القدوس المطهر الطاهر لما لم يرض بنجاسة الثوب فكيف يرضی بنجاسة البدن اهـ . ... احتج الفقهاء بهذه الأية لاشتراط طهارة الثوب والمكان والبدن عن النجاسة الحقيقية للصلاة ، والصحيح عندي أنه لا دلالة على اشتراطها للصلاة بل على وجوب الطهارة الثلاث في جميع الأحوال . (۱۰/۸۹ ، ۹۰)

(۲) ما في '' صحيح مسلم '' : عن مالک الأشعري قال : قال رسول الله ﷺ : '' الطهور شطر الإيمان '' . (۱/۱۱۸ ، كتاب الطهارة ، باب فضل الوضوء ، جمع الجوامع : ۵/۱۳۲ ، الرقم : ۱۴۰۰۴ ، حرف الطاء)

(۳) ما في '' جامع الترمذي '' : عن صالح بن أبي حسّان قال : سمعت سعيد بن المسيّب يقول : ''إن الله طيب يحب الطيب ، نظيف يحب النظافة ، كريم يحب الكرم ، جواد يحب الجود ، فنظِّفوا'' . أُراه قال : أفنيتكم ولا تشبّهوا باليهود ، قال : فذكرتُ ذلک لمهاجر ابن مسمار فقال : حدثنيه عامر بن سعد بن أبي وقاص ، عن أبيه عن النبي ﷺ مثله إلا أنه قال :=

شکریہ، تھینک یو، بہت بہت شکریہ، جیسے الفاظ کا استعمال

مسئلہ (۱۷۲): بہت سے لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ لین دین کا معاملہ کرتے وقت ''شکریہ''، ''تھینک یو''، ''بہت بہت شکریہ'' وغیرہ جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں، جب کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ: ''جس کے ساتھ بھلائی وخیر خواہی کا معاملہ کیا جائے، تو وہ سامنے والے محسن کو ''جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا'' کہے''، لہٰذا ہم مسلمانوں کو اِس سنت کو زندہ کرنا چاہیے، اور غیروں کے طور وطریق سے بچنا چاہیے۔ [1]

=''نظِّفوا أفنيتكم'' . قال أبو عيسى : هذا حديث غريب ، وخالد بن إلياس يضعف ويقال : ابن إياس . (۵۳۷/۳ ، كتاب الأدب ، باب ما جاء في النظافة ، بيروت ، الرقم : ۲۷۹۹ ، بيروت ، و۱۰۷/۲ ، قديمي)

وما في '' الموسوعة الفقهية '' : يسنّ تحسين الأفنية والبيوت بتنظيفها وترتيبها ، عملا بما رواه ابن عامر بن سعد عن أبيه عن النبي ﷺ : '' إن الله طيب يحب الطيب ، نظيف يحب النظافة ، كريم يحب الكرم ، جواد يحب الجود ، فنظفوا أفنيتكم ولا تشبهوا باليهود '' .

(۲۱۷/۱۰ ، تحسين الأفنية)

ما في '' المعجم الأوسط للطبراني '' : قوله ﷺ : '' إن الله جميل يحب الجمال '' .

(۳۰۶/۳ ، رقم الحديث : ۴۶۶۸)

ما في '' الموسوعة الفقهية '' : تزيين البيوت والأفنية بتنظيفها وترتيبها مطلوب شرعًا لما روي عن النبي ﷺ قال : '' إن الله طيب يحب الطيب ، نظيف يحب النظافة '' . (۲۷۴/۲۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' مشكوة المصابيح '' : عن أسامة بن زيد قال : قال رسول الله ﷺ : '' من صُنع إليه معروفٌ فقال لفاعله : جزاک الله خيرا ، فقد أبلغ في الثناء '' . رواه الترمذي .=

Whatsapp،Sms وغیرہ پر سلام کا جواب

مسئلہ (۱۷۳): جب کوئی شخص کسی کو خط میں سلام لکھے، اور وہ اُسے پہنچ جائے، اور وہ پڑھ کر یا سُن کر اُس پر مطلع ہو جائے، تو اس پر لفظاً (قولاً) یا مراسلے کے ذریعے جواب دینا واجب ہے، صاحبِ درمختار علامہ محمد ابن علی حصکفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تحریری سلام کا جواب دینا ایسا ہی واجب ہے، جیسے حاضر شخص کے سلام کا جواب دینا واجب ہے۔......آج کل خط وکتابت کا سلسلہ بہت کم ہوگیا، موبائلی گفتگو، Smsاور Whatsapp نے اس کی جگہ لے لی ہے، جب کوئی شخص اِن ذرائع سے کسی کو مخاطب بنا کر سلام کرتا ہے، تو وہ اُس کے سلام کا جواب دینا ضروری نہ سمجھ کر، اُس کے ساتھ اِن الفاظ سے کلام کا آغاز کرتا ہے: ''جی! فرمایئے! - ہاں جی! کہیے! - بولو! - وغیرہ، یہ طریقہ اور انداز غیر شرعی اور غیر اخلاقی ہونے کے ساتھ، کبر ونخوت بھرا معلوم ہوتا ہے، لہٰذا اِس سے پرہیز کرنا چاہیے، اور پہلے مخاطب کے سلام کا جواب دے کر، پھر اُس سے نرم انداز سے بات کرنا چاہیے۔[1]

=(ص/ ۲۶۱، کتاب البیوع ، باب ؛ الفصل الثاني ، الرقم :۳۰۲۴ ، جامع الترمذي : ۲/ ۲۳، أبواب البر والصلة ، باب ما جاء في الثناء بالمعروف ، الرقم :۲۰۳۵، کتاب عمل الیوم واللیلة :ص/ ۱۰۰ ، باب ما یقول لمن صنع إلیه معروفا ، الرقم :۲۷۵)

ما في '' مرقاة المفاتیح '' : (جزاک الله خیرا) أي خیر الجزاء أو أعطاک خیرا من خیري الدنیا والآخرة (فقد أبلغ في الثناء) أي بالغ في أداء شکره . (۶/ ۱۹۳)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' القرآن الکریم '' : ﴿واذا حُیّیتم بتحیّة فحیّوا باحسنَ منهآ او رُدّوها ان اللّٰه =

....

....

....

....

....

....

....

....

=كان على كل شيء حسيبًا﴾ . (سورة النساء : ٨٦)

ما في " روح المعاني " : ويجب ردّ جواب كتاب التحية كردّ السلام . (١٤٨/٤)

ما في " فيض القدير " : (ردّ جواب الكتاب حق كردّ السلام) أي إذا كتب لک رجل بالسلام في كتاب ووصل إليک وعلمته بقراء تک او بقراء ة غيرک وجب عليک الرد باللفظ أو المراسلة . (٣١/٤ ، تحت الرقم :٤٤٤٨)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويجب ردّ جواب كتاب التحية كردّ السلام . [در مختار] . وفي الشامية : قوله : (ويجب رد جواب كتاب التحية) لأن الكتاب من الغائب بمنزلة الخطاب من الحاضر . مجتبى . والناس عنه غافلون . ط . أقول : المتبادر من هذا أن المراد رد سلام الكتاب لا رد الكتاب . (٥٩٤/٩ ، الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره)

ما في " الموسوعة الفقهية " : السلام بواسطة الرسول أو الكتاب كالسلام مشافهة ، فقد ذكر النووي في كتابه الأذكار عن أبي سعيد المتولي وغيره : فيما إذا نادى انسان انسانا من خلف ستر أو حائط فقال : السلام عليک يا فلان ! أو كتب كتابا فيه : السلام عليک يا فلان! أو : السلام على فلان ، أو أرسل رسولا وقال : سلّم على فلان ، فبلغه الكتاب أو الرسول وجب عليه أن يرد السلام ، صرّح بذلک الشافعية والحنابلة ، قال النووي : قال أصحابنا : وهذا الرد واجب على الفور ، وكذا لو بلغه سلام في ورقة من غائب وجب عليه أن يرد السلام باللفظ على الفور إذا قرأه .

(١٦٠/٢٥ ، سلام ، السلام بواسطة الرسول أو الكتاب)

اسلام میں جنسی تعلیم کی بالکل گنجائش نہیں

مسئلہ (۱۷۴): والدین اور سرپرستوں پر بچوں اور بچیوں کو اتنی تعلیم دینا، جس سے وہ اپنی دینی ذمہ داریاں ادا کرنے کے اہل ہوجائیں، ضروری ہے، اسی طرح حسبِ ضرورت عصری تعلیم بھی دی جائے، اور اس سلسلے میں شرعی حدود کی رعایت رکھی جائے۔ (۱)......اگر حکومت کسی سطح تک کی تعلیم، بچوں اور بچیوں کے لیے لازم قرار دے، اور وہ تعلیم شرعی اصول سے متصادم نہ ہو، اور کوئی بات ایمان واخلاقیات کے منافی نہ ہو، اور نہ ہی بے راہ روی وانحراف کا باعث ہو، تو مسلمانوں کو اس کی پابندی کرنی چاہیے۔ (۲)

آج کل بچوں کے لیے جس جنسی تعلیم کا مطالبہ کیا جارہا ہے، اسلام میں اس کی بالکل گنجائش نہیں، کیوں کہ اس کے مفاسد بہت ہیں، اور اس سے بے راہ روی پیدا ہوتی ہے (۳)، ایسی عمر میں بچوں کو اخلاقیات کی تعلیم دی جانی چاہیے۔ (۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قوله : (قوا انفسكم واهليكم) قال : " علموا أنفسكم وأهليكم الخير " . وقال الحسن : " تعلمهم وتأمرهم وتنهاهم " . قال أبو بكر : وهذا يدل على أن علينا تعليم أولادنا وأهلينا الدين والخير وما لا يستغنى عنه من الآداب .

(۳/۶۲۴، سورة التحريم ، مطلب يجب علينا تعليم أولادنا وأهلينا)

ما في " اتحاف السادة المتقين " : وقال الحليمي : تحسين أدبه بأن ينشئه على الأخلاق الحميدة ويعلّمه القرآن ولسان العرب وما لا بد منه من أحكام الدين .

(۶/۳۱۷ ، حقوق الوالدين والولد)=

....
....
....
....
....

=ما في " رد المحتار " : وأما فرض الكفاية من العلم فهو كل علم لا يستغنى عنه في قوام أمور الدنيا كالطب والحساب والنحو واللغة والكلام والقراء ات وأسانيد الحديث . الخ .
(۱/۱۲٦ ، المقدمة ، مطلب في فرض الكفاية وفرض العين ، الموسوعة الفقهية :۱۳/٦، تعليم وتعلم ، الحكم التكليفي)
(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : لأن طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فرض .
(٦/٤١٦ ، كتاب الجهاد ، باب البغاة ، مطلب في وجوب طاعة الإمام)
ما في " الموسوعة الفقهية " : أجمع العلماء على وجوب طاعة أولي الأمر من الأمراء والحكام ، وقد نقل النووي عن القاضي عياض وغيره هذا الإجماع .
(۲۸/۳۲۳ ، طاعة ، طاعة أولي الأمر)
(۳) ما في " المقاصد الشرعية " : ان الذرائع تعد وسائل إلى المقاصد وحكمها حكم مقاصدها من حيث التحريم والوجوب والكراهة الندب والإباحة ، أي ان الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبا ، فالزنا محرم وممنوع ولذلک حرمت ذرائعه ووسائله .
(ص/٤٦ ، المطلب الثامن ، صلة الذرائع سدا وفتحا بمقاصد الشريعة)
(٤) ما في " شعب الإيمان للبيهقي " : قال الإمام أحمد رحمه الله : وأما التعليم والتأديب فوقتهن أن يبلغ المولود من السن والعقل مبلغا يحتملها ، وذلک يتفرع فمنها : أن ينشئه على أخلاق صلحاء المسلمين ويصونه عن مخالطة المفسدين ، ومنها : أن يعلمه القرآن ولسان الأدب ويسمعه السنن أو قايل السلف ويعلمه من أحكام الدين ما لا غنى به عنه .
(٦/۳۹۷ ، باب في حقوق الأولاد والأهلين)
(تجویز اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

آئی ڈی کارڈ میں ولدیت دوسرے کی طرف منسوب کرنا

مسئلہ (۱۷۵): بعض اوقات ایسے حالات پیدا ہوجاتے ہیں کہ میاں بیوی کے درمیان فُرقت وجدائیگی واقع ہوجاتی ہے، اورعورت دوسری جگہ نکاح کرلیتی ہے، اورشوہرسابق کے بچے بھی موجودہ شوہر کی کفالت و پرورش میں رہتے ہیں، تو آئی ڈی کارڈ، اسکول سرٹیفکٹ یا نکاح نامہ وغیرہ میں اِن بچوں کی ولدیت میں موجودہ شوہر کا نام لکھوایا جاتا ہے، اوراسے مصلحت قرار دیا جاتا ہے، حالاں کہ شریعتِ اسلامیہ میں اس کی ممانعت آئی ہے، کہ کسی کی ولدیت حقیقی باپ کے علاوہ کی طرف منسوب کی جائے[1]، لہٰذا اس سے بچنا چاہیے، اور یہ بات بھی ذہن نشین کرلینی چاہیے کہ تمام احکامِ اسلام بندوں کی مصلحتوں پر ہی مبنی ہیں، اِن کے خلاف کسی امر کو مصلحت قرار دینا، مصلحت نہیں، بلکہ مَفسَدہ (تباہی) ہے[2]، جس کو اختیار نہیں کیا جاسکتا۔

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿وما جعل ادعیآء کم ابناء کم ذلکم قولکم بافواهکم واللّٰه یقول الحقّ وهو یهدي السبیل ○ ادعوهم لآبآئهم هو اقسط عند اللّٰه فان لم تعلموٓا اٰباء هم فاخوانکم في الدین وموالیکم ولیس علیکم جناح فیما اخطأتم به ولکن ما تعمّدت قلوبکم وکان اللّٰه غفورا رحیما ○﴾ . (سورة الأحزاب : ۴،۵)

ما في " الجامع لأحکام القرآن للقرطبي " : " ادعوهم لآبائهم هو اقسط عند الله " أي أعدل، فرفع الله حکم التبنّي ومنع من إطلاق لفظه ، وأرشد بقوله إلی أن الأولی والأعدل أن ینسب الرجل إلی أبیه نسبا ، .... فأمر الله تعالی بدعاء الأدعیاء إلی آبائهم =

....

=للصلب ، فمن جهل ذلک فيه ولم تشتهر أنسابهم كان مولى وأخا في الدين .
(۱۱۹/۱۴، ۱۲۱، سورة الأحزاب :۵)
ما في " التفسير المظهري " : (ادعوهم لآبائهم) يعني أنسبوهم إلى آبائهم الذين خلقوا من نطفهم إفراد للمقصود من أقواله الحقة ، .... وأقسط اسم تفضيل أريد به الزيادة مطلقا من القسط بمعنى العدل ومعناه البالغ في الصدق . (۲۹۲/۷)
ما في " أحكام القرآن للعثماني [للتهانوي] " : قال العبد الضعيف : إن الانتماء إلى غير أبيه قد عده الفقهاء من الكبائر كما ذكره الشيخ ابن حجر الهيثمي في الزواجر ، وقد ورد فيه اللعنة والوعيد الشديد في الأحاديث الصحيحة ، فكيف يقال : إنه نهي تنزيه ، نعم ! النهي مقصور فيما كان على طريق الجاهلية من ادعاء البنوة أو الانتماء إلى أبوة ، وما لم يكن كذلک بل كان لمحض الشفقة والتحنن فليس بداخل فيه ، وهو أيضًا لا يبعد أن يكره تنزيها لدخوله في النهي صورة . والله أعلم .
(۲۹۲/۳، سورة الأحزاب ، يجوز قوله لغير ابنه يا بني شفقة إذا لم يكن الخ)
ما في " صحيح البخاري " : عن عاصم قال : سمعت أبا عثمان قال : سمعت سعدا وهو أول من رمى بسهم في سبيل الله وأبا بكرة وكان لسوّر حصن الطائف في أناس فجاء النبي ﷺ فقالا : سمعنا النبي ﷺ يقول : " من ادعى إلى غير أبيه وهو يعلم فالجنة عليه حرام " .
(۶۱۹/۲، كتاب المغازي ، باب غزوة الطائف في شوال الخ)
ما في " صحيح مسلم " : عن سعد وأبي بكرة كلاهما يقول : سمعتُه أذناي ووعاه قلبي محمدا – ﷺ – يقول : " من ادعى إلى غير أبيه ، وهو يعلم أنه غير أبيه ، فالجنة عليه حرام". (۵۷/۱، كتاب الإيمان ، باب بيان حال إيمان من رغب عن أبيه وهو يعلم ، الرقم : ۲۲۹ ، سنن أبي داود :ص/۶۹۷، كتاب الأدب ، باب في الرجل ينتمي إلى غير مواليه ، الرقم :۵۱۱۵، سنن ابن ماجة :ص/۱۸۷، أبواب الحدود ، باب من ادعى إلى غير أبيه أو تولى غير مواليه)
ما في " الزواجر عن اقتراف الكبائر " : أخرج الشيخان من جملة حديث : " ومن ادعى إلى غير أبيه أو انتمى إلى غير مواليه فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين لا يقبل الله منه =

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=يوم القيامة صرفا ولا عدلا " . (۳/۲۸۰، كتاب النفقات على الزوجات والأقارب والمماليك ، الكبيرة الرابعة بعد الثلاث مائة : تولى الإنسان إلى غير مواليه)

(۲) ما في " الموافقات في أصول الشريعة للشاطبي " : وضع الشرائع إنما هو لمصالح العباد في العاجل والآجل معا .... ومجموع الضروريات خمسة وهي : حفظ الدين والنفس والنسل والمال والعقل .

(۸/۲ – ۱۱ ، كتاب المقاصد ، وفي النوع الأول في بيان قصد الشارع في وضع الشريعة)

ما في " حجة الله البالغة " : وقد يظنّ أن الأحكام الشرعية غير متضمنة لشيء من المصالح وأنه ليس بين الأعمال وبين ما جعل الله جزاءً لها مناسبة ، وأن مثل التكليف بالشرائع كمثل سيد أراد أن يختبر طاعة عبده ، فأمره برفع حجر أو لمس شجرة مما لا فائدة فيه غير الاختبار فلما أطاع أو عصى جوزي بعمله ، وهذا لمن فاسد تكذبه السنة وإجماع القرون المشهود لها بالخير . (۱/ ۱۵ ، المقدمة ، الأحكام الشرعية تتضمن مصالح العباد)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۸۱۶۴)

بے دریغ و بلاضرورت بجلی کا استعمال

مسئلہ (۱۷۶): ملک میں بجلی کی شدید قلت و بحران کے سبب اکثر و بیشتر علاقے لوڈ شیڈنگ کی زد میں ہیں، روزانہ کئی کئی گھنٹے بجلی غائب رہتی ہے، جس کی وجہ سے عام لوگوں کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، نیز موجودہ شدید گرمی کے عالَم میں بجلی جیسی اہم نعمت کا کماحقہٗ مُیَسَّر نہ ہونا، گرمی کی تکلیف کو دس گُنا بڑھا دینے کے مترادف ہے، بلکہ بسا اوقات بجلی انسانی زندگی کے لیے موت وزیست (زندگی) کا مسئلہ بن جاتی ہے، ایک طرف بجلی کی قلّت کا یہ عالَم ہے، اور دوسری طرف جہاں بجلی جیسی عظیم نعمت میسر ہے، وہاں اس کے بے محابا اور بے دریغ استعمال کا حال یہ ہے کہ خالی کمروں، درس گاہوں اور آفسوں و دفتروں میں بلب روشن- جلتے، اور پنکھے چلتے نظر آتے ہیں، (حتی کہ ایئر کنڈیشنروں کے دہانے بھی کھلے ہوتے ہیں)، بالخصوص جن مقامات پر بجلی کا بِل، خرچ کرنے والوں کو خود ادا نہیں کرنا پڑتا، وہاں تو بجلی کا استعمال اتنی بے دردی و بے رحمی سے ہوتا ہے کہ- الأمان!- بلکہ-''مالِ مفت، دلِ بے رحم''- کی مثال پوری آب وتاب کے ساتھ صادق آتی ہے۔

رزقِ خداوندی اور اس کی قیمتی نعمتوں کے بارے میں ہماری یہ لاپروائی، اشیائے ضرورت کو ضائع کرنا، ہمارا ایک اجتماعی روگ بن چکا ہے[1]، جب کہ حضور پُر نور ﷺ نے ہمیں پانی میں اِسراف وفضول خرچی سے بھی منع فرمایا ہے،

خواہ ہم کسی بہتے دریا کے پاس کھڑے ہوں [۲]، لیکن بات وہی ہے کہ- جب کسی قوم کا مزاج یہ بن جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بے دریغ ، بلا ضرورت استعمال کرے، تو ایسی قوم کے لیے بہتے ہوئے دریا بھی کافی نہیں ہو سکتے۔ [۳]

اس لیے ہمیں چاہیے کہ جہاں ہماری ضرورت ایک بلب سے پوری ہوتی ہو، وہاں دو بلب نہ جلائیں، جہاں ایک پنکھا کارآمد ہو، وہاں دو پنکھے نہ چلائیں۔ جب کمرے اور درس گاہ سے نکلیں، تو بلب اور پنکھے بند کر کے نکلیں، اگر کہیں بلا وجہ روشنی، پنکھا یا بجلی کا کوئی آلہ جلتا ہوا دیکھیں، تو اسے بند کر دیں، کیا بعید ہے کہ جس بجلی کا خرچ ہم بچا رہے ہیں، وہ کسی ضرورت مند کے کام آجائے، اس سے کسی مریض کو راحت مل جائے، یا کسی غریب کے ظلمت کدے میں اُجالا ہو جائے۔

اللہ پاک ہمیں توفیق عطا فرمائے! آمین

الحجة على ما قلنا :

(ا) ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿وكلوا واشربوا ولا تسرفوا ، إنه لا يحبّ المسرفين﴾ .

(سورة الأعراف : ۳۱)

ما في '' أحكام القرآن لإبن العربي '' : الإسراف تعدي الحدّ ، فنهاهم عن تعدّي الحلال إلى الحرام ، وقيل : ألا يزيدوا على قدر الحاجة . (۲/ ۱ ۲۸)

ما في '' مسند أحمد '' : عن النعمان بن بشير قال : قال النبي ﷺ على المنبر : '' من لم يشكر القليل لم يشكر الكثير ، ومن لم يشكر الناس لم يشكر الله ، التحدّث بنعمة الله شكر وتركها كفر ، والجماعة رحمة والفرقة عذاب '' . [إسناده حسن]

(۲۷۸/۴ ، طبع الميمنية ، بحواله الموسوعة الفقهية الكويتية)

ما في '' الموسوعة الفقهية '' : وكل منعم عليه ينبغي له الشكر لمن أولاه تلك النعمة ولو=

....

=كانت قليلة لحديث : " من لم يشكر القليل لم يشكر الكثير " . اهـ ....
.... وإذا كان الله تعالى شكر المحسنين وهو غني عنهم فالعبد أولى بأن يشكر لمن أحسن إليه .... قال النبي ﷺ : " من أولي نعمة فليشكرها ، فإن لم يقدرها فليظهر ثناء حسنا " . قال الحليمي : وهذا يدل على أن الشكر المذكور في هذا الحديث أريد به الشكر بالفعل ولولا ذلک لم يقل : " فإن لم يقدر فليظهر ثناء حسنا " . فإذا كانت النعمة فعلا كان الشكر إحسانا مكان إحسان ، فإن لم يتيسّر قام الذكر الحسن والثناء والبِشر مقامه . (۲٦/۱۸۱ ، ۱۸۲ ، شكر العباد على المعروف)

(۲) ما في " سنن ابن ماجه " : عن عبد الله بن عمرو أن رسول الله ﷺ مرّ بسعد وهو يتوضأ فقال : " ما هذا السرف ؟ " فقال : أفي الوضوء إسراف ؟ قال : " نعم ، وإن كنتَ على نهر جار " . (ص/۳۴ ، كتاب الطهارة ، باب ما جاء في القصد في الوضوء وكراهة التعدي فيه ، قديمي ، الرقم :۴۲۵)

ما في " شروح سنن ابن ماجة " : قوله : (فقال أفي الوضوء إسراف) بناء على ما قيل لا خير في سرف ولا سرف في خير فظن أن لا إسراف في الطاعة والعبادة فاستفسر بقوله في الوضوء إسراف فأجابه عليه السلام بقوله نعم وإن كنت الخ ، فإن فيه إسراف الوقت وتضييع العمر أو تجاوز عن الحد الشرعي كما تقدم ويحتم أن يراد بالإسراف الإثم " مرقاة " . قال السندي : قوله : (السرف) بفتحتين أي : التجاوز على الحد في الماء . (۱/۲۳۴ ، تحت الرقم :۴۲۵)

وما في " سنن ابن ماجة " : عن ابن عمر قال : رأى رسول الله ﷺ رجلا يتوضأ فقال : لا تُسرِف ، لا تُسرِف " . (ص/۳۴)

ما في " شروح سنن ابن ماجة " : قال السندي : قوله : (لا تسرف) من الإسراف . أي لا تزد على القدر المعروف في استعمال الماء . (۱/۲۳۳ ، تحت الرقم :۴۲۴)

ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : ويكره الإسراف فيه تحريمًا لو بماء النهر أو المملوک له ، أما الموقوف على من يتطهر به ومنه ماء المدارس فحرام .

(ص/۸۰ ، فصل في المكروهات)

ما في " الموسوعة الفقهية " : والكراهة فيما إذا كان الماء مملوكاً أو مباحاً ، أما الماء الموقوف على من يتطهر به ومنه ماء المدارس ، فإن الزيادة فيه على الثلاث حرام عند الجميع لكونها غير ماذون بها ، لأنه إنما يوقف ويساق لمن يتوضأ الوضوء الشرعي ، ولم يقصد اباحتها لغير ذلک . (۴/۱۷۹ ، بدائع الصنائع : ۱/۱۱۳)

(۳) (ذکر وفکر:ص/ ۸۷-۸۲)

گندگی جان کے ضیاع وہلاکت کا سبب ہے

مسئلہ (۱۷۷): شریعتِ اسلامیہ کے مقاصدِ خمسہ میں سے ایک اہم ترین مقصد، حفاظتِ انفُس ؛ یعنی جانوں کی حفاظت ہے [۱]، اپنے گھروں، کمروں اور صحنوں کو صاف سُتھرا نہ رکھنا مختلف قسم کی بیماریوں کو دعوت دینے کے مترادف ہے، جو جانوں کے ضیاع وہلاکت کا سبب بنتی ہے، اسی لیے اسلام نے اپنے گھروں، راستوں اور صحنوں کو صاف ستھرا رکھنے کا حکم دیا ہے، جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''اپنے گھروں کو صاف ستھرا رکھو، اور یہود کی مشابہت اختیار نہ کرو۔'' [۲]

ہمارے جامعہ کا اِحاطہ بہت بڑا ہے، اس کی صفائی، صرف صفائی عملہ کی ذمہ داری نہیں ہے، بلکہ ہم میں سے ہر ایک اس کا ذمہ دار ہے، لہٰذا طلبۂ عزیز کو چاہیے کہ اپنے کمروں، درس گاہوں اور صحنِ جامعہ اوراس کے راستوں کی صفائی وستھرائی کا پورا خیال رکھیں، کوڑا کرکٹ اس کے لیے متعین جگہوں پر ہی ڈالیں، کیف ما اتفق کہیں بھی نہ پھینکیں- کہ یہ بدتہذیبی وغیر سلیقہ مندی ہے، جو ہماری شان وشعار کے خلاف ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموافقات في أصول الشريعة للشاطبي " : ومجموع الضروريات خمسة وهي : حفظ الدين ، والنفس ، والنسل ، والمال ، والعقل .

(۲/ ۱۱ ، كتاب المقاصد ، النوع الأول في بيان قصد الشارع في وضع الشريعة)

(۲) ما في " جامع الترمذي " : عن صالح بن أبي حسّان قال : سمعت سعيد بن المسيب يقول : " إن الله طيب يحب الطيب ، نظيف يحب النظافة ، كريم يحب الكرم ، جواد=

دیواروں پر تھوکنا اور گندگی پھیلانا بدتہذیبی کی علامت ہے

مسئلہ (۱۷۸): جامعہ نے ابھی مسابقۃ القرآن الکریم کے موقع پر اپنے احاطے کی دیواروں پر تازہ تازہ رنگ کروایا، تو کچھ صفائی سُتھرائی اور تہذیب وسلیقہ مندی کو ناپسند کرنے والے طلبا وافراد نے اِس نادر موقع سے فائدہ اُٹھایا، اور کچھ دنوں کے لیے بھی اِن صاف شفاف دیواروں کو معاف نہیں کیا، اور اُن پر پان، گُٹکھا اور تمباکو، کھا کر تھوکنا شروع کردیا، بلکہ ابھی بھی یہ سلسلہ جاری ہے، یہ حرکت شرعاً کسی بھی طرح جائز نہیں، بلکہ حرام ہے، کیوں کہ حضراتِ فقہائے کرام

=یحب الجود ، فنظّفوا – أراه قال : – أفنیتکم ، ولا تشبّھو بالیھود ''.
(۳/۵۳۷ ، کتاب الأدب ، باب ما جاء في النظافة ، الرقم : ۲۷۹۹)

ما في '' المعجم الأوسط للطبراني '' : عن عامر بن سعد عن أبیه قال : قال رسول الله ﷺ : ''طھّروا أفنیتکم ، فإن الیھود لا تطھر أفنیتھا ''. (۳/۱۲۲ ، من اسمه علي ، الرقم :۴۰۵۷)

ما في '' منکرات البیوت '' : ومن المنکرات ترک البیوت من غیر تنظیف بحیث تبدو متسخة وغیر صحیة أحیانا ، وقد جاء ت الشریعة الإسلامیة بحفظ الأنفس ، ففي ترک البیوت بھذه الصورة متسخة من غیر تنظیف مدعاة لفشو وانتشار الأمراض والأسقام التي ھي سبب من أسباب ھلاک وضیاع الأنفس ، لذا فقد جاء ت الشریعة بالأمر بالنظافة عامة ، وبنظافة البیوت خاصة . ..... ونظفوا کل ما سھل لکم تنظیفه حتی أفنیة الدار، وھي متسع أمام الدار . (ص/۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳ ، تجمع الأوساخ في البیوت وترکھا من غیر تنظیف ، مؤلف : رائد بن صبري بن أبي علفة ، ناشر : مکتبة السوادي)

ما في '' المقاصد الشرعیة للخادمي '' : ان الذرائع تعد وسائل إلی المقاصد وحکمھا حکم مقاصدھا ، من حیث التحریم والوجوب والکراھة والندب والإباحة ، أي أن الوسیلة أو الذریعة تکون محرمة إذا کان المقصد محرما ، وتکون واجبة إذا کان المقصد واجبا .

(ص/۴۶ ، المطلب الثامن : صلة المقاصد بالذرائع سدا وفتحا)

نے یہ صراحت فرمائی ہے کہ- اگرکوئی آدمی اپنے مال میں بے جا وفضول تصرُّف کرے، تو اُس کا یہ عمل مکروہِ تحریمی ہے، اوراگر وقف کے مال وجائداد میں ایسا کرے، تو یہ حرام ہے۔ (۱)

الحمد للہ! ہم ایک دینی وعصری تعلیم گاہ کے احاطے میں قیام پذیر ہیں، تہذیب وثقافت ہماری شناخت وعلامت سمجھی جاتی ہے، مزید برآں ہم سب مسلمان ہیں، اوراسلام- احکامِ شرعیہ پر عمل کرنے کا نام ہے، لیکن چوں کہ تہذیب وثقافت کو ہم نے صرف عمدہ کپڑے پہننے کی حد تک، اور دین کو صرف نماز روزے کی حد تک محدود کرکے رکھ دیا ہے، اس لیے اِس طرح کے کام کرتے وقت ہمیں یہ خیال بھی نہیں آتا کہ ہم کس قدر بدتہذیبی وغیر سلیقہ مندی کا ثبوت دے رہے ہیں، اور کتنے بڑے گناہ کا ارتِکاب کررہے ہیں، امید کہ اِس طرزِ عمل کی اصلاح کرلی جائے گی، اور آئندہ اس سے باز رہنے کا پختہ عزم وارادہ بھی، اور یہ عہد بھی کہ اگر کسی شخص کو ایسی حرکت کرتے دیکھیں گے، تو ضرور بالضرور اُسے اِس حرکت سے منع کریں گے، کہ یہ ہمارا شرعی فریضہ ہے (۲)، نیز یہ بات زندگی بھر کے لیے اپنے پلّے باندھ لیں کہ اگر کسی کا کوئی فائدہ نہیں کرسکتے، تو کم ازکم نقصان تو نہ کریں!!

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تُسرفوا ، انّ الله لا يحب المسرفين﴾ . (الأنعام : ۱۴۱)

. ﴿ولا تبذّر تبذيرا ، انّ المبذّرين كانوا اخوان الشيطين﴾ . (سورة الإسراء : ۲۶، ۲۷)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : روي عن عبد الله بن مسعود وابن عباس رضي الله =

....

=عنهم : " التبذير إنفاق المال في غير حقه " .

(۲۵۷/۳، مختصر تفسير ابن كثير : ۳۷۴/۲)

ما في " التفسير الكبير للرازي " : والتبذير في اللغة : إفساد المال وإنفاقه في السرف .

(۳۲۸/۷)

ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : منها (الإسراف في) صب (الماء) لقوله ﷺ لسعد لما مر به وهو يتوضأ : " ما هذا السرف يا سعد ؟ " فقال : أفي الوضوء سرف ؟ قال : " نعم ، وإن كنت على نهر جار " . (مراقي) . قوله : (الإسراف العمل فوق الحاجة الشرعية ، فتاوى الحجة : يكره صب الماء في الوضوء زيادة على العدد المسنون والقدر المعهود لما ورد في الخبر : " شرار أمتي الذين يسرفون في صب الماء " . اهـ . ويكره الإسراف فيه تحريما لو بماء النهر أو المملوك له ، أما الموقوف على من يتطهر به ومنه ماء المدارس فحرام . اهـ . (ص/۸۰ ، ۸۱، كتاب الطهارة ، فصل في المكروهات ، الدر المختار مع الشامية : ۲۳۲/۱ ، ۲۳۳، كتاب الطهارة ، مطلب في إسراف الوضوء ، ديوبند)

ما في " الموسوعة الفقهية " : والكراهة فيما إذا كان الماء مملوكا أو مباحا ، أما الماء الموقوف على من يتطهر به ومنه ماء المدارس ، فإن الزيادة فيه الثلاث حرام عند الجميع ، لكونها غير ماذون بها ، لأنه إنما يوقف ويساق لمن يتوضأ الوضوء الشرعي ولم يقصد إباحتها لغير ذلك . (۱۷۹/۴، بدائع الصنائع : ۱۱۳/۱)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون﴾ . (سورة آل عمران : ۱۰۴)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قال الله تعالى : ﴿ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر﴾ قال أبو بكر : قد حوت هذه الآية معنيين : أحدهما : وجوب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر ، والآخر : أنه فرض على الكفاية ليس بفرض على كل أحد في نفسه إذا قام به غيره ، لقوله تعالى : ﴿ولتكن منكم امة﴾ ، وحقيقته تقتضي البعض دون البعض ، فدلّ على أنه فرض الكفاية ، إذا قام به بعضهم سقط عن الباقين ، ...... والذي يدل على صحة هذا القول إنه إذا قام به بعضهم سقط عن الباقين ، كالجهاد =

....

....

=وغسل الموتى وتكفينهم والصلاة عليهم ودفنهم . اهـ .

(۲/۳۷ ، ۳۸ ، باب فرض الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي سعيد الخدري عن رسول الله ﷺ قال : " من رآى منكم منكرا فليغيّره بيده ، فإن لم يستطع فبلسانه ، فإن لم يستطع فبقلبه ، وذلک أضعف الإيمان " . رواه مسلم . (ص/۴۳٦ ، باب الأمر بالمعروف ، الفصل الأول ، قديمي)

ما في " جامع الترمذي " : عن حذيفة بن اليمان ، عن النبي ﷺ قال : " والذي نفسي بيده ، لتأمرنّ بالمعروف ، ولتنهونّ عن المنكر ، أو ليُوشكنّ الله أن يبعث عليكم عقابا منه ثم تدعونه فلا يُستجاب لكم " . قال أبو عيسى : هذا حديث حسن . (۴/۴٦۸ ، الرقم : ۲۱٦۹ ، كتاب الفتن ، باب الأمر بالمعروف ، احياء التراث العربي بيروت ، و۳/۲۱۰ ، الرقم : ۲۱٦۹ ، باب ما جاء في الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر ، دار الكتب العلمية)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الأئمة على مشروعية الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر ، وحكى الإمام النووي وابن حزم الإجماع على وجوبه ، وتطابقت آيات الكتاب وأحاديث الرسول ﷺ وإجماع المسلمين على أنه من النصيحة التي هي الدين ، قال الله تعالى : ﴿ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر﴾ ، وقال النبي ﷺ : " من رآى منكم منكرا فليغيره بيده ، فإن لم يستطع فبلسانه ، فإن لم يستطع فبقلبه ، وذلک أضعف الإيمان . قال الإمام الغزالي : الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر أصل الدين وأساس رسالة المرسلين ولو طوي بساطه وأهمل علمه وعمله لتعطلت النبوة واضمحلت الديانة وعمت الفوضى وهلک العباد ، إلا أنهم اختلفوا بعد ذلک في حكمه ، هل هو فرض عين أو فرض كفاية أو نافلة ؟ أو يأخذ حكم المأمور به والمنهي عنه ، أو يكون تابعاً لقاعدة جلب المصالح ودرء المفاسد على أربعة مذاهب : المذهب الأول : أنه فرض كفاية ، وهو مذهب جمهور أهل السنة ، وبه قال الضحاک من أئمة التابعين والطبري وأحمد بن حنبل . اهـ . (٦/۲۴۸ ، الأمر بالمعروف الخ ، الحكم التكليفي)

دیواروں پر بجا یا بے جا اشتہارات

مسئلہ (۱۷۹): آج کے اِس اشتہاری دور میں سڑکوں، گلی کوچوں، محلوں اور سرکاری ونجی عمارات کی دیواروں پر جا بجا کسی نہ کسی چیز کا اشتہار (ایڈورٹائز) لگا نظر آتا ہے، حتی کہ مساجد جیسی مقدس جگہوں کی بیرونی دیواریں بھی جداری اشتہارات واعلانات سے بھری ہوتی ہیں، جب کہ جس دیوار پر اشتہار واعلان لگوایا جائے، وہ دو حال سے خالی نہیں ہوگی، یا تو وہ دیوار کسی فردِ واحد کی ذاتی ملکیت ہوگی، یا حکومت وسرکار کی مِلک ہوگی، اگر دیوار کسی فرد کی مملوکہ ہو، تو اُس کی اجازت کے بغیر اس پر اشتہار لگانا، جائز نہیں، کیوں کہ بلا اذن کسی کی ملکیت میں بجا، یا بے جا تصرُّف کرنا شرعاً جائز ودرست نہیں ہے، اسی طرح اگر وہ دیوار حکومت وسرکاری عمارت کی ہے، تو اس پر پوسٹر یا اشتہار لگانا نہایت سنگین معاملہ ہے، کیوں کہ اس صورت میں عوامی ملکیت ہونے کی وجہ سے کسی سے اجازت لینا اور قصور معاف کرانا بھی ممکن نہیں ہوتا، اور اس سے بھی بدتر صورت یہ ہے کہ لوگ مساجد کی دیواروں کو بھی پوسٹر واشتہارات سے آلودہ کرتے ہیں، جو مساجد کی حرمت وتقدُّس کے خلاف ہے، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اشتہارات لگانے کی جو مخصوص جگہیں ہوتی ہیں، وہیں پر اشتہارات لگوائیں، اور اَملاکِ غیر میں بے دریغ تصرُّف سے احتراز کریں! ورنہ عنداللہ مؤاخذہ ہوگا۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير=

دین صرف نماز روزہ کی حد تک ہی محدود نہیں

مسئلہ (۱۸۰): دین صرف نماز روزہ ہی کی حد تک محدود نہیں ہے، بلکہ دین، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا نام ہے، حقوق العباد میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ- عام راستے پر ایسی جگہ اپنی کسی قسم کی سواری کھڑی نہ کی جائے- کہ آنے جانے والوں کا راستہ بند ہوجائے، یا گزرنے والوں کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑے، اسی طرح انتظامیہ نے جس راستے کو پیدل چلنے والوں کے لیے، اور جس راستے کو سواری پر چلنے والوں کے لیے متعین کیا ہے، اُس کا پورا خیال رکھنا لازم ہے، اس کے خلاف کرنا عوامی جگہوں کا ناجائز استعمال ہے، جو غصب کے گناہ میں داخل ہے[1]، اور انتظامیہ کے ایک جائز حکم کی خلاف ورزی ہے، جو ناجائز ہے۔[2]=

=بلا إذنه . (۱/۹٦، المادة :۹٦ ، شرح المجلة : ص/٦١، المادة : ۹٦، قواعد الفقه :ص/۱۱۰، القاعدة : ۷۰)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته .

(۹/۲۴۰ ، كتاب الغصب ، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير)

ما في " رد المحتار " : التصرف في مال الغير حرام ، فيجب التحرّز عنه .

(۷/۳۷۳ ، كتاب البيوع ، باب المرابحة والتولية)

ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : هذه المادة مأخوذة من المسألة الفقهية (لا يجوز لأحد التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته) الواردة في الدر المختار ، فعليه إذا أراد شخص أن يبني بناء محاذيا لحائط بناء انسان فليس له أن يستعمل حائط ذلك الشخص بدون إذنه حتى ولو أذنه صاحب الحائط فله بعدئذ حق الرجوع عن إذنه . (۱/۹٦، تحت المادة : ۹٦ ، القواعد الكلية) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۸/۵۱۵،۵۱٦،جدید ایڈیشن)=

=ذمہ دارانِ جامعہ نے پیدل چلنے والے طلبا کو حادثات سے بچانے، اور سوار لوگوں کو ٹریفک کی تکالیف سے نجات دلانے کی غرض سے (۳)، بابِ صدیق سے لے کر- السلام ہسپتال تک- سڑک کی دونوں جانب ایک نیا راستہ بنایا ہے، اب بعض سائیکل، موٹر سائیکل اور اسکوٹر سوار لوگ بھی اسی پر اپنی آمد ورفت کر رہے ہیں، یہ سراسر بے اُصولی، بدتہذیبی اور غیر شرعی حرکت ہے (۴)، اِس سے باز آنا چاہیے، کہ ایک مومن مہذَّب وسلیقہ منداوراصولِ شریعت کا مکلّف وپابند ہوتا ہے۔

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : الغصب لغة : هو أخذ الشيء ظلمًا وقهرًا ، والاغتصاب مثله .... واصطلاحا : عرفه أبو حنيفة وأبو يوسف بأنه : إزالة يد المالک عن ماله المتقوم على سبيل المجاهرة والمغالبة بفعل في المال ، وعرفه المالكية بأنه : أخذ مال قهرا تعديا بلا جراحة . وعرفه الشافعية بأنه : الاستيلاء على حق الغير عدوانا ، أي بغير حق . وعرفه الحنابلة بأنه : الاستيلاء على مال الغير قهرا بغير حق . (۳۱/۲۲۸ ، غصب)

(۲) ما في " رد المحتار " : وتجب طاعة الإمام عادلا كان أو جائرا إذا لم يخالف الشرع .
(۶/۳۱۸)

ما في " البحر الرائق " : لأن طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فرض فكيف فيما هو طاعة .
(۵/۲۳۶ ، الدر مع الرد : ۶/۳۱۹)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : قوله تعالىٰ : ﴿والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنات بغير ما اكتسبوا﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۸)

ما في " تفسير القرطبي " : قال القرطبي رحمه الله تعالى : " أذية المؤمنين والمؤمنات هي أيضًا بالأفعال والأقوال القبيحة " . (۱۴/۲۴۰)

ما في " صحيح البخاري " : قوله ﷺ : " المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده " .

(۱/۶ ، كتاب الإيمان ، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده)=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=ما في " الصحيح لمسلم " : قوله ﷺ : " الإيمان بضع وسبعون أو بضع وستون شعبة ، فأفضلها قول لا إله إلا الله ، وأدناها إماطة الأذى عن الطريق ، والحياء شعبة من الإيمان " .

(۱/۴۷ ، كتاب الإيمان ، باب بيان عدد شعب الإيمان وأفضلها وأدناها . الخ)

ما في " حاشية أبي داود " : قوله ﷺ : " إياكم والجلوس بالطرقات " . " ويدخل في الأذى أن يضيق الطريق على المارّين " . [رقم الحاشية : ۲]

(سنن أبي داود: ص/٦٦٣ ، كتاب الأدب ، باب في الجلوس بالطرقات)

ما في " جمع الجوامع " : عن أبي حذيفة بن أُسيد أن النبي ﷺ قال : " من آذى المسلمين في طرقهم وجبت عليه لعنتهم " . (٦/٣٩٦ ، حرف الميم مع النون ، الرقم : ٢٠٠٣٦)

(۴) ما في " الموسوعة الفقهية " : أصل الظلم في اللغة : وضع الشيء في غير موضعه ، والجور ومجاوزة الحد ، والميل عن القصد . (٢٩/١٦٩ ، ظلم)

وفيه أيضًا : الظلم محرم ، دل على حرمته الكتاب والسنة والإجماع ، أما الكتاب فمنه قوله تعالى : ﴿إن الذين كفروا وظلموا لم يكن الله ليغفر لهم ولا ليهديهم طريقا﴾ . الآية ....

وأما السنة فمنها : حديث أبي ذر رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ فيما روي عن الله تعالى أنه قال : يا عبادي ! إني حرّمت الظلم على نفسي وجعلت بينكم محرما فلا تظالموا " . الحديث .... وأجمع الفقهاء على تحريم الظلم . (٢٩/١٧٠ ، ظلم ، الحكم التكليفي)

(فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۵/۴۲۱، المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ: ۴/۱۹۱، مسئلہ نمبر: ۱۶۳)

گن پتی اور دیگر مورتیوں کی تصویر والے کیلنڈر

مسئلہ (۱۸۱): بعض مسلم دکاندار ہر سال کیلنڈر چھپواتے ہیں، اور اُن کیلنڈروں کو اپنے مسلم وغیر مسلم گاہکوں میں مفت تقسیم کرتے ہیں، مسلم گاہکوں کو دیئے جانے والے کیلنڈر اسلامی شعائر، مثلاً: کعبۃ اللہ، مسجد نبوی، روضۂ اطہر، مسجد اقصیٰ اور دیگر مساجد کی تصویر والے ہوتے ہیں، تو اُن کا یہ عمل شرعاً درست ہے، البتہ غیر مسلموں کو دیئے جانے والے کیلنڈر ہندوانہ شعائر، مثلاً: مندر، گن پتی (گنیش)[۱]، اور دیگر مورتیوں کی تصویر والے ہوتے ہیں، تو اُن کا یہ فعل ناجائز وحرام ہے، اس لیے کہ جیسے کفر وشعائرِ کفر کو اپنانا، ناجائز وحرام ہے[۲]، ایسے ہی اُن کا اشتہار بھی ناجائز وحرام ہے۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فيروز اللغات " : گنیش : (گ ، نیش) .. شِو جی اور پاربتی کا بیٹا جسے ہندو دانائی اور مشکل کشائی کا دیوتا مانتے ہیں۔(ص/۱۱۱۰)

(۲) ما في " سنن أبي داود " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " من تشبه بقوم فهو منهم " . (ص/۵۵۹ ، کتا ب اللباس ، باب لباس الشهرة)

ما في " بذل المجهود " : قال القاري : من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء والأبرار فهو منهم أي في الإثم أو الخير عند الله تعالى . (۱۲/ ۵۹ ، مرقاة المفاتيح :۸/۲۲۲، کتاب اللباس والزينة)

ما في " شرح الطيبي " : قوله : " من تشبه بقوم " هذا عام في الخلق والخلق والشعار وإذا كان الشعار أظهر في التشبه . (۸/۲۳۲، رقم الحديث :۴۳۴۷)

ما في " فيض القدير " : (من تشبه بقوم) أي تزيا في ظاهره بزيهم وفي تعرفه بفعلهم =

....

=وفي تخلقه بخلقهم وسار بسيرتهم وهديهم في ملبسهم وبعض أفعالهم . اهـ . ...
وقال بعضهم : قد يقع التشبه في أمور قلبية من الاعتقادات وإرادات وأمور خارجية ، من أقوال وأفعال قد تكون عبادات وقد تكون عادات في نحو طعام ولباس ومسكن ونكاح واجتماع وافتراق وسفر وإقامة وركوب وغيرها ، وبين الظاهر والباطن ارتباط ومناسبة وقد بعث الله المصطفى ﷺ بالحكمة التي هي سنة وهي الشرعة والمنهاج الذي شرعه له فكان مما شرعه له من الأقوال والأفعال ما يباين سبيل المغضوب عليهم والضآلّين فأمر بمخالفتهم في الهدي الظاهر في هذا الحديث ، وإن لم يظهر فيه مفسدة لأمور – منها أن المشاركة في الهدي في الظاهر تؤثر تناسبا وتشاكلا بين المتشابهين تعود إلى موافقة ما في الأخلاق والأعمال ، وهذا أمر محسوس . اهـ . ... وقال ابن تيمية : هذا الحديث أقل أحواله أن يقتضي تحريم التشبه بأهل الكتاب وإن كان ظاهره يقتضي كفر المتشبه بهم فكما في قوله تعالى : ﴿ومن يتولّهم منكم فإنه منهم﴾ وهو نظير قول ابن عمرو : من بنى بأرض المشركين وصنع نيروزهم ومهرجانهم وتشبه بهم حتى يموت حشر يوم القيامة معهم ، فقد حمل هذا على التشبه المطلق فإنه يوجب الكفر ويقتضي تحريم أبعاض ذلک ، وقد يحمل منهم في القدر المشترک الذي شابههم فيه فإن كان كفرا أو معصية أو شعارا لها كان حكمه كذلک. (۱۰۴/۶ ، الرقم :۸۵۹۳ ، دار المعرفة بيروت لبنان)

ما في ” اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم “ : وإذا كانت المشابهة في القليل ذريعة ووسيلة إلى بعض هذه القبائح كانت محرمة ، فكيف إذا أفضت إلى ما هو كفر بالله ؟ . ... ان المشابهة تفضي إلى كفر أو معصية غالبا ، أو تفضي إليهما في الجملة، وليس في هذا المفضى مصلحة ، وما أفضى إلى ذلک كان محرما ، فالمشابهة محرّمة . اهـ. (ص/۲۱۵ ، ۲۱۶ ، المشابهة تفضي إلى كفر أو معصية غالبا ، مطابع المجد التجارية ، و: ۱/۱/۲۷ ، باب التشبه مفهومه ومقتضاه ، دار عالم الكتب بيروت)

ما في ” صحيح البخاري “ : ” أبغض الناس إلى الله ثلاثة : ملحد في الحرم ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية ، ومطلب دم امرئ مسلم بغير حق ليهريق دمه “ . (۱۰۱۶/۲)

ما في ” فتح الباري “ : قوله : ” ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية “ . قيل : المراد من يريد=

....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....

= بقاء سيرة الجاهلية أو إشاعتها أو تنفيذها . (۱۲/ ۲۶۲ ، رقم الحديث : ۶۸۸۲)

(۳) ما في " القرآن الكريم ": ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة: ۲)

ما في " روح المعاني " : فيعم النهي ما هو من مقولة الظلم والمعاصي ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام .... وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما وأبي العالية أنهما فسرا الإثم بترك ما أمرهم به وارتكاب ما نهاهم عنه . (۴/۸۵)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قوله تعالى : وقوله تعالى : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ نهي عن معاونة غيرنا على معاصي الله تعالى . (۲/ ۳۸۱) (فتاویٰ فلاحیہ:۱/۲۷۱)

ما في " جمهـرة القــواعد الفقهية " : " الإعانة على المحظور محظور ". (۲/ ۶۴۴)

ما في " المقاصد الشريعة " : ان الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما . (ص/ ۴۶)

ڈرائنگ ماسٹر (Drawing Master) بن کر آرٹ کا پیشہ اختیار کرنا

مسئلہ (۱۸۲): بعض لوگ بہترین آرٹسٹ (فن کار/نقّاش) ہوتے ہیں، وہ ڈرائنگ ماسٹر (Drawing Master) بن کر آرٹ کا پیشہ اختیار کرنا چاہتے ہیں، لیکن بعض دین کی معلومات رکھنے والے حضرات اُنہیں اِس سے باز رہنے کا مشورہ دیتے ہیں کہ- آرٹ ڈرائنگ (Art Drawing) اسلام میں مطلقاً ناجائز ہے، اس لیے ڈرائنگ ماسٹر کا پیشہ اَپنانا واختیار کرنا بھی درست نہیں، حالاں کہ آرٹ ڈرائنگ بذاتِ خود تو ناجائز نہیں، البتہ اس کا صحیح یا غلط استعمال اس کو جائز یا ناجائز بنا دیتا ہے، اگر کوئی آرٹسٹ (Artist) اور ڈرائنگ ماسٹر جاندار چیزوں کی تصویری آرٹ کا شوق رکھتا ہے، اور بناتا ہے، تو پھر یہ ناجائز ہے[1]، کیوں کہ جاندار کی تصویر سازی اسلام میں حرام ہے، اور اگر ایسا آرٹ پیش کرتا ہے، جس میں اسلامی اُصولوں کی خلاف ورزی نہ ہوتی ہو، مثلاً: پہاڑ، درخت، پھل پھول وغیرہ، غیر جاندار چیزوں کی تصویر سازی، تو یہ جائز ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : [عن] عبد الله قال : سمعت النبي ﷺ يقول : " إن أشد الناس عذاباً عند الله المصورون " . (۲/۸۸۰، كتاب اللباس ، باب عذاب المصورين يوم القيامة ، صحيح مسلم : ۲/۲۰۱، اللباس والزينة ، باب تحريم تصوير صورة الحيوان)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : يدل على المنع من تصوير شيء أي شيء كان .=

....

=(۲۷۴/۱۲)

ما في " شرح النووي على هامش مسلم " : قال أصحابنا وغيرهم من العلماء : تصوير صورة الحيوان حرام شديد وهو من أكبر الكبائر ، لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الحديث ، وسواء صنعه بما يمتهن أو بغيره ، فصنعته حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى ، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها . (۱۹۹/۲ ، كتاب اللباس)

ما في " رد المحتار " : وظاهر كلام النووي في شرح مسلم : الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال : وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره ، فصنعته حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى .
(۳٦۰/۲ ، كتاب الصلاة ، باب مكروهات الصلاة)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قال أصحابنا وغيرهم من العلماء : تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم ، وهو من الكبائر ، لأنه متوعداً عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث، سواء صنعه في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو غير ذلك .
(۳۲۳/۸ ، كتاب اللباس ، باب التصوير ، الفصل الأول ، البحر الرائق : ۴۸/۲ ، ۴۹)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : لا تمثال إنسان أو طير . [در مختار] . وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله تحت قوله : (أو طير) لحرمة تصوير ذي الروح . (۵۱۹/۹، الحظر والإباحة ،في اللبس)

ما في " الموسوعة الفقهية " : يحرم تصوير ذوات الأرواح مطلقاً ، أي سواء أكان للصورة ظلّ أو لم يكن ، وهو مذهب الحنفية والشافعية والحنابلة . (۱۰۳/۱۲)

(۲) ما في " مرقاة المفاتيح " : وأما تصوير صورة الشجر والرجل والجبل وغير ذلك ، فليس بحرام. (۳۲۳/۸ ، كتاب اللباس) (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۴٦۰/۸)

ما في " حاشية النووى على صحيح مسلم " : وأما الشجر ونحوه مما لا روح فيه فلا يحرم صنعته ولا التكسب به ، سواء الشجر المثمر وغيره ، وهذا مذهب العلماء كافة إلا مجاهد ، فإنه جعل الشجر المثمر من المكروه ، وقال القاضي : لم يقله أحد غير مجاهد .

(۱۹۹/۲ ، باب تحريم تصوير صورة الحيوان)

ما في " الموسوعة الفقهية " : لا بأس بتصوير الأشياء التي يصنعها البشر كصورة المنزل والسيارة والسفينة وغير ذلك اتفاقاً ، لأن للإنسان أن يصنعها فكانت له أن يصوّرها .

(۹۷/۱۲)

رکشا بندھن نامی تہوار میں شرکت

مسئلہ (۱۸۳): ہندؤں کا ''رکشا بندھن'' نامی ایک تہوار ہوتا ہے، جس میں بہن اپنے بھائی کے ہاتھ پر ''راکھی'' (ایک قسم کا دھاگہ) باندھتی ہے، راکھی باندھنے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ایک تھالی ہوتی ہے، جس میں ایک ناریل، راکھی، جلتا ہوا چراغ اور ٹیکہ لگانے کے لیے سرخ رنگ کا کُنکو (سفوف) ہوتا ہے، وہ عورت پہلے اپنے بھائی کو راکھی باندھتی ہے، پھر سر پر ٹیکہ لگاتی ہے، پھر ناریل ہاتھ میں دیتی ہے، اس کے بعد (راکھی بندھوانے والا) بھائی اس تھالی میں روپیہ ڈالتا ہے۔

آج کل بعض مسلمان بھی سیاسی مصلحت کے پیشِ نظر، ہندو مسلم اتحاد واتِفاق قائم رکھنے کے لیے، غیر مسلم عورتوں سے مذکورہ طریقے پر راکھی بندھواتے ہیں، جس سے وہ غیر مسلم عورت اور راکھی بندھوانے والا مسلمان مرد، دونوں آپس میں منہ بولے بھائی بہن بن جاتے ہیں، لہٰذا اگر کوئی مسلمان شخص بالاختیار اپنی رضامندی سے مذکورہ طریقے پر راکھی بندھوائے، تو چوں کہ یہ ہندؤں کی مذہبی پہچان اور کفریہ اُمور ہیں [1]، اور کفر یا شعارِ کفر کا بہ خوشی ارتِکاب کرنے سے انسان ایمان سے خارج ہوجاتا ہے، اور اس کی بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے، اور اس پر تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم ہوتا ہے [2]، اس لیے شخصِ مذکور اسلام سے خارج ہوجائے گا، اور اس پر تجدید ایمان ونکاح لازم ہوگا [3]، ہاں! اگر مجبوری ہو، یا جان کا خوف ہو، پھر اِن اُمور کا ارتکاب کرلے، تو ایمان سے خارج نہیں

ہوگا(۴)، نیز اسلام میں منہ بولے بھائی یا بہن کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں، وہ اجنبی ہیں، اور آپس میں پردہ ضروری ہے(۵)، چہ جائیکہ کسی غیر مسلم عورت کا منہ بولا بھائی بننا یا اُسے بہن بنانا، شرعِ اسلامی میں اس کی بالکل اجازت نہیں ہے، لہٰذا اِس سے پرہیز واجب ولازم ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " من تشبه بقوم فهو منهم " . (ص/۵۵۹ ، كتاب اللباس ، باب لباس الشهرة)

ما في " بذل المجهود " : قال القاري : من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء والأبرار فهو منهم أي في الإثم أو الخير عند الله تعالى . (۱۲/۵۹ ، مرقاة المفاتيح :۸/۲۲۲، كتاب اللباس والزينة)

ما في " شرح الطيبي " : قوله : " من تشبه بقوم " هذا عام في الخلق والخلق والشعار وإذا كان الشعار أظهر في التشبه . (۸/۲۳۲، رقم الحديث :۴۳۴۷)

(۲) ما في " شرح الفقه الأكبر " : من تقلنس بقلنسوة المجوس أي لبسها وتشبه بهم فيها أو خاط خرقة صفراء على العاتق أي وهو من شعارهم أو شد في الوسط خيطا كفر ، إذا كان مشابها بخيطهم أو ربطهم أو سماه زنارا ..... ولو شد الزنار على وسطه أو وضع الغل على كتفه فقد كفر ، أي إذا لم يكن مكرها في فعله . (ص/۲۲۷ ، ۲۲۸، فصل في الكفر صريحا وكناية ، ط: ياسر نديم ديوبند ، و:ص/۱۸۵ ، مكتبه حقانيه ملتان پاكستان ، الفتاوى الهندية :۲/۲۷۶، كتاب السير ، باب في أحكام المرتدين الخ)

ما في " اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم " : وإذا كانت المشابهة في القليل ذريعة ووسيلة إلى بعض هذه القبائح كانت محرمة ، فكيف إذا أفضت إلى ما هو كفر بالله ؟ . ... ان المشابهة تفضي إلى كفر أو معصية غالبا ، أو تفضي إليهما في الجملة، وليس في هذا المفضى مصلحة ، وما أفضى إلى ذلك كان محرما ، فالمشابهة محرّمة . اهـ.

(ص/۲۱۵ ، ۲۱۶ ، المشابهة تفضي إلى كفر أو معصية غالبا ، مطابع المجد التجارية ،=

....

=و: ۱/ ۱ ۲۷ ۲، باب التشبه مفهومه ومقتضاه، دار عالم الكتب بيروت)

(۳) ما في " الفتاوى الهندية " : وإن كانت نيته الوجه الذي يوجب التكفير لا تنفعه فتوى المفتي ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك ، وبتجديد النكاح بينه وبين امرأته . كذا في المحيط . (۲/ ۲۸۳)

(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿من كفر بالله من بعد ايمانه الا من اكره وقلبه مطمئن بالايمان﴾ . الآية (سورة النحل : ۱۰۶)

ما في " الفتاوى الهندية " : وإن أكره على الكفر بالله تعالى أو سبّ النبي ﷺ بقتل أو قطع رخص له إظهار كلمة الكفر والسبّ ، فإن أظهر ذلك وقلبه مطمئن بالإيمان فلا يأثم وإن صبر حتى قتل كان مثابا . (۵/ ۴۸ ، كتاب الإكراه ، باب فيما يحل للمكره أن يفعل)

(۵) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لا جُناح عليهنّ في اٰبآئهنّ ولا أبنآئهنّ ولآ إخوانهنّ ولا أبنآء إخوانهنّ ولا أبنآء أخواتهنّ ولا نسآء هنّ ولا ما ملكتْ أيمانهنّ واتّقينَ الله﴾.

(سورة الأحزاب : ۵۵)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قال قتادة : رخص لهؤلاء أن لا يجتنبن منهم ، قال أبوبكر : ذكر ذوي المحارم منهنّ وذكر نساء هنّ . (۳/ ۳۷۰ ، ط : دار الكتب العربي بيروت ، ۳/ ۴۸۴ ، باب في حجاب النساء ، ط : شيخ الهند)

ما في " مرقاة المفاتيح " : وعن عقبة بن عامر قال : قال رسول الله ﷺ : " إياكم والدخول على النساء ، أي غير المحرمات على طريق التخلية أو على وجه التكشف .

(۳/ ۴۱۰ ، كتاب النكاح ، باب النظر إلى المخطوبة ، ط : بمبئی هند)

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ۸/ ۷۷، تخریج شدہ)

ما في " جامع الأحكام الفقهية " : وهذا كله في معنى ما حرّم من المناكح ، فإن ذلك على المعانى في الولادات وهؤلاء محارم .

(۳/ ۲۹۵ ، مسألة : ۱۹۵۲ ، جواز إبداء المرأة زينتها لأبناء زوجها ، بيروت)

ما في " تبيين الحقائق " : لا يجوز النظر إلى المرأة لما فيه من خوف الفتنة ، ولهذا قال عليه الصلاة والسلام : " المرأة عورة مستورة " . =

ضرر رَساں کتوں کو جان سے مار دینا

مسئلہ (۱۸۴): اگر کسی گاؤں یا شہر میں کتے بکثرت ہو جائیں، اور وہ اُس گاؤں یا شہر کے لوگوں کو نقصان پہنچانے لگ جائیں، اور اُن کے بچوں کو کاٹ کھائیں، تو ایسی صورت میں ان کتوں کے مالکوں کو، یا مالک معلوم نہ ہونے کی صورت میں میونسپلٹی ☆ والوں کو کہا جائے، کہ وہ اِن کتوں کو مار ڈالیں، کیوں کہ انسانی جانوں اور مالوں کی حفاظت، حکومت اور اس کے متعلقہ اداروں کی ذمہ داریوں اور فرائض میں داخل ہے، اگر وہ اپنی اِس ذمہ داری کو پورا نہیں کرتے، تو اس سلسلے میں اُن کے خلاف عدالت سے رجوع کیا جاسکتا ہے، تاکہ عدالت اُنہیں اِس کام کا حکم دے، کیوں کہ انسانی جانوں اور مالوں کی حفاظت کی خاطر کتوں کو جان سے مار دینا جائز و درست ہے۔ (۱)

=(۷/ ۳۹ ، کتاب الکراهية ، فصل في النظر والمس)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما النوع السادس : وهنّ الأجنبيات الحرائر ، فلا يحلّ النظر للأجنبي من الأجنبية الحرة .... لقوله تعالى : ﴿قل للمؤمنين يغضّوا من أبصارهم﴾ [النور : ۳۰] . (۶/ ۴۹۲ ، کتاب الاستحسان ، النوع السادس ، بيروت)

(فتاویٰ فلاحیہ:۱/۲۶۴-۲۶۷، المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ:۶/ ۲۶۹،۲۷۰،مسئلہ نمبر:۱۸۹،ایڈیشن ثانی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : لكن لا يحل قتل ما لا يؤذي ، ولذا قالوا : لم يحل قتل الكلب الأهلي إذا لم يؤذ ، والأمر بقتل الكلاب منسوخ كما في الفتح ، أي إذا لم تضر . [در مختار] . وفي الشامية : قوله : (إذا لم تضر) تقييد للنسخ ، ذكره في النهر أخذا مما في الملتقط إذا كثرت الكلاب في قرية وأضرت بأهلها أمر أربابها بقتلها ، فإن أبوا رفع الأمر=

= إلی القاضي حتی یأمر بذلک . (۵۳۸/۳ ، کتاب الحج ، باب الجنایات ، منحة الخالق علی البحر الرائق :۶۰/۳ ، کتاب الحج)

ما في " الفتاوی الهندیة " : قریة فیها کلاب کثیرة ولأهل القریة منها ضرر یؤمر أرباب الکلاب أن یقتلوا الکلاب ، فإن أبوا رفع الأمر إلی القاضي حتی یلزمهم ذلک . کذا في محیط السرخسي . (۳۶۰/۵ ، الباب فیما یسع من جراحات بني آدم وقتل الحیوانات ، الفتاوی البزازیة علی هامش الهندیة : ۳۷۰/۶)

☆ میونسپلٹی (Municipality): شہری لوگوں کی جماعت جو شہر کی صفائی، پانی، روشنی وغیرہ کا انتظام کرتی ہے۔ بلدیہ۔ (فیروز اللغات: ص/۱۳۳۴)

کتاب اللباس

لباس سے متعلق مسائل

عورت اپنے دیور جیٹھ وغیرہ غیر محرم سے پردہ کرے

مسئلہ (۱۸۵): ماں باپ کی خوشنودی کے لیے اپنی بیویوں کے ساتھ ان کے مکان میں رہنا اچھی بات ہے[۱]، مگر اس طرح ساتھ رہنے میں کچھ نہ کچھ بے پردگی ضرور ہوتی ہے، جس سے بچنا بھی ضروری ہے، اس لیے عورت کو چاہیے کہ دیور، جیٹھ اور دوسرے غیر محرموں سے بے تکلف گفتگو اور ہنسی مذاق نہ کرے، دستر خوان پر جب غیر محرم ہو تو ایک ساتھ کھانا نہ کھائیں، بلکہ عورتیں علیٰحدہ دستر خوان پر کھائیں، اور مرد علیٰحدہ کھائیں، جسم کا کوئی حصہ غیر محرموں کے سامنے کھُلا نہ رکھیں، چُست، باریک یا شوخ کپڑا پہننے کی صورت میں اُن کے سامنے نہ آئیں۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وقضى ربّک الا تعبدوا الا اياه وبالوالدين احسانا اما يبلغنّ عندک الكبر احدهما او كلاهما فلا تقل لهما افّ ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما واخفض لهما جناح الذلّ من الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربّيٰني صغيرا﴾ .

(سورة الإسراء : ۲۳، ۲۴)

ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال : سألت النبي صلى الله عليه وسلم أي العمل أحب إلى الله ؟ قال : " الصلاة على وقتها " ، قال : ثم أي ؟ قال : " برّ الوالدين " ، قال : ثم أي ؟ قال : " الجهاد في سبيل الله " .

(۱/ ۷۶، كتاب مواقيت الصلاة ، باب فضل الصلاة لوقتها ، الرقم : ۵۲۷)=

غیر محارم کے سامنے چہرہ کا پردہ

مسئلہ (۱۸۶): شریعت میں چہرہ جو کہ مجمع المحاسن (حُسن کا مجموعہ) ہے، غیر محارم کے سامنے اس کا پردہ بحکمِ قرآنی ﴿یُدۡنِیۡنَ عَلَیۡهِنَّ مِنۡ جَلَابِیۡبِهِنَّ﴾ ثابت ہے، اور آج کل فتنہ وفساد کے دور میں اس حکم پر عمل کی اور زیادہ ضرورت ہے، جب کہ مذکورہ آیتِ حجاب کے نازل ہونے کے بعد ازواجِ مطہرات اور دیگر صحابیات رضی اللہ عنہن چہرہ سمیت پورے بدن کو اچھی طرح ڈھانک لیا کرتی تھیں، اس لیے عورتوں کو چاہیے کہ غیر محارم کے سامنے اپنے چہرے کا بھی پردہ کرلیا کریں[1]، اور مردوں کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی ماؤں، بہنوں، بیویوں اور بیٹیوں کو اس کا حکم کریں، کہ یہ ان کی ذمہ داری ہے۔[2]

=ما في " صحیح مسلم " : عن أبي هریرة قال : جاء رجل إلی رسول الله ﷺ فقال : من أحق الناس بحسن صحابتي ؟ قال : " أمک " قال : ثم من ؟ قال : " ثم أمک " قال : ثم من ؟ قال : " ثم أمک " قال : ثم من ؟ قال : " ثم أبوک " .

(۳۱۲/۲ ، کتاب البر والصلة والآداب ، باب بر الوالدین وانهما أحق به ، الرقم : ۲۵۴۸)

(۲) ما في " مشکوة المصابیح " : عن عقبة بن عامر قال : قال رسول الله ﷺ : " إیاکم والدخول علی النساء " فقال رجل : یا رسول الله ! أرأیت الحمو ؟ قال : " الحمو الموت " . متفق علیه . (ص/۲۶۸ ، باب النظر إلی المخطوبة)

ما في " عمدة القاري " : وقال النووي : المراد من " الحمو " في الحدیث : أقارب الزوج غیر آبائه وأبنائه ..... المراد : الأخ وابن الأخ والعم وابن العم وابن الأخت ونحوهم ممن یحل لها تزوجه لو لم تکن متزوجة ، وجرت العادة بالتساهل فیه ، فیخلو الأخ بامرأة أخیه فشبهه بالموت . (۳۰۳/۲۰ ، تحت الرقم : ۵۲۳۲)=

. . . .

=ما في " الموسوعة الفقهية " : ذهب الفقهاء إلى أنه لا يجوز التكلم مع الشابة الأجنبية بلا حاجة لأنه مظنة الفتنة . (۳۵/۱۲۲ ، كلام ، الكلام مع الامرأة الأجنبية)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۴۲۶۷۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها النبي قل لازواجك وبنٰتك ونسآء المؤمنين يُدنين عليهنّ من جلابيبهنّ﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)

ما في " أحكام القرآن للعثماني [التهانوي] " : وقال ابن جرير : يقول تعالى ذكره لنبيه محمد ﷺ : " يا أيها النبي قل لأزواجك وبنٰتك ونسآء المؤمنين لا تشبهين بالإماء في لباسهنّ إذا هنّ خرجن من بيوتهنّ لحاجتهنّ ، فكشفن شعورهنّ ووجوهنّ ورؤوسهنّ ، فلا يبدين منهنّ إلا عينا واحدة " . ثم قال : حدثنا أبو صالح قال : حدثني معاوية عن علي عن ابن عباس رضي الله عنه في تفسير الآية قال : " أمر الله نساء المؤمنين إذا خرجن من بيوتهنّ في حاجة أن يغطين وجوههن من فوق رؤوسهن بالجلابيب ويبدين عينا واحدة " .

(۳/۴۱۲، ۴۱۳، كيفية التستر المأمور به)

ما في " التفسير المظهري " : قال ابن عباس وأبو عبيدة : أمر نساء المؤمنين أن يغطين رؤوسهن ووجوههن بالجلابيب إلا عينا واحدا ليعلم أنهن الحرائر . (۷/۳۸۴، الأحزاب)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : (وتمنع) المرأة الشابة (من كشف الوجه بين الرجال) لا لأنه عورة بل (لخوف الفتنة) .

(۲/۷۹، كتاب الصلاة ، باب شروط الصلاة ، ملطب في ستر العورة)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما يقول : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " كلكم راع وكلكم مسؤول عن رعيته ، الإمام راع ومسؤول عن رعيته ، والرجل راع في أهله وهو مسؤول عن رعيته " الحديث . (ص/۱۲۹ ، الرقم :۸۹۳، كتاب الجمعة ، باب الجمعة في القرى والمدن ، بيروت ، صحيح مسلم :۲/۱۲۰، الرقم :۱۸۲۹ ، كتاب الإمارة ، باب فضيلة الإمام العادل وعقوبة الجائر والحث على الرفق بالرعية الخ ، بيروت) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۹۰۱۳)

عورت کا غیر محرم مرد کے کپڑے دھونا

مسئلہ (۱۸۷): عورت غیر محرم مرد کے کپڑے دھوسکتی ہے [۱]، بشرطیکہ کوئی اور مفسدہ پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ [۲]

ہاتھ پیر اور سینے کے بال صاف کرنا

مسئلہ (۱۸۸): مرد اور عورت کے لیے اپنے ہاتھ، پیر اور سینے کے بال صاف کرنا جائز تو ہے، مگر خلافِ ادب اور غیر اَولیٰ ہے۔ [۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن همام بن الحارث قال : " ضاف عائشة ضيف فأمرت له بملحفة صفراء فنام فيها فاحتلم ، فاستحيا أن يرسل بها وبها أثر الاحتلام فغمسها في الماء ، ثم أرسل بها فقالت عائشة : لم أفسد علينا ثوبنا ، إنما كان يكفيه أن يفركه بأصابعه وربما فركته من ثوب رسول الله ﷺ بأصبعي " .

(۱/ ۳۱ ، أبواب الطهارة ، باب ما جاء في المني يصيب الثوب ، الرقم :۱۱٦ ، سنن ابن ماجة :ص/ ۴۱، كتاب الطهارة ، باب في فرك المني من الثوب ، الرقم : ۵۳۸)

(۲) ما في " المقاصد الشرعية " : ان الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما . (ص/ ۴٦، صلة الذرائع سدا وفتحا بمقاصد الشريعة)

ما في " رد المحتار " : ما كان سببًا لمحظور فهو محظور . (۹/ ۴۲٦ ، كتاب الحظر والإباحة ، قبيل فصل في اللبس) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۲۱۳۸۵)

(۳) ما في " رد المحتار " : وفي حلق شعر الصدر والظهر ترک الأدب . كذا في القنية .

(۹/ ۵۸۳، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع ، البحر الرائق :۸/ ۳۷۵ ، كتاب الكراهية، فصل في البيع ، تحت قوله :خصي البهائم ، الفتاوى الهندية :۵/ ۳۵۸، كتاب الكراهية ، الباب التاسع عشر في الختان والخصاء وقلم الأظفار الخ ، حاشية الطحطاوي=

ہاتھ میں لوہے کا کڑا اور ربڑ کا بند پہننا

مسئلہ (۱۸۹): آج کل بہت سارے مسلمان بچے اور نوجوان، شوقیہ اور دیکھا دیکھی اپنے ہاتھوں میں لوہے کا کڑا اور ربڑ کے بند پہننے لگے ہیں، جب کہ لوہے کا کڑا پہننا کافروں اور فاسقوں کا طریقہ ہے، اور ربڑ کے بند پہننا یہ فضول ہے، اس لیے مسلمانوں کو اِن چیزوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔ (۱)

= على مراقي الفلاح :ص/۵۲۶، باب الجمعة)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۲۹۹۳۴، فتاویٰ محمودیہ:۲۷/۴۷۲، میرٹھ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " من تشبّه بقوم فهو منهم " . (ص/۵۵۹، كتاب اللباس ، باب في لبس الشهرة ، الرقم : ۴۰۳۱ ، مشكوة المصابيح :ص/۳۷۵ ، كتاب اللباس ، الفصل الثاني ، الرقم :۴۳۴۷)

ما في " جامع الترمذي " : عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن رسول الله ﷺ قال : "ليس منا من تشبّه بغيرنا ، لا تشبهوا باليهود ولا بالنصارى ، فإن تسليم اليهود الإشارة بالأصابع وتسليم النصارى الإشارة بالأكف " .

(۹۹/۲، كتاب الاستيذان ، باب ما جاء في كراهية إشارة اليد بالسلام ، الرقم :۲۶۹۵ ، مشكوة المصابيح :ص/۳۹۹ ، كتاب الآداب، باب السلام ، الفصل الثاني ، الرقم : ۴۶۴۹)

ما في " مرقاة المفاتيح " : أي من شبه نفسه بالكفار مثلا في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار " فهو منهم " أي من الإثم والخير . قال الطيبي : هذا عام في الخَلق والخُلق والشعار .

(۲۲۲/۸، تحت الرقم :۴۳۴۷، شرح الطيبي : ۲۳۲/۸ ، كتاب اللباس)

ما في " مرقاة المفاتيح " : والمعنى لا تشبهوا بهم جميعا في جميع أفعالهم .

(۴۷۰/۸ ، كتاب الآداب ، باب السلام ، تحت الرقم : ۴۶۴۹)=

بدن پر ٹیٹو بنوانا

مسئلہ (۱۹۰): ٹیٹو بنانا، یعنی بدن کو گودنا یا گودوانا شرعاً ناجائز وحرام ہے[1]، لہٰذا اس سے بچنا اور اجتناب کرنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے، اور اگر کسی نے اَنجانے میں بنالیا ہے، تو اس سے توبہ اور استغفار لازم ہے۔[2]

=ما في " رد المحتار " : وفي المنح : إنما ذكر هذا لأن من عادة بعض الناس شد الخيوط على بعض الأعضاء ، وكذا السلاسل وغيرها ، وذلك مكروه لأن محض عبث .
(۵۲۳/۹، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في اللبس) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۵۵۱۴۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : "العينُ حقٌّ ، ونهى عن الوشم " . وعن ابن عمر قال : " لعن النبي ﷺ الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة " . (۸۷۹/۲ ، كتاب اللباس ، باب الواشمة وباب المستوشمة ، الرقم :۵۹۴۴ ، ۵۹۴۷ ، صحيح مسلم :۲۰۴/۲، كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة ، سنن أبي داود :ص/۵۷۴، كتاب الترجل ، باب في صلة الشعر ، الرقم :۴۱٦۸ ، سنن النسائي :۲۳۸/۲، كتاب الزينة ، باب المستوصلة ، جامع الترمذي :۱۰٦/۲ ، أبواب الاستيذان والآداب ، باب ما جاء في الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۵۴٦۳۵)

ما في " المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج " : الوشم وهي أن تغرز إبرة أو مسلة أو نحوهما في ظهر الكف أو المعصم أو الشفة أو غير ذلك من بدن المرأة حتى يسيل الدم ثم تحشو ذلك الموضع بالكحل أو النورة فيخضر .... فإن طلبت فعل ذلك بها فهي مستوشمة ، وهو حرام على الفاعلة والمفعول بها باختيارها والطالبة له ..... وسواء في هذا كله الرجل والمرأة . والله أعلم . (۲۳۱/۷ ، كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة ، تحت الرقم :۲۱۲۵)=

لِنَن (Linen) کے کپڑے پہننا

مسئلہ (۱۹۱): آج کل لِنَن (Lenin) کے کپڑے پہننے کا رَواج زیادہ ہوتا جارہا ہے، خصوصاً خوش حال اور امیر قسم کے لوگ اسے زیادہ استعمال کررہے ہیں، یہ کپڑا خالص کاٹن کا ہوتا ہے، لہٰذا اس کے استعمال کی اجازت ہوگی[1]، کیوں کہ مردوں کے لیے ریشمی کپڑے کا پہننا منع ہے[2]، اور یہ ریشم کی قسم سے نہیں ہے۔

=(۲) ما في " المنهاج شرح مسلم بن الحجاج " : واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة وأنها واجبة على الفور لا يجوز تأخيرها ، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة .
(۹/۱۲ ، كتاب التوبة ، باب في الحض على التوبة والفرح بها)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وأما بنعمة ربّک فحدّث﴾ . (سورة الضحى : ۱۱)

ما في " صحيح البخاري " : حدثنا سليمان بن حرب حدثنا حماد عن أيوب عن محمد قال : كنا عند أبي هريرة وعليه ثوبان مُمَشَّقان من كَتَّان فتمخّط فقال : " بَخْ بَخْ أبو هريرة يتمخَّطُ في ا لكتّان ، لقد رأيتُني وإني لأخِرُّ فيما بين منبر رسول الله ﷺ إلى حجرة عائشة مَغشيًّا عليّ فيجيء الجائي فيضع رِجله على عنقي ويُرى أني مجنون وما بي من جنون ما بي إلا الجوع " . (الرقم : ۷۳۲۴)

ما في " حاشية الترمذي " : قوله : (إن الله يحب أن يرى أثر نعمته على عبده) أي ينبغي أن يظهر أثر نعمة الله في حقه فليلبس ما يناسب حاله فإنه شكر فعلي ، وأيضًا يقصده المحتاجون فيتصدق عليهم . (۲/۱۰۹ ، أبواب الآداب ، باب ما جاء إن الله يحب أن يرى أثر نعمته على عبده)

ما في " مجمع الأنهر " : (والأولى كونه من القطن أو الكتان) وهو المأثور وهو أبعد عن الخيلاء (بين النفيس والخسيس) لئلا يحتقر في الدنى ويأخذه الخيلاء في النفيس .
(۴/۱۹۱ ، كتاب الكراهية ، فصل في اللبس ، رد المحتار : ۹/۵۰۵،كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس) =

نمائش کے لیے اسٹیچو اور مجسمے کھڑے کرنا

مسئلہ (۱۹۲): آج کل دکانوں پر کپڑوں کی نمائش کے لیے پلاسٹک کی انسانی تصویریں ہوتی ہیں، جو ہُو بہُو انسانی شکل کی ہوتی ہیں، گویا ایک مصنوعی انسان ہوتا ہے، ان پر کپڑے لپیٹ کر اُن کی نمائش ہوتی ہے، جب کہ ایسی تصویر یعنی مجسّمے اور اسٹیچو (Statue) کا بنانا، ناجائز ہے(۱)، اور جو چیز ناجائز ہوتی ہے، اس کا خریدنا اور استعمال کرنا بھی جائز نہیں ہوتا(۲)، اس لیے یہ انسانی تصویریں خریدنا اور استعمال کرنا بھی جائز نہیں ہے، البتہ اگر اس کے سر کا حصہ کٹا ہوا ہو، یا چہرے کو بالکل سپاٹ رکھا جائے، اس میں ناک، آنکھ نمایاں نہ ہوں، نیز صِنفی اَعضا کا نشیب وفراز اِس طرح نمایاں نہ کیا جائے کہ کپڑے پہنانے کے باوجود اُن کے دیکھنے کی رغبت ہوتی ہو، تو ایسی ناقص صورت کی گنجائش ہے(۳)، البتہ اگر دکان دار اپنی دکان میں ناجائز تصویریں (مجسّمے اور اسٹیچو) لگا کر کپڑوں کا کاروبار کرے، اور گاہک ان تصویروں کو پہنائے گئے لباس، یا ان کو دیکھ کر

=(۲) ما في " سنن أبي داود " : عن عبد الله بن زُرير يعني الغافقي أنه سمع علي بن أبي طالب يقول : إن نبي الله ﷺ أخذ حريرا فجعله في يمينه وأخذ ذهبا فجعله في شماله ، ثم قال : "إن هذين حرام على ذكور أمتي " . (ص/ ۵۶۱، كتاب اللباس ، باب في الحرير للنساء ، الرقم :۴۰۵۷) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۴۵۹۷۱)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : يحرم لبس الحرير ولو بحائل بينه وبين بدنه على المذهب الصحيح على الرجل لا المرأة . (۹/ ۵۰۶، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في اللبس) =

دوسرے کپڑے خریدیں، اور تاجر کو اس سے آمدنی حاصل ہو، تو یہ آمدنی حرام نہیں ہوگی، کیوں کہ یہ کپڑوں کا عوض ہے، ان ناجائز تصویروں کی نمائش کا نہیں۔ (۴)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " صحيح البخاري " : قوله عليه السلام : " إن أشدّ الناس عذاباً عند الله المصورون " .(۸۸۰/۲ ، كتاب اللباس ، باب عذاب المصورين يوم القيامة ، صحيح مسلم :۲۰۱/۲ ، كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم تصويرصورة الحيوان)

ما في " تكملة فتح الملهم مع التكملة " : لقو له عليه السلام : " لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا صورة " . قوله : (لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا صورة) هذا الحديث يدل على أن تصوير ذوي الأرواح واتخاذ الصور في البيت ممنوع شرعاً واتفق عليه جمهور الفقهاء . (۵۵/۴)

وفيه أيضًا : عن عمر رضي الله عنه أنه قال للنصارى : " إنا لا ندخل كنائسكم من أجل التماثيل التي فيها الصور " .... ومن أجل هذه الأحاديث والآثار ذهب جمهور الفقهاء إلى تحريم التصوير واتخاذ الصور في البيوت سواء كانت مجسمة لها ظل أوكانت غير مجسمة ليس لها ظل . (۴/۱۵۷ – ۱۵۸)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : قال القرطبي رحمه الله تعالى : يدل على المنع من تصوير شيء أي شيء كان . (۱۴/۲۷۴)

ما في " شرح النووي على هامش مسلم " : قال أصحابنا وغيرهم من العلماء : " تصوير صورة الحيوان حرام شديد ، وهو من أكبر الكبائر، لأنه متوعد عليه بهٰذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث ، وسواء صنعه بما يمتهن أو بغيره ، فصنعته حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى ، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها . (۱۹۹/۲ ، كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم صورة الحيوان ، رد المحتار :۴۱۶/۲ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب : إذا تردّد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولى)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : لا تمثالَ إنسان أو طير . الدر المختار . وفي الشامية :=

....

= قوله : (أو طير) لحرمة تصوير ذي الروح . (۵۱۹/۹ ، الحظر والإباحة ، فصل في اللبس)
ما في " الموسوعة الفقهية " : يحرم تصوير ذوات الأرواح مطلقاً، أى سواء أكان للصورة ظل أو لم يكن ، وهو مذهب الحنفية والشافعية والحنابلة . (۱۰۳/۱۲ ، تصوير)
ما في " فتح القدير " : والتمثال خاص بمثال ذى الروح ، لكن المراد هنا ذو الروح ، فإن غير ذى الروح لايكره كالشجر .
(۴۲۷/۱ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة ، فصل ويكره للمصلي الخ ، بيروت)
(۲) ما في " جمهرة القواعد الفقهية " : ما حرم استعماله من حرير كله أو غالبه ومذهب ومفضض منسوج ، أو مموه ، ومصور ونحوها ، ..... حرم بيعه لذلک ، وحرم نسجه لذلک ، وخياطته لذلک ، وتمليكه لذلک ، وتملّكه لذلک ، وأجرته لذلک أى للاستعمال . (۴۸۲/۱)
(۳) ما في " الموسوعة الفقهية " : إذا كانت الصورة مجسمة كانت أو مسطحة مقطوعة عضو لا تبقى الحياة معه، فإن استعمال الصورة حينئذٍ جائز، وهذا قول جماهير العلماء من الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة ، والحجة لذلک ما مر أن جبرئيلً قال للنبى صلی اللہ علیہ وسلم مر برأس التمثال فليقطع حتى يكون كهيئة الشجرة، وفى رواية أنه قال: إن فى البيت ستراً وفى الحائط تماثيل، فاقطعوا رء وسها . (۱۱۷/۱۲)
ما في " الدر المختار مع الشامية " : أو مقطوعة الرأس أو الوجه أو ممحوة عضو لا تعيش بدونه . (در مختار) . وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله تعالى : أي سواء كان من الأصل أو كان لها رأس ومحي ، وسواء كان القطع بخيط خِيطَ على جميع الرأس حتى لم يبق له أثر أو يطلبه بمغرة أو بنحته أو بغسله ، لأنها لا تعبد بدون الرأس عادة . (۴۱۸/۲ ، كتاب الصلوٰة ، باب ما يفسد الصلوٰة وما يكره فيها ، مطلب إذا تردد الحكم الخ ، بيروت)
(۴) ما في " كتاب الكسب للشيباني " : ثم المكاسيب أربعة : الإجارة ، والتجارة ، والزراعة، والصناعة ، وكل ذلک في الإباحة سواء عند جمهور الفقهاء . (ص/۱۴۰)
ما في " الأشباه والنظائر " : الأصل في الأشياء الإباحة حتى يدل الدليل على عدم الإباحة .
(۲۵۲/۱، ۲۵۳)=

ہیئر ڈریسنگ سیلون والوں کا خضاب لگانا

مسئلہ (۱۹۳): بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ وہ ہیئر ڈریسنگ سیلون، یعنی اصلاحِ گیسو کی دکان چلاتے ہیں، اُس دکان میں ایسے لوگ آتے ہیں جو خضاب لگایا کرتے ہیں، بعض لوگ مہندی لگانے کو کہتے ہیں، اور بعض لوگ سیاہ خضاب؛ یعنی سفید بالوں کو کالا کرنے کو کہتے ہیں، جو شرعاً منع ہے، اگر ہم اُن کو سیاہ خضاب نہ کریں، تو وہ ہمارے ہاں بال بھی نہیں کٹائیں گے، پھر ہمارا نقصان ہوگا، اور کاروبار بھی نہیں چلے گا، تو ہم اس صورت میں کیا کریں؟ تو جواباً عرض ہے کہ- بالوں میں مہندی لگانا جائز ہے (۱)، اور سیاہ خضاب لگانا مکروہِ تحریمی ہے، حدیث پاک میں اِس کی مُمانعت آئی ہے (۲)، البتہ سیاہی مائل سُرخ، سُنہرے، یا چاکلیٹی رنگ کے خضاب لگا سکتے ہیں (۳)، بشرطیکہ اُن کے لگانے سے بالوں پر تہہ نہ جمتی ہو، جو بالوں تک پانی کے پہنچنے سے مانع ہو (۴)، اِس لیے ہیئر ڈریسنگ سیلون چلانے والے حضرات سیاہ خضاب لگانے سے بچیں، اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ

=ما في '' هامش الأشباه '' : قوله : (الأصل في الأشياء) ذكر العلامة قاسم بن قطلوبغا في بعض تعاليقه : أن المختار أن الأصل الإباحة عند جمهور أصحابنا ...... ودليل هذا القول قوله تعالى : ﴿وخلق لكم ما في الأرض جميعاً﴾ . (۱/۲۵۲، ۲۵۳)

ما في '' القواعد والضوابط '' : وكل شيء لا بأس بالانتفاع به فلا بأس بيعه .

(۲/۱۳۹ ، بحواله موسوعة القواعد الفقهية : ۸/۴۳۷)

(بشکریہ: آپ کے شرعی مسائل، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی حفظہ اللہ)=

رکھیں، اللہ نقصان کو اضافہ کے ساتھ پورا کردے گا، نیز اِس بات کی بھی گنجائش ہے کہ- ہیئر ڈریسنگ سیلون والے سیاہ خضاب لگانے والوں سے کہیں کہ: ہمارے پاس سیاہ خضاب نہیں ہے، اگر اس کے بجائے آپ فُلاں کلر استعمال کریں، تو آپ کو موزُوں محسوس ہوگا، اس طرح شرعاً ہیئر سیلون والے بھی ایک گناہ سے بچ جائیں گے۔(۵)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " سنن النسائي " : عن أبي ذر عن النبي ﷺ قال : " إن أفضل ما غيّر الشَمَطَ الحِنّاء والكَتَمُ " . (۵/۶۱۶ ، الرقم : ۱/۹۳۴۹ ، كتاب الزينة ، الخضاب بالحناء والكتم)

وفيه أيضًا : عن أبي ذر قال : قال رسول الله ﷺ : " إن أحسن ما غيّر الشَّيبَ الحنّاء والكتم" . (۵/۶۱۶ ، الرقم : ۲/۹۳۵۰)

(۲) ما في " سنن أبي داود " : قوله عليه السلام : " يكون قوم يخضبون في آخر الزمان بالسواد كحواصل الحمام لا يريحون رائحة الجنة " .

(ص/۵۷۸ ، كتاب الترجل ، باب ما جاء في خضاب السواد)

ما في " سنن النسائي " : عن سعيد بن جبير عن ابن عباس رفعه أنه قال : " قوم يخضِبون بهذا السواد آخر الزمان كحواصل الحمام لا يُريحون رائحة الجنة " . (۵/۶۱۵ ، الرقم : ۱/۹۳۴۶ ، كتاب الزينة ، النهي عن الخضاب بالسواد ، باب : ۲۰ ، بيروت)

ما في " بذل المجهود " : قال الشيخ خليل أحمد السهارنفوري رحمه الله : " وفي الحديث تهديدٌ شديدٌ في خضاب الشعر بالسواد وهو مكروه كراهة تحريم " . (۲۳۷/۱۲ ، ۲۳۸ ، رقم الحديث : ۴۲۱۲ ، كتاب الترجل ، باب ما جاء في خضاب السواد)

(۳) ما في " صحيح مسلم " : قو له عليه الصلاة والسلام : عن جابر بن عبد الله قال : أتي بأبي قحافة يوم فتح مكة ورأسه ولحيته كالثغامة بياضًا ، فقال رسول الله ﷺ : " غيروا هذا بشيء واجتنبوا السواد " . (۱۹۹/۲ ، كتاب اللباس والزينة ، باب استحباب خضاب الشيب بصفرة أو حمرة وتحريمه بالسواد ، مشكوٰة المصابيح : ۳۸۰/۲ ، باب الترجل ، الفصل=

....

= الأول ، سنن النسائي :۵/۶ ۴۱ ، الرقم :۷۳۴۷ ۹/ ۱ ، كتاب الزينة ، النهي عن الخضاب بالسواد)
ما في " شروح النووي على هامش مسلم " : ومذهبنا استحباب خضاب الشيب للرجل والمرأة بصفرة أو حمرة ، ويحرم خضابه بالسواد على الأصح " . (۲/۹ ۹ ۱)
ما في " الدر المختار مع الشامية " : يستحب للرجل خضاب شعره ولحيته ، ولو في غير حرب في الأصح .... ويكره بالسواد . (در مختار) .
(۹/۴ ۰ ۶ ، الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره ، فصل في البيع)
(۴) ما في " الشامية " : قوله : (والأولیٰ غسله) اعلم أنه ذكر في المنية أنه لو أدخل يده في الدهن النجس أو اختضبت المرأة بالحناء النجس ، أو صبغ بالصبغ النجس ، ثم غسل كل ثلاثاً طهر .
(۱/۵۳۷ ، باب الأنجاس ، مطلب في حكم الصبغ والاختضاب بالصبغ أو الحناء النجسين ، بيروت)
ما في " الفتاوى التاتارخانية " : الغسل إسالة الماء على جميع ما يمكن غسله من بدنه مرة واحدة حتى لو ترک شيئا يسيرا لم يصبه الماء لم يخرج من الجنابة ، وكذا في الوضوء .
(۱/۱ ۱ ۱ ، بدائع الصنائع : ۱/۲ ۴ ۱ ، في تفسير الغسل)
ما في "حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : و لا بد من زوال ما يمنع وصول الماء للجسد كشمع وعجين . (ص/۲ ۰ ۱) (فتاویٰ رحیمیہ:۴/۳۲،۳۳)
ما في " الفتاوى الهندية " : وإن كان على ظاهر البدن جلد سمک أو خبز ممضوغ قد جف فاغتسل ولم يصل الماء إلى ما تحته لا يجوز . (۱/۱۳ ، الباب الثاني)
(۵) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة: ۲) (بشکریہ: آپ کے شرعی مسائل، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی حفظہ اللہ)
ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قوله تعالى : ﴿وتعاونواعلى البر والتقوى﴾ يقتضي ظاهره إيجاب التعاون على كل ما كان طاعة لله تعالى لأن البر هو طاعات الله ، وقوله تعالى : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ نهي عن معاونة غيرنا على معاصي الله تعالى . (۲/۱ ۸ ۳)
ما في " جمهرة القـــواعد الفقهية " : بقاعد فقهية : " الإعانة على المحظور محظور ". (۲/۴ ۴ ۶)
ما في " روح المعاني ": فيعم النهي كل ما هو من مقولة الظلم والمعاصي ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام . (۴/۵ ۸)

کتاب الأكل والشرب

کھانے پینے سے متعلق مسائل

کھانے کی دعا ''بسم اللہ وبرکۃ اللہ'' میں لفظ ''علیٰ'' کا اضافہ

مسئلہ (۱۹۴): ''مستدرکِ حاکم''، ''معجم صغیر''، ''مجمع الزوائد'' اور ''شعب الایمان'' میں کھانے سے پہلے کی دعا میں یہ الفاظ منقول ہیں: '' **بسم اللّٰه وبرَكةِ اللّٰه**''، اس میں ''**علیٰ**'' کا لفظ نہیں ہے[۱]، اس لیے کھانے سے پہلے اِنہی الفاظ کے ساتھ دعا پڑھنا بہتر ہے۔

اسی طرح عام کتبِ حدیث میں کھانے کے بعد کی دعا میں یہ الفاظ منقول ہیں: ''**الحمدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أطْعَمَنا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِيْنَ**''، اس میں لفظ ''مِن'' نہیں ہے[۲]، لہٰذا ''مِن'' کے بغیر پڑھنا ہی بہتر ہے، کیوں کہ آپ ﷺ نے ایک صحابی کو دعا کی تعلیم فرمائی، جس میں ''**نبیّک الذي أرسلتَ** '' کے الفاظ تھے، اِن صحابی نے بغرضِ تعظیم لفظ '' **نبیّک**''، کی جگہ ''**برسُولِک الّذي أرسلتَ**'' پڑھا، تو فوراً روک دیئے گئے، اور اپنے تعلیم فرمودہ کلمات کہنے کی ہدایت کی۔[۳]

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ''دعائے ماثورہ کے جتنے الفاظ حدیثوں میں ثابت اور منقول ہیں، اُس کو اُنہی الفاظ پر رکھنا چاہیے، دعائے ماثورہ میں اپنی طرف سے اضافہ مکروہ ہے۔''[۴]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المستدرک للحاکم " : عن ابن عباس رضي الله عنهما : أن النبي ﷺ وأبا بكر وعمر رضي الله عنهما أتوا بيت أبي أيوب ، فلما أكلوا وشبعوا قال النبي ﷺ : " خبز ولحم وتمر وبسر ورطب ، إذا أصبتم مثل هذا فضربتم بأيديكم فكلوا بسم الله وبركة الله " . هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه . (۱۰۷/۴ ، الرقم :۷۰۸۴ ، کتاب الأطعمة ، باب إذا أكل أحدكم طعامًا فليقل : بسم الله ، مجمع الزوائد :۴۱۸/۱۰ ، الرقم : ۱۸۲۶۱ ، کتاب الزهد ، باب في عيش رسول الله والسلف ، المعجم الأوسط للطبراني : ۶۱۱/۱ ، الرقم :۲۲۴۷ ، من اسمه أحمد ، شعب الإيمان للبيهقي :۱۴۵/۴ ، ۱۴۶ ، الرقم :۴۶۰۴ ، باب في تعديد نعم الله عزّ وجل وشكرها)

(۲) ما في " سنن أبي داود " : عن أبي سعيد الخدري : أن رسول الله ﷺ كان إذا فرغ من طعامه قال : " الحمد لله الذي أطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمين " .

(ص/۵۳۸ ، کتاب الأطعمة ، باب ما يقول الرجل إذا طعم ، کتاب عمل اليوم والليلة : ص/۱۶۴ ، الرقم :۴۶۴، باب ما يقول إذا فرغ من الطعام ، السنن الكبرى للنسائي :۸۰/۶، الرقم :۱۰۱۲۰ ، باب ما يقول إذا شرب اللبن)

(۳) ما في " جامع الترمذي " : عن البراء بن عازب : أن النبي ﷺ قال له : ألا أعلّمک كلماتٍ تقولها إذا آويتَ إلى فراشک ، فإن متّ من ليلتک مت على الفطرة ، وإن أصبحتَ أصبحت ، وقد أصبحت خيرا ، تقول : " اللهم أسلمتُ نفسي إليک ، ووجّهت وجهي إليک ، وفوّضتُ أمري إليک رغبة ورهبة ، وألجأت ظهري إليک ، لا ملجأ ولا منجى منک إلا إليک ، آمنت بكتابک الذي أنزلت ، ونبيک الذي أرسلت " قال البراء : فقلت : " وبرسولک الذي أرسلت " قال : فطعن بيده في صدري ، ثم قال : " ونبيک الذي أرسلت " . هذا حديث حسن صحيح غريب .

(۱۷۷/۲ ، أبواب الدعوات ، باب ما جاء في الدعاء إذا آوى إلى فراشه)

(۴) (کفایت المفتی :۵۰/۳، علمی مکاتیب :ص/۱۳۴، ۱۳۵، مرتب مولانا مرغوب احمد لاجپوری)

جائفل، زعفران اور عنبر کا استعمال

مسئلہ (۱۹۵): جائفل، زعفران اور عنبر[۱] کی اتنی کم مقدار کا استعمال جس سے نشہ نہ آئے جائز اور حلال ہے، اور اتنی زیادہ مقدار کا استعمال جس سے نشہ آئے ناجائز اور حرام ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فيروز اللغات " : جائفل / جائپھل: جوز ایک مشہور پھل۔ (ص/ ۴۴۸)......زعفران: ایک قسم کا نہایت خوشبودار زرد رنگ کا پھول، کیسر۔ (ص/ ۷۴۶)...... عنبر: سمندر کی ایک قسم کی سوکھی جھاگ جس کو جلانے سے خوشبو پیدا ہوتی ہے۔ (ص/ ۹۰۵)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وقال محمد : ما أسكر كثيره فقليله حرام . در مختار . وفي الشامية : قوله : (وقال محمد الخ) أقول : الظاهر أن هذا خاص بالأشربة المائعة دون الجامد كالبنج والأفيون ، فلا يحرم قليلها بل كثيرها المسكر ، وبه صرّح ابن حجر في التحفة وغيره وهو مفهوم من كلام أئمتنا .... ولم نر أحدا قال بنجاستها ولا بنجاسته نحو الزعفران مع أن كثيره مسكر ولم يحرموا أكل قليله أيضًا ..... والحاصل : أنه لا يلزم من حرمة الكثير المسكر حرمة قليلة ولا نجاسة مطلقًا إلا في المائعات لمعنى خاص بها ، أما الجامدات فلا يحرم منها إلا الكثير المسكر . (شامية) ....

وفي الدر المختار : وكذا تحرم جوزة الطيب لكن دون حرمة الحشيش . در مختار . وفي الشامية : قوله : (وكذا تحرم جوزة الطيب) وكذا العنبر والزعفران كما في الزواجر لإبن حجر المكي . وقال : فهذه كلها مسكرة . أقول : ومثله زهر القطن فإنه قوي التفريح يبلغ الإسكار كما في التذكرة فهذا كله ونظائره يحرم استعمال القدر المسكر منه دون القليل كما قدمناه . فافهم . (۱۰ / ۳۶-۳۸ ، كتاب الأشربة)

(فتاویٰ عبدالحی: ص/ ۴۱۵، ۴۱۶، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۶/ ۶۶)

جوتا چپل پہن کر کھانا - کھانا

مسئلہ (۱۹۶): جوتا پہن کر کھانا - کھانا، جائز و درست تو ہے، لیکن اُتار کر کھانا بہتر ہے، کیوں کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تمہارے سامنے کھانا رکھا جائے اور تم کھانے بیٹھو، تو اپنے جوتے اتار دو، کیوں کہ جوتے اتار دینا پیروں کے لیے بہت راحت بخش ہے۔"(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أنس بن مالک رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " إذا وُضع الطعام فاخلعوا نِعالكم فإنه أروح لأقدامكم " .

(ص/۳٦٨ ، كتاب الأطعمة ، باب في خلع النعال عند الأكل ، الرقم : ۲۰۸۰)

ما في " المستدرک على الصحيحين " : عن أنس بن مالک رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " إذا أكلتم فاخلعوا نعالكم فإنه أروح لأبدانكم " . هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه . (۱۱۹/۴ ، كتاب الأطعمة ، خلع النعال عند الأكل أروح للأبدان ، كذا في المعجم الأوسط للطبراني : ۲۵٦/۲ ، الرقم : ۳۲۰۲)

ما في " كنز العمال " : " اخلعوا نعالكم عند الطعام ، فإنها سنة جميلة " . (ک عن أبي عبس بن جبير) . " إذا وضع الطعام فاخلعوا نعالكم ، فإنه أروح لأقدامكم " . (الدارمي ، ک عن أنس) . " إذا قُرّب لأحدكم طعامه وفي رجليه نعلان فلينزع نعليه ، فإنه أروح للقدمين وهو من السنة " . (ع ، عن أنس) .

(۱۰۳/۱۵ ، ۱۰۴ ، الرقم : ۴۰۷۱۸ ، ۴۰۷۲۰ ، ۴۰۷۲۱ ، كتاب المعيشة والعادات من قسم الأقوال ، الباب الأول في الأكل ، الفصل الأول في آداب الأكل)

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۵۱/۱٦)

لاعلمی میں کوئی ناپاک چیز کھالینا

مسئلہ (۱۹۷): اگر کوئی شخص لاعلمی اور ناواقفیت کی وجہ سے کوئی ناپاک چیز کھالے، پھر اس پر نادم اور شرمندہ ہوکر توبہ کرلے، تو عنداللہ اس پر کوئی مؤاخذہ اور گناہ نہیں ہوگا۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ربنا لا تؤاخذنآ اِن نسينآ او اخطأنا﴾ . (البقرة : ۲۸٦)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قال أبو بكر : النسيان الذي هو ضد الذكر فإن حكمه مرفوع فيما بين العبد وبين الله تعالى في استحقاق العقاب ، والتكليف في مثله ساقط عنه والمؤاخذة به في الآخرة غير جائزة ، لأنه لا حكم له فيما يكلفه من العبادات .

(۱/٦٥۲، سورة البقرة)

ما في " الجامع الصغير في أحاديث البشير النذير للسيوطي " : رُفع عن أمتي الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه " . (ص/۲۷۳، الرقم : ۴۴٦۱ ، كشف الخفاء للعجلوني : ۱/۳۸۲ ، حرف الراء المهملة ، الرقم : ۱۳۹۱)

ما في " سنن ابن ماجه " : عن أبي ذر الغفاري قال : قال رسول الله ﷺ : " إن الله تجاوز عن أمتي الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه " .

(ص/۱۴۷ ، كتاب الطلاق ، باب طلاق المكروه والناسي ، الرقم :۲۰۴۳)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱٦/۷۹)

غیر مسلموں کے برتنوں کا استعمال

مسئلہ (۱۹۸): کوئی شخص اپنی ذات اور پیشے کے اعتبار سے چاہے غیر مسلم ہو یا چمار، جب وہ نجاست میں ملوث نہیں، بدن اور کپڑے صاف ہیں، ہاتھ دھوکر کھانا پکاتا ہے، یا کھاتا ہے، تو اسے نجس نہیں کہا جائے گا(۱)، لہٰذا غیر مسلموں کے برتنوں کو دھونے سے پہلے استعمال کرنا جائز تو ہے، مگر مکروہ ہے، اور ایسا کرنے والا شخص گنہگار نہ ہوگا، یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ ان برتنوں کی ناپاکی کا علم نہ ہو، اگر ناپاکی کا علم ہو، تو ان کو دھونے سے پہلے اُن میں کھانا پینا جائز نہیں ہے، البتہ اچھی طرح دھو لینے کے بعد ان برتنوں کا استعمال بلا کراہت جائز ہے۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا انما المشركون نجس فلا يقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا﴾ . (سورة التوبة : ۲۸)

ما في " روح المعاني " : المراد ذو نجس لخبث بواطنهم وفساد عقائدهم أو لأن معهم الشرك الذي هو بمنزلة النجس .... كلام أكثر الفقهاء حيث ذهبوا إلى أن أعيان المشركين طاهرة ولا فرق بين عبدة الأصنام وغيرهم من أصناف الكفار في ذلك .
(۶/۱۱۱، سورة التوبة)

ما في " التفسير الكبير للرازي " : وأما جمهور الفقهاء فإنهم حكموا بكون الكافر طاهرًا في جسمه . (۶/۲۱)

ما في " التفسير المظهري " : قال البغوي : أراد به نجاسته الحكم لا نجاسة العين سموا نجسًا على الذم ، وقال قتادة : سماهم نجسًا لأنهم يجتنبون فلا يغتسلون ويحدثون فلا يتوضؤون ولا يجتنبون من النجاسات . (۴/۱۵۹، سورة التوبة)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي ثعلبة الخُشني قال : قلت : يا نبي الله ! إنا بأرض=

....

= قوم أهل الكتاب ، أفنأكل في آنيتهم وبأرض صيد أصيد بقوسى وبكلبي الذي ليس بمعلّم وبكلبي المعلم فما يصلح لي ؟ قال : " أما ذكرتَ من أهل الكتاب ، فإن وجدتم غيرها فلا تأكلوا فيها ، وإن لم تجدوا فاغسلوها وكلوا فيها " . الحديث .

(۸۲۳/۲، كتاب الذبائح والصيد والتسمية ، باب صيد القوس ، الرقم :۵۴۷۸)

ما في " عمدة القاري " : وهذا التفصيل يقتضي كراهة استعمالها إن وجد غيرها مع أن الفقهاء قالوا بجواز استعمالها بعد الغسل بلا كراهة ، سواء وجد غيرها أو لا ... قلت : التحقيق في هذا أن في حديث أبي ثعلبة هذا ترجيح الظاهر على الأصل ، لأن الأصل في آنية أهل الكتاب والمجوس الطهارة ، ومع هذا فقد أمر بغسلها عند عدم وجود غيرها ، والصحيح أن الحكم للأصل حتى تتحقق النجاسة ثم يحتاج إلى الجواب عن الحديث ، فأجيب بجوابين ؛ أحدهما : أن الأمر بالغسل للاحتياط والاستحباب ، والثاني : أن المراد بالحديث : حالة تحقق نجاستها ، ويدل عليه قوله في رواية أبي داود : انا نجاور أهل الكتاب وهم يطبخون في قدورهم الخنزير ويشربون في آنيتهم الخمر ، فقال رسول الله ﷺ : " إن وجدتم غيرها فكلوا فيها واشربوا ، وإن لم تجدوا غيرها فاغسلوها بالماء وكلوا واشربوا " .

(۱۴۳/۲۱، تحت الرقم :۵۴۷۸)

ما في " شرح كتاب السير الكبير " : قال : لا بأس بأن يؤكل ويشرب في آنية المشركين ولكن لتغسل بالماء قبل أن يؤكل فيها ، لأن الأواني لا يلحقها نجاسة الكفر، وإنما يلحقها النجاسة العينية ، وذلک يزول بالغسل ، فيستوي في هذا الحكم أواني المسلمين والمشركين ، إلا أن المشركين لا ينعمون غسل الأواني ، فينبغي للمسلم أن يعيد الغسل ، ولا يؤتمن المشرک على ذلک وإن لم يفعل وأخذ بالظاهر فلا بأس به ، لأن الأصل في الأواني الطهارة ، ولكن الغسل أقرب إلى الاحتياط ، لما روي عن أبي ثعلبة الخشني – رضي الله عنه – أنه قال : يا رسول الله ! إنا نأتي أرض المشركين ، أفنأكل في آنيتهم ؟ قال : فإن لم تجدوا منها بدا فاغسلوها ثم كلوا فيها ، وسئل الحسن – رحمه الله – عن آنية المجوس ، وصحافهم وبرمهم هل يطبخ فيها ويؤتد فيها ؟ فقال للسائل : انقها غسلا ثم اطبخ فيها وائتدم، وعن ابن سيرين – رحمه الله – أن أصحاب رسول الله ﷺ كانوا يظهرون=

کھانا کھاتے وقت سر کو ٹوپی وغیرہ سے ڈھانپنا

مسئلہ(۱۹۹): کھانا کھاتے وقت سر کو ٹوپی وغیرہ سے ڈھانپ لینا، محض آداب میں سے ہے، لازم اور ضروری نہیں ہے، اگر کوئی شخص ننگے سر کھانا کھائے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے[۱]، لیکن اگر کسی جگہ ننگے سر کھانا، کافروں یا فاسقوں کا شعار ہو، تو ان کی مُشابہت سے بچنا لازم ہے۔[۲]

= على المشركين فيأكلون في آنيتهم ويشربون . وعن حذيفة – رضي الله عنه – أنه أتى بباطية قد شرب فيها خمر ، فأمر بها فغسلت ثم شرب فيها ، فهذه الآثار تدل على صحة ما ذكرنا . (۱/۱۰۳ ، باب آنية المشركين وذبائحهم وطعامهم)

ما في " الفتاوى الهندية " : ويكره الأكل والشرب في أواني المشركين قبل الغسل ومع هذا لو أكل أو شرب فيها قبل الغسل جاز ، ولا يكون آكلا وشاربا حراما ، وهذا إذا لم يعلم بنجاسة الأواني ، فأما إذا علم فإنه لا يجوز أن يشرب ويأكل منها قبل الغسل ، ولو شرب أو أكل كان شاربا وآكلا حراما . (۵/۳۴۷، كتاب الكراهية ، الباب الرابع عشر في أهل الذمة والأحكام التي تعود إليهم) (فتاویٰ محمودیہ:۲۷/۶۱،۶۲ ،جدید مسائل کا حل:ص/۳۸۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : ولا بأس بالأكل متكئًا أو مكشوف الرأس في المختار . (۹/۴۹۰ ، كتاب الحظر والإباحة ، الفتاوى الهندية : ۵/۳۳۷ ، كتاب الكراهية ، الباب الحادي عشر في الكراهة في الأكل وما يتصل به ، خلاصة الفتاوى :۴/۳۵۹ ، كتاب الكراهية ، الفصل الخامس في الأكل ، نوع منه ، البحر الرائق :۸/۳۳۸ ، كتاب الكراهية ، فصل في الأكل والشرب)

(۲) ما في " سنن أبي داود " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " من تشبّه بقوم فهو منهم " . (ص/۵۵۹ ، كتاب اللباس ، باب في لبس الشهرة ، الرقم : ۴۰۳۱ ، مشكوة المصابيح :ص/۳۷۵ ، كتاب اللباس ، الفصل الثاني ، الرقم :۴۳۴۷)=

''اجینوموٹو'' صحت کے لیے مضر ہے

مسئلہ (۲۰۰): چائنیز کھانوں میں استعمال ہونے والے ''اجینوموٹو'' کے متعلق ماہر ڈاکٹروں کی یہ رائے سامنے آرہی ہے کہ وہ انسانی صحت کے لیے انتہائی مضر ہے، اِس سے خصوصاً بچوں میں موٹاپا، دماغی کمزوری، جسمانی کمزوری جیسے مضر اثرات مرتب ہوسکتے ہیں، اس کے علاوہ اس کے کثرتِ استعمال سے کینسر بھی ہوسکتا ہے، اسی طرح بعض ڈاکٹروں نے یہ رائے ظاہر کی کہ حاملہ خواتین کے ''اجینوموٹو'' استعمال کرنے سے رحم میں موجود بچے پر اس کے مضر اثرات پڑسکتے ہیں، اِنہی وجوہات کی بنیاد پر ممبئی میونسپل کارپوریشن نے اس کے استعمال پر پابندی کی تجویز منظور کرلی، ۲۰۰۱ء میں انڈونیشیا میں ''اجینوموٹو'' پر اس وقت پابندی عائد کی گئی، جب یہ معلوم ہوا کہ اس نمک کی تیاری میں خنزیر کی چربی استعمال کرتے ہوئے بُخارے تیار کیے جاتے ہیں، جنہیں بعد ازاں نمک میں تبدیل کردیا جاتا ہے، ہم مسلمان ہیں، اور ہماری شریعت، شریعتِ اسلامیہ کے پانچ اہم مقاصد ہیں، جن میں سے ایک اہم مقصد حفظِ نفس، یعنی جان کی حفاظت بھی ہے، لہٰذا ہر ایسی چیز جو نفس وصحت کی حفاظت میں مُخل ومُضر ہو، اس کا استعمال

=ما في '' مرقاة المفاتيح '' : أي من شبّه نفسه بالكفار مثلا في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار '' فهو منهم '' أي من الإثم والخير ، قال الطيبي : هذا عام في الخلق والخُلق والشعار . (۲۲۲/۸، تحت الرقم :۴۳۴۷)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۵۵۸۳، فتاویٰ محمودیہ: ۴۵/۲۷، میرٹھ)

کرنا شرعاً درست نہیں ہوگا، اس لیے ’’اجینوموٹو‘‘ کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہیے۔[۱]

جانوروں کو ناپاک غذا دینا

مسئلہ (۲۰۱): بلا ضرورت ماکول اللحم، یعنی جن جانوروں کا گوشت کھانا حلال ہے، کو بالقصد ناپاک غذا دینا جائز نہیں ہے، لیکن اگر ایسی کوئی غذا دی گئی، تو ان جانوروں کے گوشت میں کوئی کراہت نہیں ہوگی، بشرطیکہ ان کے بدن سے نجاست کے اثرات ظاہر نہ ہوں، اسی طرح غذائی مصنوعات (Product) میں صحت کے لیے مضر ونقصان دہ اشیاء کا استعمال بھی ناجائز ہوگا۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموافقات للشاطبي " : ومجموع الضروريات خمسة : وهي ؛ حفظ الدين والنفس والنسل والمال والعقل ، وقد قالوا : انها مراعاة في كل ملة .

(ص/۳۲۶ ، دار المعرفة بيروت)

ما في " المقاصد الشرعية " : فان الذرائع تتصل اتصالا وثيقا بمقاصد الشريعة من حيث اعتبارها مقصودة في ذاتها من قبل الشرع ، ومن حيث اعتبارها شطر موارد الأحكام الشرعية، إذ إن موارد هذه الأحكام قسمان : المقاصد والوسائل أو الذرائع .

(ص/۴۷، المطلب الثامن)

ما في " قواعد الفقه " : درء المفاسد أولى من جلب المنافع . (ص/۸۱، قاعدة :۱۳۳)

(بشکریہ روزنامہ ترجمانِ اردو مالیگاؤں، ۲۲/ اکتوبر ۲۰۱۴ء، مطابق ۲۶/ ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ بروز بدھ)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " التنوير مع الدر والرد " : (و) كره (لحمها) أي لحم الجلالة والرمكة ، وتحبس الجلالة حتى يذهب نتن لحمها ، وقدر بثلاثة أيام لدجاجة وأربعة لشاة ، وعشرة لإبل =

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=وبقر على الأظهر ، ولو أكلت النجاسة وغيرها بحيث لم ينتن لحمها حلت كما حل أكل جدي غذي بلبن خنزير لأن لحمه لا يتغير ، وما غذي به يصير مستهلكا لا يبقى له أثر . (تنوير مع الدر) . وفي الشامية : الجلالة المكروهة التي إذا قربت وجدت منها رائحة فلا تؤكل ولا يشرب لبنها ، ولا يعمل عليها وتلك حالها ويكره بيعها وهبتها وتلك حالها .

(۹/ ۴۹۱، ۴۹۲، كتاب الحظر والإباحة)

ما في " بدائع الصنائع " : وروى ابن رستم رحمه الله عن محمد في الناقة الجلالة والشاة والبقر الجلال أنها إنما تكون جلالة إذا تفتتت وتغيرت ووجد منها ريح منتنة فهي الجلالة حينئذ لا يشرب لبنها ولا يؤكل لحمها وبيعها وهبتها جائز ..... ولهذا قال أصحابنا في جدي ارتضع بلبن خنزير حتى كبر إنه لا يكره أكله ، لأن لحمه لا يتغير ولا ينتن ، فهذا يدل على أن الكراهة في الجلالة لمكان التغير والنتن لا لتناول النجاسة ، ولهذا إذا خلطت لا يكره ، وإن وجد تناول النجاسة لأنها لا تنتن فدل أن العبرة للنتن لا لتناول النجاسة .

(۴/ ۱۵۴ ، كتاب الذبائح والصيود ، بيان ما يكره من الحيوانات ، البحر الرائق :۸/ ۳۳۵، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في الأكل والشرب)

ما في " الفتاوى الهندية " : واللحم إذا أنتن يحرم أكله ..... والطعام إذا تغير واشتد تنجس .

(۵/ ۳۳۹ ، كتاب الكراهية ، الباب الحادي عشر في الكراهة في الأكل وما يتصل به)

(تجاویز برائے چوبیسواں فقہی سمینار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، مؤرخہ: ۹-۱۱، جمادی الاولیٰ، مطابق: ۱-۳، مارچ ۲۰۱۵ء)

افزائش کے لیے کھاد اور دواؤں کا استعمال

مسئلہ (۲۰۲): پیداوار میں اضافہ کے لیے تدابیر اختیار کرنا شرعاً ممنوع نہیں ہے، بلکہ پسندیدہ ہے، لیکن افزائش کی لالچ میں ایسی کھاد اور دواؤں کا استعمال جو انسانی صحت کے لیے سخت ضرر رساں ہو، درست نہیں۔

پھلوں کو قبل از وقت پکانے اور خوشنما بنانے، نیز غیر فطری طریقے پر حجم بڑھانے کے لیے ایسے کیمیکل کا استعمال جو انسانی صحت کے لیے حد درجہ نقصان دہ ہو، شرعاً درست نہیں۔...... جانوروں کے دودھ کی مقدار میں اضافہ کرنے کے لیے کسی مصنوعی تدبیر کا اختیار کرنا فی نفسہٖ جائز ہے، لیکن اس کے لیے کوئی ایسا طریقہ اپنانا، جس سے جانور کو سخت تکلیف ہو، یا حاصل ہونے والا دودھ انسانی صحت کے لیے مضر ہو، درست نہیں۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿ولا تلقوا بأیدیکم إلی التهلکة﴾ . (سورة البقرة:۱۹۵)
وقوله تعالی : ﴿ولا تقتلوا أنفسکم﴾ . (سورة النساء : ۲۹)
ما في " روح المعاني " : استدل بالآیة علی تحریم الإقدام علی ما یخاف منه تلف النفس . (۲/ ۱۱۸)
ما في " البحر المحیط لأبي حیان" : والظاهر أنهم نهوا عن کل ما یؤول بهم إلی الهلاک في غیر طاعة الله .... ولا تجعلوا أنفسکم لقی إلی التهلکة فتهلک . (۲/ ۱۱۹، ۱۲۰)
ما في " روضة الطالبین " : ویحرم ما یضر من البدن والعقل .(۳/ ۲۸۱)
ما في " الفتاوی الهندیة " : واللحم إذا أنتن یحرم أکله . (۵/ ۳۳۹) (کتاب الفتاویٰ:۶/ ۱۸۱،۱۸۲)
ما في " فتح القدیر للشوکاني " : فکل ما صدق علیه أنه تهلکة فی الدین أو الدنیا فهو=

غذائی اشیاء میں مضر چیزوں کی ملاوٹ

مسئلہ (۲۰۳): غذائی اشیاء سے صحت اور زندگی کا تحفظ متعلق ہے، اور یہ بات نہایت قابل افسوس ہے کہ بعض اوقات غذائی اشیاء کی تیاری اور فراہمی سے متعلق افراد اور کمپنیاں اُن معیاروں کو ملحوظ نہیں رکھتی ہیں، جو صحت وتندرستی کی بقا وحفاظت کے لیے ضروری ہیں۔ اسی طرح غذائی اشیاء اور دوسری چیزوں میں ملاوٹ بھی کی جاتی ہے، یہ دونوں باتیں؛ جھوٹ، دھوکہ اور حفظانِ صحت کے اصولوں سے کھلواڑ ہے، شرعاً یہ ناجائز وحرام ہے۔(۱)

= داخل فی هذا . (۱/ ۱۵۸ ، بیروت)

ما في " الموافقات في أصول الأحكام للشاطبي " : ومجموع الضروريات خمسة ؛ وهي حفظ الدين ، والنفس ، والنسل ، والمال ، والعقل . (۲/ ۴ ، كتاب المقاصد ، المسئلة الأولىٰ)

ما في " مجمع الزوائد " : قوله ﷺ : " لا ضرر ولا ضرار في الإسلام " . (۴/ ۱۳۸، البيوع، باب لا ضرر ولا ضرار ، سنن ابن ماجه : ص/ ۱۵۹ ، أبواب الأحكام ، التمهيد : ۴/ ۲۸۴)

ما في " الموسوعة الفقهية " : أما ما حُرم لكونه يقتل الإنسان إذا تناوله كالسُمُوم فإنه لا تبيحه الضرورة ، لأن تناوله استعجالٌ للموت ، وقتلٌ للنفس ، وهو من أكبر الكبائر ، وهذا متفق عليه بين المذاهب . (۵/ ۱۵۹ ، أطعمة ، تفصيل المحرمات التي تبيحها الضرورة)

(تجاویز ۲۴/واں فقہی سمینار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، منعقدہ: ۱۴۳۶ھ مطابق: ۲۰۱۵ء، بمقام کیرلا)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح مسلم " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه : " أن رسول الله ﷺ مرّ على صبرة طعام فأدخل يده فيها فنالت أصابعه بللا فقال : ما هذا يا صاحب الطعام ؟ فقال : أصابته السماء يا رسول الله ! قال : أفلا جعلته فوق الطعام كي يراه الناس ، من غشّ فليس مني " . (۱/ ۷۰، كتاب الإيمان ، باب قول النبي ﷺ : من غشّ فليس منا)=

مصنوعات کے حلال وحرام ہونے کا سرٹیفکٹ

مسئلہ (۲۰۴): شریعت میں حلال وحرام سے متعلق واضح احکام موجود ہیں، اُن پر عمل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے(۱)، اوراس سے تساہُل نہ صرف شدید گناہ ہے، بلکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے انسان کی دوسری نیکیاں بھی ضائع ہوجاتی ہیں(۲)،اس لیے مسلمانوں کو اِس سلسلے میں پوری احتیاط برتنی چاہیے(۳)،اورجو مسلم ادارے کسی کمپنی کی مصنوعات کے حلال ہونے کا سرٹیفکٹ جاری کرتے ہیں، وہ پوری تحقیق اور تیقُّظ وبیداری کے ساتھ اپنی ذمہ داری کو انجام دیں، ورنہ وہ گنہگار رہوں گے۔(۴)

=ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " .... وإياكم والكذب ، فإن الكذب يهدي إلى الفجور ، وإن الفجور يهدي إلى النار، وما يزال العبد يكذب ويتحرى الكذب حتى يكتب عند الله كذابا " . (۹۰۰/۲، كتاب الأدب ، باب قول الله تعالى : يا أيها الذين اٰمنوا اتقوا الله وكونوا مع الصادقين)

ما في " الموافقات للشاطبي " : ومجموع الضروريات خمسة : وهي حفظ الدين ، والنفس والنسل والمال والعقل ، وقال : إنها مراعاة في كل ملة . (۱۱/۲ ، احياء التراث العربي)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : فروع : لا يحل كتمان العيب في مبيع أو ثمن لأن الغش حرام . (در مختار) وفي الشامية : قوله : (لأن الغش حرام) ذكر في البحر أول الباب بعد ذلک عن البزازية عن الفتاوى : إذا باع سلعة معيبة عليه البيان ، وإن لم يبين ، قال بعض مشايخنا : يفسق وترد شهادته . (۲۳۰/۷، كتاب البيوع ، باب خيار العيب ، مطلب في جملة ما يسقط به الخيار ، بيروت)

(تجاویز ۲۴ رواں فقہی سمینار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، منعقدہ: ۱۴۳۶ھ مطابق: ۲۰۱۵ء، بمقام کیرلا)=

....

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن عامر قال : سمعت النعمان بن بشير يقول : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " الحلال بيّن والحرام بيّن ، وبينهما مشتبهات لا يعلمها كثير من الناس ، فمن اتقى المشتبهات استبرأ لدينه وعرضه ، ومن وقع في المشتبهات – كراعٍ يرعى حول الحمى يوشک أن يواقعه ، ألا ! وإن لكل مَلِک حِمى ، ألا ! إن حمى الله في أرضه محارمه " . الحديث .

(۱/۱۳، كتاب الإيمان ، باب فضل من استبرأ لدينه ، الرقم :۵۲ ، صحيح مسلم :۲/۲۸، كتاب المساقات والمزارعة ، باب أخذ الحلال وترک الشبهات ، الرقم :۳۳۲۹)

ما في " عمدة القاري " : أجمع العلماء على عظم موقع هذا الحديث ، وأنه أحد الأحاديث التي عليها مدار الإسلام ، قالوا : سبب عظم موقعه أنه عليه السلام نبه فيه على صلاح المطعم والمشرب والملبس والمنكح وغيره ، وأنه ينبغي أن يكون حلالا ، وأرشد إلى معرفة الحلال ، وأنه ينبغي ترک المشتبهات ، فإنه سبب لحماية دينه وعرضه ، وحذر من مواقعه الشبهات ، وأوضح ذلک بضرب المثل الحمى ..... وقال النووي : معناه : أن الأشياء ثلاثة أقسام : حلال واضح : لا يخفى حله كأكل الخبز والفواكه ، وكالكلام والمشي وغير ذلک ، وحرام بيّن : كالخمر والدم والزنا والكذب وأشباه ذلک ، وأما المشتبهات : فمعناه أنها ليست بواضحة الحل والحرمة ، ولهذا لا يعلمها كثير من الناس ، وأما العلماء فيعرفون حكمها بنص أو قياس أو استصحاب وغيره ، فإذا تردد الشيء بين الحل والحرمة ، ولم يكن نص ولا إجماع ، اجتهد فيه المجتهد فألحقه بأحدهما بالدليل الشرعي ، فإذا ألحقه به صار حلالا أو حراما ، وقد يكون دليله غير خال عن الاجتهاد فيكون الورع تركه .

(۱/۴۶۴ ، ۴۶۵ ، مرقاة المفاتيح :۶/۹، كتاب البيوع ، باب الكسب وطلب الحلال ، الفصل الأول ، تحت الرقم :۲۷۶۲)

(۲) ما في " مشكوة المصابيح " : عن جابر قال : قال رسول الله ﷺ : " لا يدخل الجنة لحم نبت من السُّحت ، وكل لحم نبت من السحت كانت النار أولى به " رواه أحمد والدارمي والبيهقي في شعب الإيمان . (ص/۲۴۲، كتاب البيوع ، باب الكسب وطلب=

دودھ میں مینگنی گر جائے

مسئلہ (۲۰۵): دودھ دوہتے وقت، دودھ میں اگر مینگنی گر جائے، اور مینگنی کے اس میں گھل مل جانے سے پہلے نکال لی جائے، تو اس سے دودھ کی طہارت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اور اگر مینگنی گرے اور دودھ میں گھل مل جائے، تو دودھ ناپاک ہوکر قابلِ استفادہ نہیں ہوگا، تاہم واضح ہو کہ یہ حکم دودھ دوہتے وقت کے ساتھ خاص ہے، اگر ایسے وقت کے علاوہ دوسرے وقت میں مینگنی دودھ میں گر جائے، تو دودھ علی الفور ناپاک ہو جائے گا۔ (۱)

= الحلال ، الفصل الثاني ، الرقم : ۲۷۷۲)

ما في " كنز العمال " : " من أكل لقمة من الحرام لم تقبل له صلاة أربعين ليلة ، ولم تستجب له دعوة أربعين صباحًا ، وكل لحم نبت من الحرام فالنار أولى به ، وإن اللقمة الواحدة من الحرام لَتُبِتُ اللحم " . (۴/۸، كتاب البيوع ، ملحق من ذم الحرام ، الرقم : ۹۲۶۲)

(۳) ما في " هذا حلال وهذا حرام " : ومن مشكلات العصر ما يستورد من اللحوم المحفوظة من الدول الشيوعية التي تنكر وجود الله ، وتدعوا إلى ذلك بين الأقطار الأخرى، فهذه اللحوم حرام بإجماع السلف المستمد من النص على تحريم ذبائح أهل الكفر ، لأنهم جاحدون لله ، ولا يذكرون اسم الله عليها ، ولا يقرون بأنهم متبعدون لله في شيء . (ص/۱۴۴ – ۱۴۵ ، في الطعام والشراب واللباس ، ذبائح البلاد التي أعلنت الكفر حديثا ، مؤلف : عبد القادر احمد عطا)

(۴) ما في " صحيح مسلم " : عن عبد الرحمن بن أبي بكرة عن أبيه قال : " كنا عند رسول الله ﷺ فقال : " ألا أنبّئكم بأكبر الكبائر (ثلاثا) ؟ : الإشراک بالله وعقوق الوالدين وشهادة الزور (أو قول الزور) وكان رسول الله ﷺ متكئًا فجلس ، فما زال يُكرّرها حتى قلنا : ليته سكت " . (۱/۶۴، كتاب الإيمان ، باب الكبائر وأكبرها) (اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)=

....

....

....

....

....

....

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وبعرتي إبل وغنم كما يعفى لو وقعتا في محلب وقت الحلب فرميتا فورا قبل تفتت وتلون . (در مختار) وفي الشامية : قوله : (وقت الحلب) : ولو وقعت في غير زمان الحلب فهو كوقوعها في سائر الأواني فتنجس في الأصح ، لأن الضرورة إنما هي زمان الحلب ، لأن من عادتها تبعر ذلک الوقت والاحتراز عنه عسير ولا كذلک غيره . قوله : (قبل تفتت وتلون) قال في العناية تبعا للخانية : فلو تفتت أو أخذ اللبن لونها ينجس . فتأمل . (۱/۳۳۷ ، ۳۳۸ ، كتاب الطهارة ، فصل في البئر ، مطلب في الفرق بين الروث والخثى والبعر الخ)

ما في " حلبي كبير " : وإن وقعت أي البعرة والبعرتان في اللبن وقت الحلب فأخرجت حين وقعت ولم يبق لها لون لم يتنجس اللبن أيضا أي كما لم يتنجس البئر وهو مروي عن علي رضي الله عنه للضرورة إذ من عادتها أن تبعر وقت الحلب والضرورة مقيدة بأن يرمى من ساعته ولم يبق لها لون ذكره شيخ الإسلام في المبسوط وإن وقع في غير وقت الحلب فهو بمنزلة وقوعه في سائر الأواني قيل يعفى فيه البعر والبعرتان كالبئر والأصح أنه يتنجس لعدم الضرورة وإمكان الاحتراز . (ص/۱٦۱ ، فصل في البئر)

ما في " الأشباه والنظائر " : والبعر إذا وقع في المحلب ورمى قبل التفتت .

(۱/۲۸۱ ، أسباب التخفيف)

ما في " قواعد الفقه " : المشقة تجلب التيسير . (ص/۱۲۲ ، القاعدة : ۳۲۱)

(فتاویٰ حقانیہ:۲/۵۷۷)

رزقِ خداوندی کی ناقدری پر وعید شدید

مسئلہ (۲۰۶): رزق اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اور ہر نعمت کی قدر اُس کے مناسبِ حال ہوتی ہے، رزق کی قدردانی یہ ہے کہ اُس کی بے حرمتی اور اِضاعت (ضائع کرنے) سے بچنے کا پورا اہتمام ہونا چاہیے۔ اگر ہم نے یہ کرلیا، تو اللہ پاک ضرور بالضرور ہماری اِس نعمت میں اِضافہ فرمائیں گے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لأَزِيدَنَّكُمۡ﴾ –اگر تم شکر کروگے تو تم کو زیادہ نعمت دوں گا۔ (۱)

بڑے افسوس کا مقام ہے کہ ہم مسلم اور طلبۂ علومِ دینیہ ہوتے ہوئے بھی خدا کی اِس نعمت کی قدردانی نہیں کرتے، ضرورت سے زائد چائے اور کھانا وغیرہ لے لیتے ہیں، اور پھر بچی ہوئی چائے، جس جگہ بیٹھے تھے وہیں اُنڈیل دیتے ہیں، اور کھانا اس طرح بچاتے ہیں کہ وہ کسی دوسرے کے لیے قابلِ استعمال نہ رہنے کی وجہ سے کوڑے کے ڈھیر میں تبدیل کردیا جاتا ہے، یہ صورتِ حال یقیناً خدا تعالیٰ کے رزق کی ناقدری وناشکری ہے، اِس سے بچنا انتہائی ضروری ہے، ورنہ یاد رکھیے! جو ذات دیتی ہے وہ چھین لینے پر بھی پوری قدرت رکھتی ہے۔ ﴿وَلَئِنۡ كَفَرۡتُمۡ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾–اور اگر تم ناشکری کروگے، تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔ (۲)

امید کہ ہم اِصلاحِ حال کی فکر کریں گے، اور آئندہ اس طرح کے عمل سے باز رہیں گے، نیز یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ – جب کسی قوم کا مزاج یہ بن جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بے دریغ، بلاضرورت استعمال کرے، تو ایسی قوم کے لیے

بہتے ہوئے دریا بھی کافی نہیں ہو سکتے۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لئن شكرتم لأزيدنّكم﴾ . (سورة ابراهيم :۷) . ﴿واشكروا لي ولا تكفرون﴾ . (سورة البقرة :۱۵۲) . ﴿فاذكروا آلاء الله لعلّكم تفلحون﴾ .

(سورة الأعراف : ۶۹)

ما في " التفسير المظهري " : (واشكروا لي) على ما أنعمت عليكم ..... (ولا تكفرون) بجحد النعم . اهـ . (۱/۱۶۹، سورة البقرة :۱۵۲)

ما في " التفسير المظهري " : (لئن شكرتم يا بني اسرائيل نعمتي فآمنتم وأطعمتم نبيكم (لأزيدنكم) في النعمة . فإن الشكر قيد للموجود وصيد للمفقود ، قال رسول الله ﷺ : "من أعطي الشكر لم يحرم الزيادة " . رواه ابن مردويه عن ابن عباس . وقيل : معناه : لئن شكرتم بالطاعة لأزيدكم في الثواب . (۵/۱۲۰، سورة إبراهيم ، الآية/۷)

ما في " الموسوعة الفقهية " : شكر الله تعالى على نِعمه واجب شرعا من حيث الجملة فلا يجوز تركه بالكلية ، وقد استدلّ الحليمي لذلک بالآيات التي فيها الأمر نحو قوله تعالى : ﴿فاذكروني اذكركم واشكروا لي ولا تفكرون﴾ . وقوله سبحانه : ﴿فاذكروا آلاء الله لعلكم تفلحون﴾ . ثم قال الحليمي : فثبت بهاتين الآيتين ونحوهما وجوبُ شكر الله تعالى على العباد لنعمه السابغة عليهم ، ثم احتجّ للوجوب أيضًا بقول الله تعالى : ﴿ثم لتُسئلُنّ يومئذ عن النّعيم﴾ . قال : ومعلوم أن المسئلة عن النعيم هي المسألة عن شكره .... والإكثار من الشكر مستحب ، وللشكر مواضعُ يُندب فيها كحمد الله على الطعام والشراب والمَلبَس . (۲۶/۱۷۴، ۱۷۵، شكر ، الحكم التكليفي)

وفيه أيضًا : وردت الشريعة بإثبات فضل الشكر من أوجه كثيرة ، منها : .... د : — أنه جعله سببًا للمزيد من النعم ، فقال : ﴿وإذ تأذّن ربكم لئن شكرتم لأزيدنّكم ولئن كفرتم اِنّ عذابي لشديد﴾ . (۲۶/۱۷۵، ۱۷۶، فضل الشكر)

وفيه أيضًا : وكل منعم عليه ينبغي له الشكر لمن أولاه تلک النعمة ولو كانت قليلة لحديث : " من لم يشكر القليل لم يشكر الكثير " . اهـ . ... وإذا كان الله تعالى =

....

=شكر المحسنين وهو غني عنهم فالعبد أولى بأن يشكر لمن أحسن إليه .... والشكر بالفعل هو الأصل بأن يجزي بالمعروف معروفا ، قال النبي ﷺ : " من أُولي نعمة فليشكرها، فإن لم يقدرها فليُظهر ثناءً حسنًا " . قال الحليمي : وهذا يدل على أن الشكر المذكور في هذا الحديث أريد به الشكر بالفعل ، ولولا ذلك لم يقل : " فإن لم يقدر فليظهر ثناء حسنا " ، فإذا كانت النعمة فعلا كان الشكر إحسانا مكان إحسان ، فإن لم يتيسّر قام الذكر الحسنُ والثناء والبِشرُ مقامه . (۲۶/۱۸۱ ، ۱۸۲ ، شكر العباد على المعروف)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولئن كفرتم اِنّ عذابي لشديدٌ﴾ . (سورة ابراهيم :۷) .
﴿واشكروا لي ولا تكفرون﴾ . (سورة البقرة : ۱۵۲)

ما في " التفسير المظهري " : (ولئن كفرتم) نعمتي (اِنّ عذابي لشديد) تقديره : أعذبكم عذابا شديدا بسلب النعمة في الدنيا والعذاب في الآخرة لأن عذابي شديد . فحذف الجزاء وأقيم العلة مقامه تعريضا للوعيد فإن التصريح في الوعد والتعريض في الوعيد من عادات الأكرمين وتنبيها على أن المزيد لازم للشكر لا يتخلف عنه ، والعذاب بعد الكفران في مشيئة الله تعالى إن شاء عذب وإن شاء عفا عنه ...... (وقال موسى إن تكفروا انتم) يا بني اسرائيل (ومن في الأرض جميعا) من الثقلين ولا تشكروا ...... والتقدير : ولئن كفرتم أضررتم أنفسكم بتعريضها للعذاب الشديد وتحريمها عن مزيد الإنعام . (۵/۱۲۰)

ما في " مسند أحمد " : عن النعمان بن بشير قال : قال النبي ﷺ على المنبر : " من لم يشكر القليل لم يشكر الكثير ، ومن لم يشكر الناس لم يشكر الله ، التحدّث بنعمة الله شكر، وتركها كفر ، والجماعة رحمة ، والفُرقة عذاب " . [وإسناده حسن]
(۴/۲۷۸، طبع الميمنية ، بحواله : الموسوعة الفقهية الكويتية)

(۳) ما في " أحكام القرآن لإبن العربي " : الإسراف تعدّي الحد ، فنهاهم عن تعدّي الحلال إلى الحرام . وقيل : ألا يزيدوا على قدر الحاجة . (۲/۲۸۱)

ما في " سنن ابن ماجة " : عن عبد الله بن عمرو أن رسول الله ﷺ مرّ بسعد وهو يتوضأ فقال : " ما هذا السرف ؟ " فقال : أفي الوضوء إسراف ؟ قال : " نعم ، وإن كنتَ على نهر جارٍ " . (ص/۳۴ ، كتاب الطهارة ، باب ما جاء في القصد في الوضوء وكراهة التعدّي فيه ، قديمي ، الرقم :۴۲۵) (ذکروفکر:ص/۷۷)

کیکڑا اور آکٹوپس کھانا

مسئلہ (۲۰۷): مذہبِ احناف میں سمندری جانوروں میں سے صرف مچھلی اپنی تمام اقسام کے ساتھ حلال ہے، مچھلی کے علاوہ کسی اور سمندری جانور کا کھانا جائز اور درست نہیں ہے [۱]، جدید دَور کے ماہرینِ حیوانات نے مچھلی کی پہچان کے لیے چار علامتیں لکھی ہیں:

(۱) ریڑھ کی ہڈی۔ (۲) سانس لینے کے گُل پھڑے۔ [۲]

(۳) تیرنے کے لیے پنکھے۔ (۴) ماحول کے مطابق جسم کے درجۂ حرارت کا کم وبیش ہونا۔ [۳]

لہٰذا سرطان یعنی کیکڑا، اور بزبانِ عربی ''اُخطُبوط''، وبزبانِ انگریزی آکٹوپس، یعنی وہ سمندری جانور جس کے آٹھ پیر ہوتے ہیں [۴]، کا کھانا عندالاحناف جائز نہیں ہے، اس لیے کہ ان میں مچھلی کی مذکورہ علامات موجود نہیں ہیں، نیز یہ شکل وصورت میں بھی مچھلی سے بالکل مختلف ہیں۔

نوٹ: احناف کے نزدیک کیکڑا کھانا، ناجائز ہے، حنابلہ اور مالکیہ کے نزدیک جائز ہے، اور شافعیہ میں سے امام نووی رحمہ اللہ نے دو قول ذکر کیے ہیں، نیز متأخرین میں بھی اختلاف ہے، لہٰذا کیکڑے کے کھانے سے بچنا چاہیے۔
(فتاویٰ دارالعلوم زکریا: ۶/ ۲۷۷، مذاہبِ اربعہ میں کیکڑا کھانے کا شرعی حکم)

الحجة علی ما قلنا :=

....

=(۱) ما في " بدائع الصنائع " : ويستوي في حل الأكل جميع أنواع السمک من الجريث والمارماهي وغيرهما ، لأن ما ذكرنا من الدلائل في إباحة السمک لا يفصل بين سمک وسمک إلا ما خص بدليل ، وقد روي عن سيدنا علي وابن عباس (رضي الله عنهما) إباحة الجريث والسمک الذكر ولم ينقل عن غيرهما خلاف ذلک فيكون إجماعا .

(۳٦/۵ ، طبع سعيد كراچى ، و۱۷۹/٦ ، كتاب الذبائح والصيود ، بيروت)

ما في " فتاوى قاضي خان على هامش الهندية " : ولا بأس بسائر أنواع السمک نحو الجريث والمارماهي ولا يؤكل ما في البحر سوى السمک وطير الماء عندنا .

(۳۵۷/۳ ، كتاب الصيد والذبائح)

ما في " النتف في الفتاوى " : وأما دوابّ البحر فإنها محرمة سوى السّمک بأجناسها في قول الفقهاء . (ص/۱۵۰ ، حكم دوابّ البحر ، ط : بيروت)

ما في " الفقه الحنفي في ثوبه الجديد " : ولا يؤكل من حيوان الماء إلا السمک .... قال ابن حجر : ولا خلاف بين العلماء في حل السمک على اختلاف أنواعه .

(۵/۲٦۱ ، حكم أكل الحيوانات المائية ، دار القلم دمشق)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ولا يحل عند الحنفية من الحيوان المائي شيء سوى السمک فيحل أكله سواء أكان ذا فلوس (قشر) أم لا . (۵/۱۲۸ ، الحيوان المائي ، حلاله وحرامه)

ما في " ما لا بد منه " : واز حيواناتِ دريا نزدِ امامِ اعظم سوائے ماهی به جميع اقسام خود هيچ جانور حلال نيست . (ص/۹۹ ، كتاب التقوى ، مكتبه الأمين كتابستان ديوبند)

(۲) ما في " فيروز اللغات " : گل پھڑا – مچھلی کا جبڑا جس سے وہ سانس لیتی ہے۔ (ص/۱۱۰۰)

(۳) (فتاوی دار العلوم زکریا جنوبی افریقہ:٦/۲۷۱)

(۴) ما في " المعجم الوسيط " : الأخطبوط : حيوان بحري أسطواني الشكل له ثماني أرجل رأسية يضرب به المثل في شده التشبث بما يمسكه .

(۱/۹ ، باب الهمزة ، دار النشر ودار الدعوة)

ما في " القاموس الوحيد " : آٹھ پیروں والا بحری جانور، سختی کے ساتھ چمٹنے والا۔ الأخبُوط . والأُخطُبوط . (۱/۱۴۱) (فتاوی دار العلوم زکریا جنوبی افریقہ:٦/۲۷۱)

خرگوش کا گوشت کھانا

مسئلہ (۲۰۸): خرگوش کا گوشت کھانا جائز اور درست ہے، خواہ وہ پنجے (کھُر) والا ہو، یا بغیر پنجے (بغیر کھُر) والا، اس لیے کہ بخاری شریف میں روایت ہے کہ- حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے خرگوش کو ذَبح کیا، اور کچھ حصہ بطورِ ہدیہ کے حضور ﷺ کے پاس بھیجا، آپ ﷺ نے قبول فرمایا(۱)، اور ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ- آپ ﷺ نے صحابہ کو کھانے کا حکم فرمایا(۲)، نیز خرگوش نہ درندہ ہے، نہ مُردار کھانے والا، پس یہ ہرن کے مشابہ ہے، اس لیے اِس کے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن أنس رضي الله عنه قال : " أنفجْنا أرنبًا ونحن بمرّ الظهران فسعى القوم فغلبوا فأخذتها فجئت بها إلى أبي طلحة ، فذبحها فبعث بوركَيْها ، أو قال : بفخذَيْها إلى النبي ﷺ فقبِلها " . (ص/۲/۱۰۱۲ ، كتاب الذبائح والصيد والتسمية على الصيد ، باب الأرنب ، الرقم :۵۵۳۵ ، احياء التراث العربي ، صحيح مسلم :۲/۱۴۷ ، كتاب الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان ، باب إباحة الأرنب ، الرقم :۵۰۲۲/۱۹۵۳)

(۲) ما في " جامع الترمذي " : عن جابر بن عبد الله : " أن رجلا من قومه صاد أرنبا أو اثنين فذبحهما بمروة ، فعلّقهما حتى لقي رسول الله ﷺ فسأله فأمره بأكلهما " . قال أبو عيسى : وقد رخص بعض أهل العلم أن يذكّي بمروة ولم يروا بأكل الأرنب بأسا ، وهو قول أكثر أهل العلم . (۲/۴۲۶ ، كتاب الذبائح ، باب ما جاء في الذبيحة بالمروة ، الرقم :۱۴۷۲)

ما في " حيوة الحيوان " : يحلّ أكل الأرنب عند العلماء كافة ..... وحجتنا ما روى الجماعة عن أنس بن مالک رضي الله عنه قال : أنفجنا أرنباً بمر الظهران فسعى القوم عليها=

....

....

....

....

....

....

....

....

= فغلبوا فأدركتها فأخذتها وأتيت بها أبا طلحة فذبحها وبعث إلى النبي ﷺ بوركها وفخذها فقبله ، وفي البخاري في كتاب الهبة — أن النبي ﷺ قبله وأكل منه ، ولفظ أبي داود : كنت غلاما حزورًا فصدت أرنبًا فشويتها فبعث معي أبو طلحة رضي الله عنه بعجزها إلى النبي ﷺ ..... وقد سئل رسول الله ﷺ عنها فقال : " هي حلال " . وروى أحمد والنسائي وابن ماجة والحاكم وابن حبان عن محمد بن صفوان أنه صاد أرنبين فذبحهما بمروتين وأتى النبي ﷺ فأمره بأكلهما . (۱/۲۳ ، الأرنب ، الحكم)

(۳) ما في " الهداية " : ولا بأس بأكل الأرنب ، لأن النبي عليه السلام أكل منه حين أهدي إليه مشويا وأمر أصحابه بالأكل منه ، ولأن ليس من السباع ولا من أكلة الجيف فأشبه الظبي. (۴/۴۴۱ ، كتاب الذبائح ، قديمي ، البحر الرائق :۸/۳۱۳ ، ۳۱۴ ، اللباب في شرح الكتاب :۳/۹۶، قديمي كتب خانه كراچى ، المبسوط للسرخسي : ۱۱/۲۵۳، كتاب الصيد ، المحيط البرهاني :۶/۴۳۱ ، كتاب الصيد ، الفصل الأول ، بدائع الصنائع :۶/۲۹۳، بيروت ، تبيين الحقائق :۶/۴۶۸ ، كتاب الذبائح ، فصل فيما يحل وما لا يحل ، بيروت ، الموسوعة الفقهية :۵/۱۳۳) (فتاویٰ رحیمیہ :۱۰/۶۷-۶۹،فتاویٰ دار العلوم زکریا:۶/۲۵۶)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ثم إنها من الحيوان المستطاب ، وليست ذات ناب تفترس به ولم يرد نصٌ بتحريمها ، فهذه المناطات تستوجب حلها كما سيرى في الأنواع المحرمة ، وقد أكلها سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه ورخص فيها أبو سعيد الخدري وعطاء وابن المسيب والليث وأبو ثور وابن المنذر . (۵/۱۳۳ ، أطعمة ، النوع الثاني ، الأرنب)

کتاب الطب

دوا وعلاج سے متعلق مسائل

علاج کرائے بغیر وفات

مسئلہ(۲۰۹): علاج ومعالجہ کے متعلق اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "تَدَاوَوْا ! فَإِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَضَعْ دَاءً إلا وَضَعَ لَهٗ شِفَاءً غَيْرَ دَاءٍ وَاحِدٍ الهَرم "۔یعنی اپنا علاج کراؤ، کیوں کہ اللہ پاک نے ہر بیماری کی شفا رکھی ہے، سوائے بڑھاپے کے۔ اِس حدیث پاک کی روشنی میں حضراتِ فقہائے کرام نے صراحت فرمائی ہے کہ اسبابِ مظنونہ-یعنی جن سے شفا کی توقع ہو- کے درجے میں ڈاکٹر یا حکیم کے ذریعے علاج کرانا شرعاً مطلوب ہے، یہ توکل علی اللہ (اللہ پر بھروسہ) کے منافی نہیں ہے، اس لیے صحت وتندرستی کی حفاظت اور امراضِ لاحقہ کا علاج کرانا چاہیے، لیکن چوں کہ علاج بہر حال ایک امرِ باطنی ہے، یقینی نہیں، اس لیے اگر کوئی شخص دوعلاج نہ کرائے، اور اسی بیماری میں وفات پا جائے، تو اس پر مؤاخذہ وباز پُرس نہیں ہوگی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أسامة بن شريك قال : قالوا : يا رسول الله ! أفنتداوي؟ قال : " نعم يا عباد الله ! تداووا ! فإن الله لم يضع داء إلا وضع له شفاء غير داء واحد الهرم " . رواه أحمد والترمذي وأبو داود . (ص/۳۸۸ ، جامع الترمذي :۲/۲۴، أبواب الطب ، باب ما جاء في الدواء والحث عليه ، سنن أبي داود :ص/۵۳۹، كتاب=

....

= الطب ، باب الرجل يتداوي والحمية والحجامة)
ما في " مرقاة المفاتيح " : (يا عباد الله) إشارة إلى أن التداوي لا ينافي العبودية ، ولا يدافع التوكل على صاحب الربوبية ، ولذا قال في الحديث " أعقل وتوكل " . (تداووا) تاكيدا لما فهم من قوله : " نعم " والمعنى " تداووا ولا تعتمدوا في الشفاء على التداوي ، بل كونوا عباد الله متوكلين عليه ومفوضين الأمور إليه . (۸/ ۳۶۱ ، كتاب الطب والرقى)
ما في " الفتاوى الهندية " : اعلم بأن الأسباب المزيلة للضرر تنقسم إلى مقطوع به كالماء المزيل لضرر العطش والخبز المزيل لضرر الجوع ، وإلى مظنون كالفصد والحجامة وشرب المسهل وسائر أبواب الطب ..... وإلى موهوم كالكي والرقية .... وأما الدرجة المتوسطة وهي المظنونة كالمداواة بالأسباب الظاهرة عند الأطباء ففعله ليس مناقضا للتوكل ، .... والرجل إذا استطلق بطنه أو رمدت عيناه فلم يعالج حتى أضعفه ذلك وأضناه ومات منه لا إثم عليه . (۵/ ۳۵۵ ، الباب في التداوي والمعالجات)
ما في " الموسوعة الفقهية " : وقد ذهب جمهور العلماء (الحنفية والمالكية) إلى أن التداوي مباح . (۱۱/ ۱۱۷ ، تداوي ، حكمه التكليفي)
ما في " زاد المعاد " : وفي الأحاديث الصحيحة : الأمر بالتداوي وأنه لا ينافي التوكل كما لا ينافيه دفع داء الجوع والعطش والحر والبرد بأضدادها بل لا يتم حقيقة التوحيد إلا بمباشرة الأسباب التي نصبها الله مقتضيات معطلها أن تركها لمسبباتها قدرا وشرعا وأن تعطيها يقدح في نفس التوكل كما يقدح في الأمر والحكمة ويضعفه من حيث يظن أقوى في التوكل فإن تركها عجزا ينافي التوكل الذي حقيقته اعتماد القلب على الله في حصول ما ينفع العبد في دينه ودنياه ودفع ما يضره في دينه ودنياه ، ولا بد مع هذا الاعتماد من مباشرة الأسباب وإلا كان معطلا للحكمة والشرع فلا يجعل العبد عجزه توكلا ولا توكله عجزا .
(۳/ ۶۷ ، بحث الترغيب إلى التداوي وربط المسببات بالأسباب ، مجمع الأنهر : ۴/ ۱۸۰ ، كتاب الكراهية ، فصل في الأكل)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۷۴۵۳، فتاویٰ محمودیہ: ۱۸/ ۳۴۷)

چھاتی بڑھ جانے پر اس کی سرجری

مسئلہ (۲۱۰): اگر کسی شخص کی چھاتی خِلقۃً یا مرض کی وجہ سے اتنی بڑھ گئی ہو، جو عیب سمجھی جاتی ہے، اور اس کو کم کرنے کا کوئی طریقہ کارآمد نہ ہو، تو ایسی صورت میں اس کی سرجری کروانا جائز ہے۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح مسلم " : عن عاصم بن عمر بن قتادة قال : جاء نا جابر بن عبد الله في أهلنا ورجل يشتكى خُراجًا به أو جِراحًا ، فقال : ما تشتكي ؟ قال : خُراج بي قد شقّ عليّ فقال : يا غلام ! ائتني بحجّام ، ...... قال رسول الله ﷺ : " وما أحب أن اكتوي " قال : فجاء بحجّام فشرطه فذهب عنه ما يجد .

(۲/۲۲۵، كتاب السلام ، باب لكل داء دواء واستحباب التداوي ، الرقم :۲۲۰۵)

ما في " المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج " : وقوله ﷺ : (ما أحب أن اكتوي) إشارة إلى تأخير العلاج بالكي حتى يضطر إليه لما فيه من استعمال الألم الشديد في دفع ألم قد يكون أضعف من ألم الكي ، .... وجميع الأشخاص والأطباء مجمعون على أن المرض الواحد يختلف علاجه باختلاف السن والزمان والعادة والغذاء المتقدمة والتدبير المألوف وقوة الطباع . (۷/۳۰۶ ، ۳۰۷ ، احياء التراث العربي)

ما في " صحيح البخاري " : عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما قال : سمعت النبي ﷺ يقول : " إن كان في شيء من أدويتكم أو يكون في شيء من أدويتكم خير ففي شرطة محجم أو شربة عسل أو لذعة بنار توافق الداء ، وما أحب أن اكتوي " .

(۲/۸۴۸ ، كتاب الطب ، باب الدواء بالعسل ، الرقم : ۵۶۸۳)

ما في " عمدة القاري " : قوله : (وما أحب أن اكتوي) أشار به إلى أنه يؤخر العلاج به حتى لا يوجد الشفاء إلا فيه من استعمال الألم الشديد في دفع ألم قد يكون أضعف من ألم الكي .

(۲۱/۳۴۷)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۹۵۴۷)

عملِ تنویم[1] (Hypnosis) کے ذریعے علاج

مسئلہ (۲۱۱): آج کل علمِ جذبات کے جاننے والے، ماہرِ نفسیات اور دماغی اَمراض کے مُعالج، عملِ تنویم (Hypnosis) کے ذریعے، سگریٹ وشراب نوشی، پُر جوش جذبات، دائم المرض، دماغی حالات ودماغی توازُن کو برقرار رکھنا، بے خوابی اور بَد دِلی وغیرہ جیسے اَمراض کا علاج کر رہے ہیں، اِس مُعالجے میں طبیب یا مُنوِّم عام طور پر کچھ الفاظ بول کر، کبھی موسیقی کے ذریعے، کبھی آنکھ میں آنکھ ڈال کر مخصوص اشاروں سے، کبھی ہاتھ کو مخصوص انداز میں گھُما پھرا کر، مریض کو آرام میں لے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے مریض پر ایک قسم کی غفلت طاری ہوجاتی ہے، جس میں مریض نہ سو رہا ہوتا ہے، نہ بیدار، اور اس طرح سے اُس کا علاج آسان ہوجاتا ہے، تو معلوم ہوا کہ عملِ تنویم کا مقصد مریض کو آرام میں لے جانا ہوتا ہے، تا کہ بہ سہولت اُس کا علاج ہو سکے، لیکن جو لوگ عملِ تنویم کراتے ہیں، خود انہیں اس کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی، بہ ظاہر یہ عمل، سِحر (جادو) اور شیاطین سے استِمداد (مدد لینے) پر مشتمل ہوتا ہے[2]، اس لیے اِس سے بچنا ضروری ہے، بیماریوں کے لیے جائز مُعالَجات بے شمار ہیں، اُن سے کام چلانا چاہیے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " قاموس أطلس الموسوعي " : [Hypnosis/hip-nosis] التنويم المِغنطيسي : حالة شبيهة بالنوم يُستدرَجُ فيها المريض للنوم بطريقة اصطناعية ويكون المريض عندها تحت التأثير القوي للاقتراحات التي تقدم من قِبل المنوِم . =

....

=المعالجة بالتنويم المِغنطيسي : Hypnotherapy/hipno-ther-pe، – معالجة الأمراض الجسمية والعقلية بالتنويم المِغنطيسي .

(ص/٦١٨، دار أطلس للنشر والتوزيع، جمهورية مصر)

ما في " طبي لغات " مخزن الجواهر " : تنويم : (ع) نیندلانا، یا سلانا، خواہ بذریعہ کسی دوا کے ہو یا کسی عمل کے، ڈاکٹری میں اس تنویم کو جو کسی کے تابع ہو، ہپناٹزم Hypnotism اور مسمریزم Mesmerism کہتے ہیں۔

نوٹ: ہپناٹزم (عمل توجہ) ایک قدیم عمل ہے جس کے ذریعے عامل اپنے معمول کو بے ہوش اور بے خبر کردیتا ہے، چنانچہ اس قسم کے عامل کم وبیش ہر ملک میں پائے جاتے ہیں، اس عمل کو میسمر نامی ایک بڑے جرمنی عامل کے نام پر نامزد کرتے ہیں- مسمریزم کہتے ہیں۔

(ص/ ۲۰۸، مؤلفہ: شمس الاطباء حکیم وڈاکٹر غلام جیلانی خان صاحب، مکتبہ دانیال لاہور)

(۲) ما في " التشريح الجنائي الإسلامي " : التنويم المغناطيسي : هو حالة من حالات النوم الصناعي يقع فيها شخص بتأثير آخر بحيث يصبح النائم تحت تأثير المنوم يفعل كل ما يأمره بفعله سواء وقت النوم أو بعد اليقظة ، وينفذ النائم عادة هذه الأوامر بشكل آلي فلا يشعر بما فعل تلبية للأمر الصادر إليه إذا أتى الفعل أثناء النوم ، ولا يستطيع مقاومة إيحاء الآمر إذا أتى الفعل بعد اليقظة ، ولم يعرف بعد بصفة قاطعة الكيفية التي يسيطر بها المنوم على النائم وإن كان بعض الأطباء يرى أن النائم يستطيع أن يقاوم الإيحاء الإجرامي . وإذا طبقنا قواعد الشريعة على هذه الحالة وجب أن نلحقها بحالة النوم الطبيعي ، ومن ثم يكون النائم مكرها ويرتفع عنه العقاب للإكراه إذا ارتكب جريمة من الجرائم التي يرفع فيها الإكراه العقاب . والواقع أنه يصعب إلحاق التنويم المغناطيسي بالجنون ، لأن النوم الصناعي الذي يقع فيه النائم لا يسلبه الإدراک وإنما يسلبه فقط الاختيار . وآراء أغلب شراح القوانين تتفق مع الشريعة في اعتبار التنويم المغناطيسي إكراهًا وإن كانوا يتكلمون عنه عادة بمناسبة الكلام على الجنون . هذا هو حكم التنويم المغناطيسي إذا كان النائم قد نام مرغما أو قبل أن ينام وهو لا يفكر في ارتكاب الجريمة ، أما إذا كان النائم يعلم أن المنوم يقصد من تنويمه أن يوحى إليه بارتكاب جريمة أو يشجعه على ارتكابها ثم قبل أن ينام فإن النائم في هذه=

....

....

....

....

....

....

= الحالة يعتبر متعمدا ارتكاب الجريمة وما كان التنويم إلا وسيلة من الوسائل التي تساعده على ارتكابها فهو مسؤول عن فعله طبقا لقواعد المسؤولية العامة وفي هذا تتفق الشريعة الإسلامية مع القوانين الوضعية تمام الاتفاق .

(۱/۱۹۱ ، ۵۹۲، التنويم المغناطيسي ، رقم الفقرة :۴۲۳ ، مؤسسة الرسالة بيروت)

ما في " الموسوعة الجنائية الإسلامية " : التنويم المغناطيسي : حالة تتم عن طريق تأثير شخص قوي على شخص أضعف منه يكون في حالة وسط بين النوم واليقظة يتم فيها طرد كل الأفكار من ذهن الشخص الآخر وإحلال الأفكار المطلوبة محلها ويكون له تأثيرا قويا ، وهو منتشر في هذا الزمان . اهـ . (۱/۴۵۵ ، المؤلف : سعود بن عبد العالي البارودي العتيبي ، عضو هيئة التحقيق والإدعاء العام ، فرع منطقة الرياض ، [الموسوعة الجنائية الإسلامية المقارنة بالأنظمة المعمول بها في المملكة العربية السعودية])

ما في " فتاوى اللجنة الدائمة " : التنويم المغناطيسي : ضرب من ضروب الكهانة باستخدام جني حتى يسلطه المنوم على المنوم فيتكلم بلسانه ويكسبه قوة على بعض الأعمال بالسيطرة عليه إن صدق مع المنوم وكان طوعا له مقابل ما يتقرب به المنوم إليه ويجعل ذلك الجني المنوم طوع إرادة المنوم بما يطلبه من الأعمال أو الأخبار بمساعدة الجني له إن صدق ذلك الجني مع المنوم ، وعلى ذلك يكون استغلال التنويم المغناطيسي واتخاذه طريقا أو وسيلة للدلالة على مكان سرقة أو ضالة أو علاج مريض أو القيام بأي عمل آخر بواسطة المنوم غير جائز ، بل هو شرك ..... ولأنه التجاء إلى غير الله فيما هو من وراء الأسباب العادية التي جعلها سبحانه إلى المخلوقات وأباحها لهم . (۱/۳۴۸ ، المؤلف : اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء) (فتاویٰ دار العلوم زکریا:۶/ ۷۷۷،معالجہ بالتنویم کاحکم)

حقوق الأولاد والوالدين

اولاد اور والدین کے ایک دوسرے پر حقوق

نومولود بچہ کے کان میں اذان اور ''الصلوۃ خیر من النوم'' کا اضافہ

مسئلہ (۲۱۲): نومولود بچہ-خواہ لڑکا ہو یا لڑکی-کو نہلا دُھلا کر، پاک صاف کپڑے پہنا کر، اُس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا مستحب ہے، آپ ﷺ نے اپنی لختِ جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نورِ نظر حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہما کی ولادت پر اُن کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کے الفاظ کو پڑھا تھا۔

اذان دینے والا شخص قبلہ رُخ ہو کر اتنی زور سے اذان پڑھے کہ بچہ کے کان میں اذان پہنچ جائے، بہت زیادہ آواز کو بلند نہ کرے، اور نہ فجر کی اذان پڑھے، کیوں کہ ''الصلوۃ خیر من النوم'' اِن الفاظ کا فجر کے ساتھ مخصوص ہونا احادیث سے ثابت ہے، اور اذانِ مولود میں کہیں صراحت نہیں ملتی کہ یہ کلمہ: ''الصلوۃ خیر من النوم'' بھی پڑھا جائے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' صحيح البخاري '' : عن أبي بردة عن أبي موسى قال : '' وُلد لي غلام فأتيت به النبي ﷺ فسماه ابراهيم فحنّكه بتمرة ودعا له بالبركة ودفعه إليّ وكان أكبر ولد أبي موسى''. (۲/۵۱۹، كتاب الأدب ، باب من سمى بأسماء الأنبياء ، قديمي)

ما في '' جامع الترمذي '' : حدثنا محمد بن بشار ثنا يحى بن سعيد وعبد الرحمن بن=

....

....

....

....

....

....

....

....

= مهدي قالا ثنا سفيان عن عاصم بن عبيد الله عن عبيد الله بن أبي رافع عن أبيه قال : "رأيت رسول الله ﷺ أذن في أذن الحسن بن علي حين ولدته فاطمة بالصلوة " . هذا حديث صحيح ، والعمل عليه . (۱/۲۷۸، أبواب الأضاحي ، باب الأذان في أذن المولود ، قديمي ، عون المعبود:ص/۲۱۷۹، الرقم :۵۱۰۵، كتاب الأدب ، باب في المولود يؤذن في أذنه [باب في الصبي يولد فيؤذن في أذنه] ، ط: بيت الأفكار الدولية ، تحفة المودود بأحكام المولود :ص/۲۹ ، ۳۰، الباب الرابع في استحباب التأذين في أذنه اليمنى والإقامة في أذنه اليسرى)

ما في " شعب الإيمان للبيهقي " : أخبرنا أبو محمد بن فراس بمكة أنا أبو حفص الجمحي نا علي بن عبد العزيز نا عمرو بن عون أنا يحي بن العلاء الرازي عن مروان بن سالم عن طلحة بن عبد الله العقيلي عن الحسين بن علي قال : قال رسول الله ﷺ : " من ولد له مولود فأذن في أذنه اليمنى وأقام في أذنه اليسرى رفعت عنه أم الصبيان " .

وفيه أيضًا : وأخبرنا علي بن أحمد بن عبدان أنا أحمد بن عبيد الصفار نا محمد بن يونس نا الحسن بن عمر بن سيف السّدوسي نا القاسم بن مطيب عن منصور بن صفية عن أبي سعيد عن ابن عباس أن النبي ﷺ " أذن في أذن الحسن بن علي يوم ولد ، فأذن في أذنه اليمنى وأقام في أذنه اليسرى " . [في هذين الإسنادين ضعف] .

(۶/۳۹۰ ، الرقم : ۸۶۱۹ ، ۸۶۲۰، باب في حقوق الأولاد والأهلين)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۵۷۲۸)

موجودہ دور میں والدین کی ذمہ داری

مسئلہ (۲۱۳): ہم مسلمان ہیں، ہم قرآن کریم اور رسولِ امین ﷺ کے اُسوۂ حسنہ پر عمل کے مکلّف و پابند ہیں[۱]، مگر افسوس! ہم نے دونوں کو مہجور (چھوڑا ہوا) بنا رکھا ہے[۲]، قرآن کریم ہمارے حلق میں اَٹکا ہوا ہے، دلوں میں نہیں اُترا[۳]، آپ ﷺ کی سیرت ہماری زبانوں پر تو ہے، مگر عملی زندگی میں نہیں، یہی وجہ ہے کہ آج ہمیں بُرے دن دیکھنے پڑ رہے ہیں، اور غیروں کی ہمتیں اتنی بڑھ چکی ہیں کہ وہ ''گھر واپسی'' کے عنوان سے ہم مسلمانوں کے دین و مذہب کو تبدیل کرنے پر آمادہ ہیں، موجودہ حالات میں ہم مسلمانوں پر فرض و لازم ہے کہ اپنے اور اپنے بچوں کے ایمان وعقائد کی حفاظت کی فکر کریں[۴]، اُن کی دینی تربیت کریں، انہیں قرآن کریم اور سیرت کی تعلیم دیں[۵]، خود کو اسلامی تہذیب وثقافت کا مکلّف و پابند بنا کر اپنے بچوں کے سامنے بطورِ آئیڈیل ونمونہ پیش کریں، شریعتِ اسلامیہ کی خصوصیات اور دیگر مذاہب میں اس کے امتیازات سے انہیں آگاہ کرتے ہوئے، باطل اور غیر اسلامی تہذیب ورُسومات کے دینی ودنیوی نقصانات سے واقف کرائیں، اور اُن کے قلوب میں اِس بات کو پیوست کردیں کہ ہماری دنیوی واُخروی کامیابی وسعادت مندی دینِ اسلام سے وابستگی میں ہی ہے۔[۶]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' القرآن الکریم '' : ﴿فلا وربّک لا یؤمنون حتّی یحکّموک فیما شجر بینهم=

....

= ثم لا يجدوا في انفسهم حرجًا مما قضيت ويسلّموا تسليمًا﴾ . (سورة النساء :٦٥) .
﴿لقد كان لكم في رسول اللّٰه اسوة حسنة لمن كان يرجو اللّٰه واليوم الاٰخر وذكر اللّٰه كثيرًا﴾ . (سورة الأحزاب : ٢١)
ما في " التفسير المظهري " : (لقد كان لكم) أيها المؤمنون (في رسول الله اسوة حسنة) الأسوة معناه القدوة وهو ما يقتدى به ههنا أن لكم في شأن رسول الله خصلة حسنة من حقها أن يؤسى بها كالثبات في الحرب ومقاساة الشدائد . (۳۱۴/۷)
ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وقوله تعالى : (لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة) من الناس من يحتج به في وجوب أفعال النبي ﷺ ولزوم التأسي به فيها ، ومخالفوا هذه الفرقة يحتجون به أيضًا في نفي إيجاب أفعاله ، فأما الأولون فإنهم ذهبوا إلى أن التأسي به هو الإقتداء به ، وذلك عموم في القول والفعل جميعًا .... قال أبو بكر : والصحيح أنه لا دلالة فيه على الوجوب ، بل دلالته على الندب أظهر منها على الإيجاب لما ذكرنا . (۴۶۵/۳ ، ۴۶۶)
(٢) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وقال الرسول يا ربّ ان قومي اتخذوا هذا القرآن مهجورًا﴾. (سورة الفرقان : ٣٠)
ما في " روح المعاني " : (مهجورا) أي متروكا بالكلية ولم يؤمنوا به ولم يرفعوا إليه رأسا لم يتأثروا بوعيده ووعده ، فمهجورا من الهجر بفتح الهاء بمعنى الترك وهو الظاهر ، وروي ذلك عن مجاهد والنخعي وغيرهما . (۲۰/۱۱)
(٣) ما في " مشكوة المصابيح " : عن حذيفة قال : قال رسول الله ﷺ : " اقرؤوا القرآن بلُحون العرب وأصواتها " ... وسيجيء بعدي قوم يُرجّعون بالقرآن ترجيع الغناء والنوح لا يجاوز حناجرهم مفتونة قلوبهم وقلوب الذين يعجبهم شأنهم . رواه البيهقي في شعب الإيمان ورزين في كتابه . (ص/١٩١ ، كتاب فضائل القرآن ، باب آداب التلاوة ودروس القرآن ، الرقم :۲۲۰۷ ، الفصل الثالث)
ما في " مرقاة المفاتيح " : قال الطيبي : أي لا يصعد عنها إلى السماء ولا يقبله الله منهم ولا ينحدر عنها إلى قلوبهم ليدبروا آياته ويعملوا بمقتضاه . (مفتونة) أي مبتلى بحب الدنيا وتحسين الناس لهم . (۸۶/۵ ، الرقم :۲۲۰۷)=

....

ما في " القرآن الكريم " : ﴿ظهر الفساد في البرّ والبحر بما كسبت أيدي الناس ليذيقهم بعض الذي عملوا لعلهم يرجعون﴾ . (سورة الروم : ۴۱)
ما في " روح المعاني " : (ظهر الفساد في البر والبحر) كالجدب والموتان وكثرة الحرق والغرق وإخفاق الصيادين والغاصة ومحق البركات من كل شيء وقلة المنافع في الجملة وكثرة المضارع ..... (بما كسبت أيدي الناس) أي بسبب ما فعله الناس من المعاصي والذنوب وشؤمه ، وهذا كقوله تعالى : ﴿وما أصابكم من مصيبة فبما كسبت أيديكم﴾ وهو على التفسير الأول للفساد ظاهر وأما على تفسيره بالمعاصي فالمعنى ظهرت المعاصي في البر والبحر بكسب الناس إياها وفعلهم لها . (۱۲/ ۸۲، ۸۳)
ما في " أحكام القرآن للتهانوي " : قلت : فدلت الآية على أن المعاصي أسباب للوبال والفساد في الدنيا أيضًا ولعذاب الآخرة أكبر ، نعوذ بالله منه في عاجل أمرنا وآجله . (۳/ ۱۵۹)
(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يايها الذين اٰمنوا قوا انفسكم واهليكم نارا﴾ .
(سورة التحريم : ٦)
ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وقوله تعالى : ﴿يايها الذين اٰمنوا قوا انفسكم واهليكم نارا﴾ . روي عن علي في قوله : ﴿قوا انفسكم واهليكم﴾ قال : " علموا أنفسكم وأهليكم الخير " وقال الحسن : " تعلمهم وتأمرهم وتنهاهم " قال أبو بكر : وهذا يدل على أن علينا تعليم أولادنا وأهلينا الدين والخير وما لا يُستغنى عنه من الآداب ، وهو مثل قوله تعالى : ﴿وأمر أهلک بالصلوة واصطبر عليها﴾ [طه : ۱۳۲] ونحو قوله تعالى للنبي ﷺ : ﴿وانذر عشيرتک الاقربين﴾ [الشعراء : ۲۱۴] ويدل على أن للأقرب فالأقرب منا مزيّة به في لزومنا تعليمهم وأمرهم بطاعة الله تعالى ويشهد له قول النبي ﷺ : " كلكم راع وكلكم مسؤول عن رعيته " . ومعلوم أن الراعي كما عليه حفظ من استُرعي وحمايته والتماس مصالحه فكذلک عليه تأديبه وتعليمه ؛ وقال عليه السلام : " فالرجل راع على أهله وهو مسؤول عنهم والأمير راع على رعيته وهو مسؤول عنهم " . (۳/ ۲۲۴، مطلب يجب علينا تعليم أولادنا وأهلينا ، سورة التحريم ، أحكام القرآن للتهانوي : ۵/ ۹۲)
ما في " الدر المختار مع الشامية " : وفي القنية : له إكراه طفله على تعلم قرآن وأدب وعلم=

....

= لفريضته على الوالدين . (٦/١٣٠، كتاب الحدود ، باب التعزير ، مطلب في تعزير المتّهم ، بيروت)
(۵) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لقد كان لكم في رسول اللّٰه اُسوة حسنة لمن كان يرجو اللّٰه واليومَ الاٰخر﴾ . (سورة الأحزاب : ٢١)
ما في " التفسير المظهري " : (لقد كان لكم) أيها المؤمنون (في رسول الله اسوة حسنة) الأسوة معناه ؛ القدوة ، وهو ما يقتدى به ههنا أن لكم في شأن رسول الله خصلة حسنة من حقها أن يؤسى بها كالثبات في الحرب ومقاساة في الشدائد . (٧/٣١۴)
ما في " صحيح البخاري " : عن عثمان رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ قال : " خيركم من تعلّم القرآن وعلّمه " . (٢/٧٥٢ ، كتاب فضائل القرآن ، باب خيركم من تعلم القرآن وعلمه، مشكوة المصابيح :ص/١٨٣ ، كتاب فضائل القرآن ، الفصل الأول ، الرقم : ٢١٠٩)
ما في " صحيح مسلم " : عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال : أما إن نبيكم ﷺ قد قال: " إن الله يرفع بهذا الكتاب أقواما ويضع به آخرين " .
(١/٢٧٢، كتاب فضائل القرآن وما يتعلق به ، باب فضل من يقوم بالقرآن ويعلمه الخ)
(٦) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ان الدّين عند اللّٰه الاسلام﴾ . (آل عمران: ١٩) ﴿ومن يبتغ غير الاسلام دينًا فلن يقبل منه وهو في الاٰخرة من الخٰسرين﴾ . (آل عمران :٨٥)
ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : قوله تعالى : ﴿ان الدّين عند اللّٰه الاسلام﴾ الدين في هذه الآية الطاعة والملة ، والإسلام بمعنى الإيمان والطاعات ، قاله أبو العالية وعليه جمهور المتكلمين .
(۴/۴۳)
ما في " روح المعاني " : ﴿ان الدّين عند اللّٰه الاسلام﴾ أي لا دين مرضى عند الله تعالى سوى الإسلام ، وهو على ما أخرج ابن جرير عن قتادة " شهادة أن لا إله إلا الله تعالى والإقرار بما جاء من عند الله تعالى ، وهو دين الله تعالى الذي شرع لنفسه وبعث به رسله ، ودل عليه أولياؤه لا يقبل غيره ولا يجزى إلا به " . وروى علي بن ابراهيم عن أمير المؤمنين كرم الله تعالى وجهه أنه قال في خطبة له : " لأنسبن الإسلام نسبة لم ينسبها أحد قبلي ، الإسلام هو التسليم ، والتسليم هو اليقين ، واليقين هو التصديق ، والتصديق هو الإقرار ، والإقرار هو الأداء ، والأداء هو العمل " . ثم قال : " إن المؤمن أخذ دينه عن ربه ولم يأخذه عن رأيه ، إن المؤمن من يعرف إيمانه في عمله ، وإن الكافر يعرف كفره بانكاره . أيها الناس ! دينكم دينكم ، فإن السيئة فيه خير من الحسنة في غيره ، إن السيئة فيه تغفر ، وإن الحسنة في غيره لا تقبل . (٣/١٧١، ٢٧٢)

باپ کی حیات میں جائداد میں حصہ مانگنا

مسئلہ (۲۱۴): جب تک اولاد بالغ نہ ہوجائے، اورلڑکی کی شادی نہ ہوجائے اُس وقت تک باپ کے ذمے اولاد کی تعلیم وتربیت واجب ہے [۱]، پھر بالغ ہوجانے کے بعد شادی کرکے اُسے خود کما کر کھانے کا مکلّف و پابند بنایا جاسکتا ہے، باپ کے ذمے اس کے اَخراجات لازم نہیں ہیں، باپ اگر چاہے تو اپنی اولاد کو علیحدہ بھی کرسکتا ہے، علیحدہ کیے جانے پر اولاد باپ کی زمین، جائداد اور مکان دکان میں اپنا حق وحصہ طلب نہیں کرسکتی، کیوں کہ جب تک باپ حیات ہے ساری جائداد کا مالک وہی ہے، اولاد کا اس میں کوئی حق وحصہ نہیں ہے [۲]، اولاد کا حق وحصہ باپ کے مرنے کے بعد ہوتا ہے [۳] بعض اولاد باپ کی حیات ہی میں اپنا حق وحصہ اس سے طلب کرتی ہے، اور نہ دینے کو باپ کی طرف سے ظلم سمجھتی ہے، حالاں کہ ظلم باپ کی طرف سے نہیں، بلکہ خود اولاد کی طرف سے ہے، کہ ابھی اس کا حق وحصہ ثابت ہوا بھی نہیں، اس سے پہلے ہی اُسے طلب کررہی ہے، لہٰذا اولاد کو اِس سے بچنا چاہیے۔

نوٹ-: مدارسِ دینیہ کا باپ کے اوپر عظیم احسان ہے کہ وہ اس پر واجب، واجب کو انجام دے رہے ہیں، اس لیے مدارس میں پڑھنے والے طلبا اور اُن کے اولیا کو اِن مدارس کا قدردان ہونا چاہیے، اور اُنہیں مضبوط ومستحکم کرنے میں بھرپور تعاوُن کرنا چاہیے۔

الحجة على ما قلنا :=

....

=(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يايها الذين اٰمنوا قوا انفسكم واهليكم نارا وقودها الناس والحجارة﴾ . (سورة التحريم : ٦)
ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله بن عمر يقول : سمعت رسول الله ﷺ يقول : "ألا ! كلكم راع وكلكم مسؤول عن رعيته .... " الحديث . (۱/۱۲۲، صحيح مسلم : ۲/۱۳۲)
ما في " الموسوعة الفقهية " : على الآباء والأمهات وسائر الأولياء تعليم الصغار ما يلزمهم بعد البلوغ ، فيعلم الصغير ما تصح به عقيدته من إيمان بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر ، وما تصح به عبادته ويعرّفه ما يتعلق بصلاته وصيامه وطهارته ونحوها ، وذلک لقول النبي ﷺ : " مُروا أولادكم بالصلاة وهو أبناء سبيع سنين ، واضربوهم عليها وهم أبناء عشر سنين ، وفرقوا بينهم في المضاجع " . ويعرّفه تحريم الزنا واللواط والسرقة وشرب المسكر والكذِب والغيبة وشبهها ، كما يعلم أنه بالبلوغ يدخل في التكليف ويعرّف ما يَبلغُ به .... ودليل وجوب تعليم الصغير قول الله عز وجل : ﴿يايها الذين اٰمنوا قوا انفسكم واهليكم نارا﴾ . قال علي بن أبي طالب رضي الله عنه ومجاهد وقتادة : " معناه ؛ علموهم ما يَنجون به من النار " وهذا ظاهر ، وثبت في الصحيحين عن ابن عمر رضي الله عنهما عن رسول الله ﷺ أنه قال : " كلكم راع ومسؤول عن رعيته". (۱۳/۱۱، ۱۲)
ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وقوله تعالى : ﴿يايها الذين اٰمنوا قوا انفسكم واهليكم نارا﴾ . روي عن علي في قوله : ﴿قوا انفسكم واهليكم﴾ قال : " علموا أنفسكم وأهليكم الخير " وقال الحسن : " تعلمهم وتأمرهم وتنهاهم " قال أبو بكر : وهذا يدل على أن علينا تعليم أولادنا وأهلينا الدين والخير وما لا يُستغنى عنه من الآداب ، وهو مثل قوله تعالى : ﴿وأمر أهلک بالصلوة واصطبر عليها﴾ [طه : ۱۳۲] ونحو قوله تعالى للنبي ﷺ : ﴿وانذر عشيرتک الاقربين﴾ [الشعراء : ۲۱۴] ويدل على أن للأقرب فالأقرب منا مزيّة به في لزومنا تعليمهم وأمرهم بطاعة الله تعالى ويشهد له قول النبي ﷺ : " كلكم راع وكلكم مسؤول عن رعيته " . ومعلوم أن الراعي كما عليه حفظ من استُرعي وحمايته والتماس مصالحه فكذلک عليه تأديبه وتعليمه ؛ وقال عليه السلام : " فالرجل راع على أهله وهو=

نافرمان اولاد سے میل جول ختم کردینا

مسئلہ (۲۱۵): جواولاد ماں باپ کی نافرمانی کرے، انہیں گالی گلوچ دے، اوران کے ساتھ بُرے طور پر پیش آئے، ایسی اولاد فاسق اورسخت گنہگار ہے، اگر وہ توبہ نہ کرے، اورماں باپ کو راضی نہ کرے، اوران سے اپنا قصور معاف نہ کروالے، تو اس طرح کی اولاد سے میل جول ختم کردینا ماں باپ کے لیے جائز ودرست ہے۔ (۱)

= مسؤول عنهم والأمير راع على رعيته وهو مسؤول عنهم " .
(۳/۶۲۴ ، مطلب يجب علينا تعليم أولادنا وأهلينا ، سورة التحريم)
(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : قال إمام الحرمين : القاعدة المعتبرة أن المُلاک مُختصّون بأملاكهم لا يُزاحم أحد مالكًا في ملكه من غير حق مستحق ، ثم الضرورة تُحوِجُ مُلاک الأموال إلى التبادل فيها ...... فالأمر الذي لا شک فيه تحريم التّسالُب والتغالُب ومدّ الأيدي إلى أموال الناس من غير استحقاق ، وقال ابن تيمية : والرجل أحق بماله من ولده ووالده والناس أجمعين . (۳۹/۳۲ ، ۳۳ ، ملک ، حرمة الملک في الإسلام ، غياث الأمم في التياث الظلم :ص/۴۹۴ ، ۴۹۵ ، ط : نهضة مصر وط: قطر ، مجموعة الفتاوى لإبن تيمية : ۲۹/۱۸۹ ، ط: الرياض)
(۳) ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على أن انتقال التركة من المورِّث إلى الوارث يكون بعد وفاة المورِّث حقيقة أو حكما أو تقديرا . (۱۱/۲۱۰، تركة ، الشرط الأول ، موت المورّث) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۴۶۱۶۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الرحمن بن أبي بكرة عن أبيه قال : قال رسول الله ﷺ : " ألا أنبّئكم بأكبر الكبائر؟ " قلنا : بلى يا رسول الله ! قال : " الإشراک بالله وعقوق الوالدين " . (۲/۸۸۴، كتاب الأدب ، باب عقوق الوالدين من الكبائر)=

والدین کی اطاعت اور خالق کی نافرمانی

مسئلہ (۲۱۶): بعض والدین کو ایسی چیزوں کی عادت ہوتی ہے، جو شرعاً منع ہیں، مثلاً: شراب، جُوا، سٹہ، فلم بینی وغیرہ، ان چیزوں کے لیے وہ اپنی اولاد سے روپیہ پیسہ مانگتے ہیں، اس صورت میں اولاد اگر دین دار ہے، تو وہ عجیب مخمصے میں پڑ جاتی ہے کہ ایک طرف خدائی فرمان ہے کہ یہ چیزیں منع ہیں(۱)، اور دوسری طرف یہ حکم ہے کہ والدین کی اطاعت وفرمانبرداری لازم ہے(۲)، اس صورتِ حال میں حکمِ شرع یہ ہے کہ والد صاحب کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے انہیں منع کیا جائے(۳)، اور مذکورہ چیزوں کے لیے انہیں روپیہ پیسہ نہ دیں، کیوں کہ فقہ کا یہ قاعدہ ہے کہ ''مخلوق کی ایسی بات جس میں خالق کی نافرمانی لازم آتی ہے، قابلِ تسلیم نہیں ہے۔''(۴)

=ما في '' صحيح البخاري '' : عن عبد الله بن عمرو عن النبي ﷺ قال : '' الكبائر الإشراك بالله وعقوق الوالدين وقتل النفس واليمين الغموس '' .

(۲/۹۸۷، كتاب الإيمان والنذور ، باب اليمين الغموس ولا تتخذوا أيمانكم الخ)

ما في '' مشكوة المصابيح '' : عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنها قال : قال رسول الله ﷺ : '' لا يدخل الجنة منان ولا عاق ... '' الحديث .

(ص/۴۲۰ ، كتاب الآداب ، باب البرّ والصلة ، الفصل الثاني)

ما في '' معجم لغة الفقهاء '' : الفاسق بكسر السين ج فسقة وفُسّاق : من يرتكب الكبائر أو يصرّ على الصغائر . (ص/۳۳۸)

وفيه أيضًا : الفسق : بكسر الفاء ، مصدر فسق : العصيان ؛ ارتكاب الكبائر قصدا أو=

....

....

....

....

....

= الإصرار على الصغائر بغير تأويل . (ص/٣٤٦ ، كتاب التعريفات : ص/١٦٠)
(٢) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظّٰلمين﴾ .
(سورة الأنعام : ٦٨) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۶/۵۱۹)

الحجة على ما قلنا :

=(١) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يايها الذين اٰمنوا انما الخمر والميسر والانصاب رجسٌ من عمل الشيطٰن فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ . (سورة المائدة : ٩٠)
(٢) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وقضى ربك الا تعبدوا الا اياه وبالوالدين احسانا﴾ .
(سورة الإسراء : ٢٣)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : لأن طاعتهما (الوالدين) فرض عين .
(٦/٢٠٢ ، كتاب الجهاد ، مطلب طاعة الوالدين فرض عين ، بيروت)
(٣) ما في " رد المحتار " : فرع : في فصول العلامي : إذا رأى منكرا من والديه يأمرهما مرة فإن قبلا فبها ، وإن كرها سكت عنهما واشتغل بالدعاء والاستغفار لهما ، فإن الله تعالى يكفيه ما أهمه من أمرهما . (٦/١٣٠ ، كتاب الحدود ، باب التعزير ، مطلب في تعزير المتهم ، فتاوى اللكنوي – المسماة " نفع المفتي والسائل بجمع متفرقات المسائل " : ص/٤٢٣ ، باب ما يتعلق بإطاعة الوالدين وخفض الجناح للأقارب ، مكتبة دار ابن حزم بيروت)
(٤) ما في " مشكوة المصابيح " : عن النواس بن سمعان قال : قال رسول الله ﷺ : " لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق " . (ص/٣٢١ ، كتاب الإمارة والقضاء ، الفصل الثاني ، الرقم : ٣٦٩٦ ، رد المحتار : ٩/٥٨٣ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع ، بيروت)
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۵۰۶۸۶)

بچوں کی ذہنی وجسمانی تربیت

مسئلہ (۲۱۷): والدین اور اولیاء پر ذہنی یا جسمانی طور پر معذور بچوں کی دیکھ ریکھ لازم ہے (۱)، خواہ گھر میں رکھ کر ہو، یا ناگزیر ضرورت پر ہسپتال میں رکھ کر ہو، اور ایسے بچوں کا علاج حتی المقدور صبر واستقامت کے ساتھ کیا جائے، اور اللہ تعالیٰ سے اس پر اجر کی امید رکھی جائے۔ (۲) اسی طرح بے سہارا بچوں کی پرورش اور ان کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری اور خبر گیری اولاً ان کے رشتہ داروں پر، پھر حکومت پر، پھر سماج یا بالفاظِ دیگر عامة المسلمین پر ہے (۳)، اس سلسلے میں ہر شعبے کو اپنی ذمہ داری کا احساس رکھنا چاہیے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (وتجب) النفقة بأنواعها على الحرّ (لطفله) يعمّ الأنثى والجمع (الفقير) ...... (وكذا) تجب (لولده الكبير العاجز عن الكسب) كأنثى مطلقا وزمن . (تنوير مع الدر) وفي الشامية : قوله : (بأنواعها) من الطعام والكسوة والسكنى ، ولم أر من ذكر هنا أجرة الطبيب وثمن الأدوية ، وإنما ذكروا عدم الوجوب للزوجة ، نعم صرحوا بأن الأب إذا كان مريضا أو به زمانة يحتاج إلى الخدمة فعلى ابنه خادمته وكذلك الابن . قوله : (وزمن) أي من به مرض مزمن ، والمراد هنا من به ما يمنعه عن الكسب كعمى وشلل . (۳۳٦/٥ ، ۳۳۷ ، ۳۴۱ ، كتاب الطلاق ، باب النفقة ، مطلب الصغير والمكتسب نفقة في كسبه لا على أبيه)

ما في " الفتاوى الهندية " : نفقة الأولاد الصغار على الأب لا يشاركه فيها أحدا كذا في الجوهرة النيرة .... الرجل البالغ إن كان زمنا أو مقعدا أو أشل اليدين لا ينتفع بهما أو معتوها أو مفلوجا فإن كان له مال تجب النفقة في ماله وإن لم يكن له مال وكان له أب=

....

....

....

....

....

= موسر وأم موسر تجب النفقة على الأب . (۱/۵٦۰ – ۵٦۳، كتاب الطلاق ، الباب السابع عشر في النفقات ، الفصل الرابع في نفقة الأولاد)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي مسعود عن النبي ﷺ قال : " إذا أنفق الرجل على أهله يحتسبها فهو له صدقة " .

(۱/۱۳، كتاب الإيمان ، باب ما جاء أن الأعمال بالنسية والحِسبة)

ما في " جامع الترمذي " : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " ما يزال البلاء بالمؤمن والمؤمنة في نفسه وولده وماله حتى يلقى الله تعالى وما عليه خطيئة " . هذا حديث حسن صحيح . (۲/٦۵، أبواب الزهد ، باب ما جاء في الصبر على البلاء)

(۳) ما في " الموسوعة الفقهية " : تجب النفقة في الجملة بالقرابة وذلك على التفصيل التالي : اختلف الفقهاء فيمن يستحق النفقة بسبب القرابة ، فذهب الحنفية إلى أن مستحقيها هم الآباء وإن علوا ، والأولاد وإن سفلوا ، والحواشي ذووا الأرحام المحرمة كالعم والأخ وابن الأخ والعمة والخال والخالة . (۴۱/۷۲، نفقة ، ثانيا القرابة)

وفيه أيضًا : لا خلاف بين الفقهاء في أن نفقة العاجز الذي لا عائل له ولا قدرة له على الكسب ولا يملك مالا تجب في بيت المال ، لأنه للصرف على ذوي الحاجات والمعدمين ومن هم في مثل حاله ممن لا قدرة لهم على كسب كفايتهم ولا عائل لهم تجب عليه نفقتهم . ولأنه بحاله هذا يعد فقيرا ، والفقير تجب كفايته من بيت المال ، وهذه الكفاية تشمل سائر ما يحتاجه من مطعم وملبس ومسكن وأجرة خادم ونفقته إن كان في حاجة إلى خادم بأن كان مسنا أو زمنا لا يستطيع القيام بخدمة نفسه ، وليس له من يقوم على رعايته وخدمته .

(۴۱/۹۹، ۱۰۰، نفقة ، نفقة العاجز الذي لا عائل له) (اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

بچوں کو پیار سے آدھا نام لے کر پکارنا

مسئلہ (۲۱۸): بعض لوگ اپنے بچوں کو پیار سے آدھا نام لے کر، یا نام بگاڑ کر پُکارتے ہیں، جیسے عبد الشکور کو ''شکّو''، عبد الرحمٰن کو ''رَحمُو''، عبد الرحیم کو ''رحیمُو''، عبد الحمید کو ''حمُو''، عبد الغفار کو ''غفُو''، مُحمد ومحمود کو ''مُحمُو'' اور عدنان کو ''عدُّو'' وغیرہ۔...... اس سلسلے میں یہ بات یاد رکھیں کہ-اگر کسی کے نام کا جز''اللہ'' یا اس کے رسول کا نام ہو، تو اُسے اِس طرح پکارنا درست نہیں ہے، کیوں کہ اس میں قابلِ احترام نام بگڑ جاتے ہیں، اور بے احترامی کا شائبہ پیدا ہوتا ہے، باقی دوسرے نام اگر پیار سے گھٹا بڑھا کر لیے جائیں، اور اس کا مقصد محبت کا اظہار ہو، نہ کہ توہین، اور جسے پکارا جائے وہ بھی اسے خطابِ محبت ہی تصوّر کرتا ہو، تو ایسی صورت میں اس کی گنجائش ہوسکتی ہے۔ چنانچہ عربی میں ایک طریقہ ناموں کے پکارنے میں ''ترخیم'' کا رہا ہے، کہ نام پکارتے وقت آخری حرف کو حذف کردیا جاتا ہے، جیسے ثابت کو ''یا ثابِ''، عثمانُ کو ''یا عُثمَ''، سلمانُ کو ''یا سلمَ'' وغیرہ کہہ کر پکارتے ہیں، اس طرح کا تخاطُب سلَف سے بھی ثابت ہے[1]، ہاں! محض کسی کی تحقیر کے لیے نام کو توڑ مروڑ کر پکارنا جائز نہیں، کہ مسلمان- بلکہ کسی انسان کی تحقیر جائز نہیں۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' تبسيط النحو '' : الترخيم الاصطلاحي : حذف آخر اللفظ بطريقة معيّنة لداع بلاغي ، وهو ثلاثة أقسام : القسم الأول – ترخيم المنادى : نصح أعرابي لابنه : (عامر)=

....

= فقال : يا عامِ ! صداقة اللئيم ندامة ، ومداراته سلامة ...) فحذف الراء من آخر المفرد العلم المنادى ، وسمع آخر أعرابية تتغنّى بمزاياها – فقال لها : (يا أعرابي ! دعي ما أنتِ فيه ...... فحذف التاء من آخر المنادى النكرة المقصودة ، فالحذف على الوجه السّالف نوع منها يسمى : (ترخيم النداء) وهو حذف آخر المنادى المفرد العلم أو النكرة المقصودة .
(۲/۹ےا ، الترخيم ، مؤلف : شفيق عمر البلوي ، الناشر : دار القبلة للثقافة الإسلامية جدة ، كذا في القواعد الأساسية للغة العربية :ص/۱۹۱ ، في ترخيم المنادى ، المبحث الحادي والعشرون ، مكتبه عثمانيه كوئٹه)
ما في " القواعد الأساسية للغة العربية " : والمنادى المرخم إما أن يبقى آخره بعد الحذف على ما كان عليه قبل الحذف من الحركة كما رأيت وهو الأشهر ، وإما أن يحرك آخره بحركة الحرف المحذوف فتقول : يا جعفُ ، وهي لغة ضعيفة .
(ص/۱۹۱ ، المبحث الحادي والعشرون ، في ترخيم المنادى)
ما في " تحرير سنبٹ شرح عربي كافيه " : وترخيم المنادى جائز مطلقًا سواء كان في الضرورة الشريعة أو في سعة الكلام .... وفي الاصطلاح : هو حذف في آخره تخفيفًا أي لمجرد التخفيف لا لعلة أخرى مقتضية للحذف .
(ص/۱۱۰ ، ترخيم المنادى ، مكتبه تهانوى ديوبند)
(۲) ما في " جامع الترمذي " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " المسلم أخو المسلم ، لا يخونه ، ولا يكذبه ، ولا يخذله ، كل المسلم على المسلم حرام ؛ عرضه وماله ودمه ؛ التقوىٰ ههنا ؛ بحسب امرئٍ من الشّرّ أن يحقر أخاه المسلم " . (۲/۱۴ ، أبواب البر والصلة ، باب ما جاء في شفقة المسلم على المسلم ، رقم الحديث : ۱۹۲ے ، مشكوة المصابيح :ص/۴۲۲ ، كتاب الآداب ، باب الشفقة والرحمة على الخلق ، رقم الحديث : ۲۵٦۴)
ما في " الفتاوى الهندية " : أحب الأسماء إلى الله تعالى عبد الله وعبد الرحمن ، لكن التسمية بغير هذه الأسماء في هذا الزمان أولى ، لأن العوام يصغّرون هذه الأسماء للنداء .
(۵/۳٦۲ ، كتاب الكراهية ، الباب الثاني والعشرون في تسمية الأولاد وكناهم والعقيقة)
ما في " الموسوعة الفقهية " : ولا يجوز تصغير اسم الله بالتصغير فيما هو مضاف ، =

متفرق مسائل

مدارس کا نصابِ تعلیم اور اس کا مقصود

مسئلہ (۲۱۹): مدارسِ دینیہ میں جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، ان کا مقصود یہ ہے کہ طلبۂ عزیز میں ایسی استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ کتاب وسنت کو سمجھ سکیں، اس پر عمل کریں، اور بعد از تکمیلِ نصاب امت کی رہبری وقیادت کے قابل بن جائیں۔

نصابِ تعلیم سے مقصود اسی استعداد کو جانچنے کے لیے اہل مدارس اپنے اپنے نظاموں کے مطابق امتحانات لیتے ہیں، کامیاب طلبا کو انعامات سے نواز کر اُن کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں، ناکام طلبا کو اپنے اندر مطلوب استعداد پیدا کرنے کی ترغیب دیتے ہیں، اور اسی کے ساتھ آگے درجہ نہ دے کر، ان کی سرزنش بھی کی جاتی ہے، جو شرعاً نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے[1]، کیوں کہ اگر طلبا میں مطلوب استعداد پیدا نہ ہو، اور انہیں یوں ہی اگلے درجوں میں داخلہ دیا جاتا رہے، اور پھر فراغت کے موقع پر اساتذہ اور مشائخ کے رُوبرُو، سندِ فضیلت دیدی جائے،

=قال ابن عابدين : وهذا مشتهر في زماننا حيث ينادون من اسمه عبد الرحيم وعبد الكريم أو عبد العزيز مثلا – فيقولون : رُحَيِّمْ و كُرَيِّمْ و عُزَيِّزْ بتشديد ياء التصغير ومن اسمه عبد القادر قُوَيْدِر وهذا مع قصده كفرٌ ...... وبعضهم يقول : رَحمُونٌ لمن اسمه عبد الرحمن .

(۱۱/۳۳۲ ، التسمية ، ما تستحب التسمية به من الأسماء ، رد المحتار :۵/۲۶۸، احياء التراث العربي ، و۶/۴۱۷ ، دار الفكر بيروت)

(کتاب الفتاویٰ:۶/ ۱۳۷،۱۳۸، پیار سے آدھا نام لینا)=

دستار بندی کردی جائے، تو یہ ایک قسم کی شہادتِ زور (جھوٹی) گواہی ہے، جس کا گناہِ کبیرہ اور وبالِ عظیم ہونا قرآن وسنت میں معروف ومشہور ہے[۲]، صحیح بخاری ومسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص جھوٹی شہادت دے، اُسے تعزیراً سخت سزا بھی دی جاسکتی ہے۔[۳]

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''بعض مدارس کی رسم ہے کہ جب طالب علم نے کتابیں پڑھ لی، خواہ اس کو استعداد ہو یا نہ ہو، اور خواہ اپنے علم کے موافق عامل ہو یا نہ ہو، اس کو سند فضیلت دے دیتے ہیں، اور دستار بندی کر دیتے ہیں، غور کرنا چاہیے کہ رسم دستار بندی واقع میں اساتذہ، مشائخ کی طرف سے عوام کے رُوبرو اس امر کا اظہار اور شہادت ہے کہ؛ یہ شخص ہمارے نزدیک اس قابل ہے کہ دین میں اس کی طرف رجوع کیا جائے، اور اس سے مسائل پوچھ کر عمل کیا جائے، خلاصہ یہ کہ یہ شخص آج سے مقتدائے دین ہے، جب حقیقت اس کی یہ ہے تو جو شرائط شہادت کی ہیں، وہ اس میں بھی ہونا واجب ہے، اور شہادت کی بڑی شرط یہ ہے کہ شاہد کو اس امر کا پورا علم اور یقین ہو کہ جس کی شہادت دے رہا ہے، وہ صحیح ہے، تاکہ اس کو جھوٹ کا گناہ اور دوسروں کو دھوکہ دینے کا گناہ نہ ہو، اور کسی کو اس سے ضرر نہ پہنچے، اسی طرح یہاں بھی اس شخص کی نسبت پوری تحقیق ہونا چاہیے کہ قابل مقتدا فی الدین بننے کے ہے یا نہیں؟ بدونِ اہلیت کے ہرگز ہرگز دستار بندی نہ کی جائے، نہ سند دی جائے، کہ بجز اضلالِ خلق (مخلوق کو گمراہ کرنا) کے اِس کا اور کیا ثمرہ ہے۔ (اصلاح الرسوم: ص/ ۱۵۵)

لہٰذا طلبۂ عزیز کو چاہیے کہ جامعہ کے نئے مجوزہ قانون (بعض اہم کتابوں میں ناکامی کی صورت میں آئندہ سال اگلا درجہ نہیں دیا جائے گا) پر چیں بہ جبیں نہ ہوں، اور نصابِ تعلیم سے مقصود استعداد حاصل کرنے کے لیے شب وروز محنت اور جدوجہد سے کام لیں؛ کہ ان شاء اللہ ضرور اس کے عمدہ نتائج برآمد ہوں گے۔

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " فقه النوازل " : " ان ما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب " . (۳/۲۲۵)

ما في " العناية مع شرح فتح القدير " : وما لا يتوصل إلى الواجب إلا به يكون واجبا .
(۵۲۱/۱ ، بيروت)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿والذين لا يشهدون الزّور﴾. (سورة الفرقان : ۷۲) وقال تعالى : ﴿فاجتنبوا الرّجس من الأوثان واجتنبوا قول الزّور﴾ . (سورة الحج : ۳۰)

(۳) ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : قوله تعالى : ﴿والذين لا يشهدون الزّور﴾ أي لا يحضرون الكذب والباطل ولا يشاهدونه ، والزور كل باطل زُوّر وزُخرف ، وأعظمه .... فكان عمر بن الخطاب رضى الله عنه يجلد شاهد الزّور أربعين جلدة ، ويسخّم وجهه ، ويحلق رأسه ، ويطوف به في السوق . (۱۳/ ۷۹، ۸۰، سورة الفرقان : ۷۲ ، تفسير المظهرى : ۷/۵۳)(معارف القرآن مفتی شفیع:۶/ ۵۰۷)

ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الرحمن بن أبي بكرة ، عن أبيه رضي الله عنه قال : قال النبي ﷺ : " ألا أنبّئكم بأكبر الكبائر ؟ قالوا : بلى يا رسول الله ! قال : الإشراك بالله ، وعقوق الوالدين – وجلس وكان متّكئًا ، فقال – ألا وقولُ الزّور ، قال : فما زال يكرّرها حتى قلنا : ليتَه سكت " . (ص/۴۶۷ ، كتاب الشهادات ، باب ما قيل في شهادة الزّور ، رقم :۲۶۵۴، احياء التراث العربي ، صحيح مسلم :۲/۱۵۷، كتاب الإيمان ، باب الكبائر وأكبرها ، رقم : 88 ، احياء التراث العربي)

ما في " الموسوعة الفقهية " : شهادة الزور من الكبائر ، ولا يجوز العمل بها ولا تقبل شهادته فيما بعُد لحديث أبي بكرة قال : قال النبي ﷺ : "ألا أنبّئكم بأكبر الكبائر ثلاثًا ؟ قالوا :=

رفیق بن کر کام کریں، فریق بن کر نہیں!

مسئلہ (۲۲۰): دعوت وتبلیغ کی محنت، مدارسِ اسلامیہ کا نظامِ تعلیم وتربیت، اور خانقاہوں کا تزکیہ وتہذیبِ نفوس، تینوں اہم کام ہیں[۱]، ان کے لیے جماعت کے بزرگوں، مدارس کے ماہرینِ تعلیم وتربیت، اور خانقاہوں کے بزرگوں نے جو نظام وپروگرام- اشخاص، حالات، ضرورت وحاجت وغیرہ کو ملحوظ رکھ کر ترتیب دیا ہے، وہ ترتیب مناسب واَولیٰ ہے، اگرچہ قرآن کریم اور حدیث نبوی ﷺ سے یہ نظامِ ترتیب لازم ومنصوص نہیں ہے، مگر ان نظاموں سے جو چیز مطلوب ہے وہ منصوص ہے، اور وہ ہے، اتباعِ سنت اور رضائے خداوندی[۲]، اگر یہ تینوں کام صحیح نہج اور اصولِ شرعی کے مطابق چلائے جائیں، اتباعِ سنت اور رضائے خداوندی پیشِ نظر رہے، تو تینوں کام انتہائی اہم وضروری ہیں، کسی کو کسی پر فضیلت وفوقیت دینے کی ضرورت نہیں، ذمہ داران وعوام ایک دوسرے کے رفیق بن کر کام کریں، نہ کہ فریق بن کر!!

= بلى يا رسول الله ! قال : الإشراک بالله ، وعقوق الوالدين ، وجلس وكان متّكئًا فقال : ألا وقول الزّور ، قال : فما زال يكرّرها حتى قلنا : ليته سكت " . ولأن فيها رفع العدل وتحقيق الجور . (۲۶/ ۲۵۱ ، شهادة الزور)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿هو الذي بعث في الامّيين رسولا منهم يتلوا عليهم اٰيٰته ويزكّيهم ويعلّمهم الكتٰب والحكمة وان كانوا من قبل لفي ضلال مبين﴾ .

(سورة الجمعة : ۲)=

....

....

....

....

=ما في " التفسير الكبير " : وقوله تعالى : (يتلوا عليهم آياته) أي بيناته التي تبين رسالته وتظهر نبوته ، ولا يبعد أن تكون الآيات هي الآيات التي تظهر منها الأحكام الشرعية ، والتي يتميز بها الحق من الباطل (ويزكيهم) أي يطهرهم من خبث الشرك ، وخبث ما عداه من الأقوال والأفعال (ويعلمهم الكتٰب والحكمة) والكتاب : ما يتلى من الآيات ، والحكمة : هي الفرائض ، وقيل : (الحكمة) السنة ، لأنه كان يتلو عليهم آياته ويعلمهم سننه .

(۱۰/۵۳۸ ، سورة الجمعة)

ما في " روح المعاني " : المراد من تلاوة الآيات تلاوة ما يوحى إليه ﷺ من الآيات الدالة على التوحيد والنبوة من التزكية الدعاء إلى الكلمة الطيبة المتضمنة للشهادة لله تعالى ولنبيه عليه الصلاة والسلام بالرسالة ، وبتعليم الكتاب تعليم ألفاظ القرآن وكيفية أدائه ليتهيأ لهم بذلك إقامة عماد الدين ، وبتعليم الحكمة الإيقاف على الأسرار المخبوء ة في خزائن كلام الله تعالى . (۳/۱۷۸ ، الجزء الثاني ، آل عمران :۱٦٤)

ما في " المقاصد الشرعية " : ان الذرائع تعد وسائل إلى المقاصد وحكمها حكم مقاصدها من حيث التحريم والوجوب والكراهة والندب والإباحة ، أي ان الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبا .

(ص/٤٦، المطلب الثامن صلة الذرائع سدا وفتحا بمقاصد الشريعة)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قل اطيعوا الله والرسول فان تولوا فان الله لا يحب الكٰفرين﴾ . (سورة آل عمران : ۳۲)

ما في " روح المعاني " : (قل اطيعوا الله والرسول) أي في جميع الأوامر والنواهي .

(۳/۲۰۹)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ٦۷۹۹٤)

''ہی'' کو چھوڑ کر ''بھی'' کو اختیار کریں!

مسئلہ (۲۲۱): دینِ اسلام کا سیکھنا، اس پر عمل کرنا فرض ہے[۱]، اور حسبِ استعداد دوسروں تک اس کی تبلیغ بھی ضروری ہے[۲]، مگر شرع اسلامی میں تبلیغ دین کے لیے کسی خاص صورت کو متعین نہیں کیا گیا، اور نہ ہی کسی خاص طریقے کو سب کے لیے لازم قرار دیا گیا، بلکہ ہر زمانے میں وقت اور حالات کے اعتبار سے دین کے سیکھنے اور سکھانے کا اہتمام رہا ہے، اور اس کے لیے مختلف طریقے: وعظ وتقریر، درس وتدریس، تصنیف وتالیف، ارشاد وتلقین کو اپنایا گیا ہے، دورِ حاضر میں تبلیغی کام بھی دین کے سیکھنے، سکھانے اور اسے دوسروں تک پہنچانے میں انتہائی مفید ومؤثر ہے، جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا، مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ دین سیکھنے، سکھانے اور اس کی تبلیغ کے لیے اسی ایک طریقے کو لازم قرار دینا اور اس میں نہ جڑنے والوں کو مطعون وملعون قرار دینا، ہرگز جائز نہیں ہے، کیوں کہ دین کا سیکھنا، سکھانا اور دوسروں تک پہنچانا مطلوب ومقصود ہے، اور اس کے مختلف ذرائع ہیں[۳]، مثلاً: مدارس میں داخلہ لینا، خانقاہوں میں بزرگوں کی صحبت میں رہنا، اور علماء کی مجلسوں میں حاضری دینا وغیرہ، اس لیے جماعت کے ساتھیوں کو چاہیے کہ جماعت کے کام اور دیگر دوسرے کاموں کو بھی دین کا کام سمجھیں، نہ کہ جماعت کے کام ہی کو، یعنی ''ہی'' کو چھوڑ دیں، اور ''بھی'' کو اختیار کریں!

الحجة علی ما قلنا :=

....

....

....

....

....

....

....

....

=(۱) ما في " سنن ابن ماجة " : عن أنس رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " طلب العلم فريضة على كل مسلم " . (ص/۲۰، باب فضل العلماء الخ)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : واعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين وهو بقدر ما يحتاج لدينه . (در مختار) . وفي الشامية : قال العلامة في فصوله : من فرائض الإسلام تعلم ما يحتاج إليه العبد في إقامة دينه وإخلاص عمله لله تعالى ومعاشرة عباده .

(۱/۱۲۱، دار الكتاب ديوبند)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر اولئک هم المفلحون﴾ . (سورة آل عمران :۱۰۴)

ما في " روح المعاني " : ان العلماء اتفقوا على أن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر من فروض الكفايات . (۴/۲۱، بيروت)

ما في " صحيح البخاري " : " بلغوا عني ولو آية ، وحدثوا عن بني اسرائيل ، ومن كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار " . (۱/۴۹۱، كتاب الأنبياء)

(۳) ما في " المقاصد الشرعية " : ان الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبا . (ص/۴۶)

ما في " اعلام المؤقعين " : وسيلة المقصود تابعة للمقصود وكلاهما مقصود . (۳/۱۷۵)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۷۲۶۴)

برادرانِ وطن کے ساتھ تعلقات کی حدود

مسئلہ (۲۲۲): وطنِ عزیز میں بعض لوگ برادرانِ وطن کے ساتھ، اس حد تک قومی ہم آہنگی اور آپسی رواداری کی وکالت کررہے ہیں کہ؛ اپنی مسلم بیٹی کا نکاح اُن سے کرارہے ہیں، اوران کی غیر مسلم بیٹی کا نکاح اپنے مسلم بیٹے سے کرا رہے ہیں، واضح ہو کہ غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات کی کچھ حدود ہیں، مثلاً: مُوالات؛ یعنی قلبی دوستی، جو درست نہیں ہے، مُدارات؛ یعنی ظاہری خوش اخلاقی، جو دفعِ ضرر، مصلحتِ دینی اور اکرامِ ضیف کی خاطر درست ہے، اور مُواسات؛ یعنی انسانی بنیادوں پر احسان ونفع رسانی، یہ بھی درست ہے۔ (۱)

اب اِن حدود سے اس قدر آگے بڑھنا کہ ہمارا مذہبی تشخص وامتیاز ہی باقی نہ رہے، اور کتاب وسنت کے صاف ،صریح اور قطعی احکام کی خلاف ورزی کی جائے، ایسی قومی ہم آہنگی ورواداری کی شرعِ اسلامی میں کہیں گنجائش نہیں ہے (۲)، لہٰذا اگر کوئی مسلم مرد یا عورت، کسی غیر مسلم عورت یا مرد سے شادی کرلے (۳)، اور ایسا کرنے کو حلال سمجھے، تو بلا شبہ یہ موجبِ کفر ہے، اور اگر حلال سمجھ کر نہ کرے، تو کافر تو نہیں ہوگا (۴)، البتہ یہ نکاح، جائز ہی نہ ہوگا، اور اس کی وجہ سے گناہِ کبیرہ کا ارتکاب لازم آئے گا، لہٰذا اس سے بچنا ضروری ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لا يتّخذ المؤمنون الكٰفرين اولياء من دون المؤمنين=

....

= ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ في شيء الا ان تتقوا منھم تُقٰۃً ویحذّرکم اللہ نفسہ والی اللہ المصیر﴾ . ”مسلمانوں کو چاہیے کہ کفار کو دوست نہ بناویں مسلمانوں سے تجاوز کر کے، اور جو شخص ایسا کرے گا سو وہ شخص اللہ کے ساتھ دوستی رکھنے کے کسی شمار میں نہیں، مگر ایسی صورت میں کہ تم ان سے کسی قسم کا اندیشہ رکھتے ہو، اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے، اور خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے“۔ (آل عمران:۲۸)

ما في ” بیان القرآن “ : **ف** : ”کفار کے ساتھ تین قسم کے معاملے ہوتے ہیں: (۱) مُوالات؛ یعنی دوستی۔ (۲) مُدارات؛ یعنی ظاہری خوش خُلقی۔ (۳) مُواسات؛ یعنی احسان ونفع رسانی۔ اِن معاملات میں تفصیل یہ ہے کہ: مُوالات تو کسی حال میں جائز نہیں، اور آیت ﴿لا تتخذوا الیھود والنصاری اولیآء بعضُھم اولیآء بعض ومن یتولّھم منکم فانہ منھم﴾۔ اور آیت ﴿لا تتخذوا عدوّي وعدوّکم اولیآء﴾ میں یہی مراد ہے۔ مُدارات تین حالتوں میں درست ہے۔ ایک دفعِ ضرر کے واسطے۔ دوسرے اُس کافر کی مصلحتِ دینی یعنی توقعِ ہدایت کے واسطے۔ تیسرے اکرامِ ضیف کے لیے۔ اور اپنی مصلحت ومنفعتِ مال یا جاہ کے لیے درست نہیں، اور بالخصوص جب کہ ضررِ دینی کا بھی خوف ہو، تو بدرجۂ اَولیٰ یہ اختلاط حرام ہوگا .... اور مُواسات کا حکم یہ ہے کہ اہلِ حرب کے ساتھ ناجائز ہے، اور غیر اہلِ حرب کے ساتھ جائز .... اور یہی حکم ہے فساق واہلِ بدعت کا۔ الخ“ (۱/ ۲۱۷، سورۂ آل عمران:۲۸)

ما في ” معارف القرآن “ : دو شخصوں یا دو جماعتوں میں تعلقات کے مختلف درجات ہوتے ہیں: ایک درجہ تعلق کا قلبی مُوالات یا دلی مودّت ومحبت ہے، یہ صرف مؤمنین کے ساتھ ہے، غیر مومن کے ساتھ مومن کا یہ تعلق کسی حال میں قطعاً جائز نہیں۔ دوسرا درجہ مُواسات کا ہے جس کے معنی ہیں ہمدردی وخیر خواہی اور نفع رسانی کے، یہ بجز کفار اہلِ حرب کے جو مسلمانوں سے برسرِ پیکار ہیں، باقی سب غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے۔ .... تیسرا درجہ مُدارات کا ہے، جس کے معنی ہیں ظاہری خوش خلقی اور دوستانہ برتاؤ کے، یہ بھی تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے، جب کہ اس سے مقصود ان کو دینی نفع پہنچانا ہو، یا وہ اپنے مہمان ہوں، یا ان کے شر اور ضرر رسانی سے اپنے آپ کو بچانا مقصود ہو۔ .... چوتھا درجہ مُعاملات کا ہے کہ ان سے تجارت یا اجرت وملازمت اور صنعت وحرفت کے معاملات کیے جائیں، یہ بھی تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے، بجز ایسی حالت کے کہ ان معاملات سے عام مسلمانوں کو نقصان پہنچتا ہو۔ رسولِ کریم ﷺ اور خلفائے راشدین اور دوسرے صحابہ کا تعامل اس پر شاہد ہے۔ فقہاء نے اسی بنا پر کفار اہلِ حرب کے ہاتھ اسلحہ فروخت کرنے کو ممنوع قرار دیا ہے، باقی تجارت وغیرہ کی اجازت دی ہے، اور ان کو اپنا ملازم رکھنا یا خود اُن کے کارخانوں اور اداروں میں ملازم ہونا یہ سب جائز ہے۔ اس تفصیل =

....

= سے ...... یہ معلوم ہوگیا کہ قلبی اور دلی دوستی ومحبت تو کسی کافر کے ساتھ کسی حال میں جائز نہیں، اور احسان وہمدردی ونفع رسانی بجز اہلِ حرب کے اور سب کے ساتھ جائز ہے، اسی طرح ظاہری خوش خلقی اور دوستانہ برتاؤ بھی سب کے ساتھ جائز ہے، جب کہ اس کا مقصد مہمان کی خاطر داری یا غیر مسلموں کو اسلامی معلومات اور دینی نفع پہنچانا یا اپنے آپ کو ان کے کسی نقصان وضرر سے بچانا ہو۔ رسولِ کریم ﷺ جو رحمۃ للعالمین ہوکر اس دنیا میں تشریف لائے، آپ نے غیر مسلموں کے ساتھ جو احسان وہمدردی اور خوش خلقی کے معاملات کیے، اس کی نظیر دنیا میں ملنا مشکل ہے۔ (۲/۵۰، ۵۱، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا شفیع صاحب رحمہ اللہ)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تَنكِحُوا المشركٰت حتى يؤمنَّ ولامةٌ مؤمنةٌ خيرٌ من مشركةٍ ولو اعجبتكم ولا تُنكِحُوا المشركين حتى يؤمنوا ولعبدٌ مؤمنٌ خيرٌ من مشركٍ ولو أعجبكم اولٓئک يدعون إلى النار واللّٰه يدعوٓا اِلى الجنة والمغفرة بإذنه ويُبيّن اٰيٰتِهٖ للناس لعلّهم يتذكّرون﴾ . (سورة البقرة : ۲۲۱)

ما في " التفسيرات الأحمدية في بيان الآيات الشرعية " : "یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ مومن کا نکاح مشرکہ سے اور مومنہ کا نکاح مشرک سے جائز نہیں۔" (ص/۱۳۴، حصہ اول، ط: المیزان لاہور)

ما في " معارف القرآن " : "آیاتِ مذکورہ میں ایک اہم مسئلہ یہ بیان فرمایا گیا کہ مسلمان مردوں کا نکاح کافر عورتوں سے، اور کافر عورتوں کا نکاح مسلمان مردوں سے جائز نہیں، وجہ یہ ہے کہ کافر مرد اور عورتیں انسان کو جہنم کی طرف لے جانے کے سبب بنتے ہیں، کیوں کہ اِزدواجی تعلقات آپس کی محبت ومودّت اور یگانگت کو چاہتے ہیں، اور بغیر اس کے ان تعلقات کا اصلی مقصد پورا نہیں ہوتا، اور مشرکین کے ساتھ اس قسم کے تعلقاتِ قریبہ محبت ومودّت کا لازمی اثر یہ ہے کہ اُن کے دل میں بھی کفر وشرک کی طرف میلان پیدا ہو، یا کم از کم کفر وشرک سے نفرت اُن کے دلوں سے نکل جائے، اور اس کا انجام یہ ہے کہ یہ بھی کفر وشرک میں مبتلا ہو جائیں، اور اُس کا نتیجہ جہنم ہے۔" (۱/۵۴۰، سورۂ بقرہ: ۲۲۱)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿لا هنّ حِلٌّ لهم ولا يهم يحلّون لهنّ﴾ . (سورة الممتحنة : ۱۰)

ما في " بدائع الصنائع " : ومنها : إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر لقوله تعالى : ﴿ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا﴾ – ولأن في إنكاح المؤمنة الكافر خوف وقوع المؤمنة في الكفر ، لأن الزوج يدعوها إلى دينه، والنساء في العادات يتبعن الرجال فيما يؤثروا من الأفعال ويقلدونهم في الدين إليه ، وقعت الإشارة=

....

....

....

....

= في آخر الآية بقوله عز وجل : ﴿اولٓئک یدعون إلی النار﴾ . لأنهم یدعون المؤمنات إلی الکفر ، والدعاء إلی الکفر دعاء إلی النار ، لأن الکفر یوجب النار ، فکان نکاح الکافر المسلمة سببًا داعیًا إلی الحرام فکان حرامًا .(۳/۴۶۵ ، کتاب النکاح ، فصل في عدم نکاح الکافر المسلمة ، دار الکتب العلمیة بیروت ، الفتاوی الهندیة : ۱/۲۸۲، کتاب النکاح ، القسم السابع المحرمات بالشرک ، ط:رشیدیه ، الفقه الإسلامی وأدلته : ۹/۶۶۵۲، کتاب النکاح ، الفصل الثالث ، المحرمات من النساء ، زواج المسلمة بالکافر ، ط: رشیدیه کوئٹه ، الموسوعة الفقهیة :۳۵/۲۷ ، کفر ، نکاح المسلم کافرة ونکاح الکافر مسلمة)

(۳) ما في " القرآن الکریم " : ﴿تلک حدود اللّٰه فلا تعتدوها ومن یتعدّ حدود الله فاولٓئک هم الظّٰلمون﴾ . (سورة البقرة : ۲۲۹)

(۴) ما في " الموسوعة الفقهیة " : والکفر شرعًا : هو إنکار ما علم ضرورة أنه من دین محمد ﷺ کإنکار وجود الصانع ونبوته علیه الصلاة والسلام وحرمة الزنا ونحو ذلک .

(۳۵/۱۴ ، کفر ، فتح الملهم : ۱/۵۱۴ – ۵۲۲ ، انعام الباری : ۱/۳۲۲ – ۳۲۵)

ما في " فتاوی اشاعت العلوم اکلکوا " : اگر مذکورہ مسلم خاتون غیر مسلم سے نکاح کو لاعلمی کی بنا پر جائز سمجھتی ہے، تو اولاً اُسے بتایا جائے کہ اسلام میں غیر مسلم سے نکاح ناجائز وحرام ہے، اگر اس کے بعد بھی وہ غیر مسلم سے نکاح کو حلال وجائز سمجھے، تو اُس کو متوجہ کیا جائے کہ تم دین کی بدیہی وضروری بات وحکم: ﴿ولا تُنْکِحُوْا الْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی یُؤْمِنُوْا - کہ اپنی عورتیں مشرکوں کے نکاح میں نہ دو، یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں﴾- کا انکار کر رہی ہو، جس سے کفر لازم آتا ہے، پھر اُس کے بعد بھی اگر وہ غیر مسلم سے نکاح کے حرام ہونے کو نہیں مانتی تو اب اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا، ورنہ نہیں۔" (رقم الفتویٰ:۱۹ا۷-نقولِ فتاویٰ رجسٹر نمبر:۸)

(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/ ۴۴۸، ط: جامعہ فاروقیہ کراچی، فتاویٰ دار العلوم زکریا جنوبی افریقہ:۳/ ۵۹۷، مکہ فقہ اکیڈمی کے فقہی فیصلے:ص/ ۶۷،۵۷، مسلم خاتون کے ساتھ کافر مرد اور کافر عورت کے ساتھ مسلم مرد کی شادی، ایفا پبلی کیشنز)

برادرانِ وطن کے ساتھ باہمی رواداری کی حدود

مسئلہ (۲۲۳): ہم جس ملک میں رہتے ہیں، اس میں دیگر بہت سے مذاہب کے ماننے والے، مثلاً: نصاریٰ، مجوس اور یہود وہنود بھی رہتے ہیں، ان کے ساتھ ہمارے دنیوی معاملات وتعلقات ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے ہماری خوشی وغمی کے موقع پر وہ، اوران کی خوشی وغمی کے موقع پر ہم شرکت بھی کرتے ہیں، جسے ہم باہمی رواداری وانسانی ہمدردی سے تعبیر کرتے ہیں، اسلام اس کا مخالف نہیں، بلکہ معلِّم ہے، جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہے کہ آپ ﷺ کا ایک یہودی پڑوسی بیمار ہوا، تو آپ ﷺ نے حضراتِ صحابہ سے فرمایا: ہمارے ساتھ چلو، ہم اپنے یہودی پڑوسی کی عیادت کرلیں۔ چنانچہ آپ ﷺ اورحضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم چل دیئے، آپ ﷺ اس یہودی کے پاس تشریف لائے، اس کے سرہانے بیٹھ گئے، اوراس سے کہا: ''أشهد أن لا إله إلا الله ، وأن محمدا رسول الله '' کہو، تو اس نے اپنے والد کی طرف نظر کی (جو وہاں موجود تھے)، انہوں نے اس سے کہا: آپ ﷺ کی بات مان لو، تو اس نے کلمۂ شہادت پڑھ لیا، جس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں، جس نے میرے ذریعے ایک انسان کو جہنم کی آگ سے بچالیا۔'' ...... اس سے معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کی عیادت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، کیوں کہ یہ ایک نیک کام ہے، جو محاسنِ اسلام میں سے ہیں[1]، البتہ غیر مسلموں کے جنازے کے ساتھ

چلنا(۲)، اوران کے مذہبی اُمور میں شرکت کرنا(۳)، اُن کے دیوی دیوتاؤں کے چڑھاوے، اورحرام آمیزش والے کھانے کھانا شرعاً جائز نہیں ہے۔(۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن أنس رضي الله عنه قال : كان غلام يهودي يخدم النبي ﷺ فمرض ، فأتاه النبي ﷺ يعوده فقعد عند رأسه فقال له : " أسلم " فنظر إلى أبيه وهو عنده فقال له : أطِع أبا القاسم — ﷺ — فأسلم ، فخرج النبي ﷺ وهو يقول : " الحمد لله الذي أنقذه من النار " . (۱/۱۸۱ ، كتاب الجنائز ، باب إذا أسلم الصبي فمات هل يصلى عليه وهل يعرض على الصبي الإسلام ، الرقم : ۱۳۵۶)

ما في " البحر الرائق " : قال رحمه الله : (وعيادته) يعني تجوز عيادة الذمي المريض لما روي أن يهوديا مرض بجوار النبي ﷺ فقال : قوموا بنا نعود جارنا اليهودي فقاموا ودخل النبي ﷺ وقعد عند رأسه وقال له : قل " أشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله " فنظر المريض إلى أبيه فقال : أجبه ، فنطق بالشهادة ، فقال ﷺ : " الحمد لله الذي أنقذ بي نسمة من النار " الحديث . ولأن العيادة نوع من البر وهي من محاسن الإسلام فلا بأس بها .

(۸/۳۷۴، كتاب الكراهية)

ما في " بدائع الصنائع " : ولا بأس بعيادة اليهود والنصارى ، لما روي أن رسول الله ﷺ عاد يهوديا فقال له : " قل لا إله إلا الله محمد رسول الله " ، فنظر إلى أبيه فقال له أبوه : أجب محمدا ، فأسلم ، ثم مات ، فقال رسول الله ﷺ : " الحمد لله الذي أنقذ بي نسمة من النار" ولأن عيادة الجار قضاء حق الجوار ، وأنه مندوب إليه ، قال الله تبارك وتعالى : ﴿والجار الجنب﴾ من غير فصل مع ما في العيادة من الدعوة إلى الإيمان رجاء الإيمان فكيف يكون مكروها . (۶/۵۰۹، ۵۱۰، كتاب الاستحسان ، الدر المختار مع الشامية : ۹/۵۵۶، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع ، الهداية : ۴/۴۵۸، كتاب الكراهية)

(۲) ما في " روح المعاني " : ﴿ولا تقم على قبره﴾ أي لا تقف عليه ولا تتول دفنه ، .... وفي كون المراد بالقيام على القبر الوقوف عليه حالة الدفن وبعده ساعة خفاء إذ المتبادر=

بچہ مزدوری کے سلسلے میں اسلام کا موقِف

مسئلہ (۲۲۴): بچہ مزدوری کے بارے میں اسلام کا موقِف ہے کہ بچہ قابلِ رحم اور لائقِ شفقت ہے[1]، لہٰذا حسبِ استطاعت اس کی بہتر تعلیم وتربیت کا انتظام کیا جائے[2]، اور جسمانی نشو ونُما کے لیے بہتر مواقع فراہم کیے جائیں۔ والدین یا اولیاء بچوں سے بقدرِ استطاعت ایسے گھریلو کام لے سکتے ہیں، جن کا تعلق تربیت اور آدابِ زندگی سکھانے سے ہو، اسی طرح انہیں ایسا پیشہ ورانہ کام بھی سکھا سکتے ہیں، جو ان کے حق میں مفید ہو۔[3]...... جو والدین معاشی تنگی کا شکار ہوں، حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اُن کا تکفُّل کرے، اور ان کے لیے وظائف جاری کرے[4]، تاکہ بچہ مزدوری کی نوبت نہ آئے۔

= من القيام على القبر ما هو أعم من ذلک . (۲۲۵/۶، الجزء الثاني ، سورة التوبة : ۸۴)

(۳) ما في " كنز العمال " : " من كثر سواد قوم فهو منهم ، ومن رضي عمل قوم كان شريكا في عمله " . (۱۱/۹، الرقم : ۲۴۷۳۰ ، نصب الراية للزيلعي :۱۰۲/۵، كتاب الجنايات ، باب ما يوجب القصاص وما لا يوجبه ، الحديث التاسع)

ما في " مجمع الأنهر " : ويكفر بخروجه إلى نيروز المجوس ، والموافقة معهم فيما يفعلونه في ذلک اليوم وبشرائه يوم نيروز شيئًا لم يكن يشتريه قبل ذلک تعظيما للنيروز لا للأكل والشرب وبإهدائه ذلک اليوم للمشركين ولو بيضة تعظيما لذلک اليوم .

(۵۱۳/۲، كتاب السير والجهاد ، قبيل باب البغاة ، البحر الرائق :۲۰۸/۵، كتاب السير ، باب أحكام المرتدين ، الفتاوى الهندية :۲۷۶/۲، ۲۷۷، كتاب السير ، مطلب موجبات الكفر أنواع ، منها ما يتعلق بالإيمان والإسلام)=

....

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن زربيّ قال : سمعت أنس بن مالك يقول : جاء شيخ يريد النبي ﷺ فأبطأ القوم عنه أن يوسّعوا له فقال النبي ﷺ : " ليس منّا من لم يرحم صغيرنا ولم يؤقّر كبيرنا " . (۲/۱۴ ، أبواب البر والصلة ، باب ما جاء في رحمة الصبيان)

ما في " مسند أحمد " : عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال : قال رسول الله ﷺ : "أوصي الخليفة من بعدي بتقوى الله ، وأوصيه بجماعة المسلمين أن يعظم كبيرهم ويرحم صغيرهم ويؤقر عالمهم " الحديث . (۸/۲۷۹ ، كتاب قتال أهل البغي ، باب ما على السلطان من القيام فيما ولي بالقسط والنصح ، الرقم :۱۶۶۴۴)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا قوآ انفسكم واهليكم نارا﴾ .

(سورة التحريم : ٦)

ما في " روح المعاني " : وجماعة عن علي كرّم الله تعالى وجهه أنه قال في الآية : " علّموا أنفسكم وأهليكم الخير وأدّبوهم ، والمراد بالأهل على ما قيل : ما يشمل الزوجة والولد والعبد والأمة . (۱۵/۲۳۲ ، الجزء الثاني)

ما في " صحيح البخاري " : قال مجاهد : ﴿قوا أنفسكم وأهليكم﴾ أوصوا أنفسكم وأهليكم بتقوى الله وأدّبوهم . (۲/۷۳۰ ، كتاب التفسير ، سورة التحريم)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وفي القنية : له إكراه طفله على تعلم قرآن وأدب وعلم لفريضته على الوالدين . (٦/۱۳۰ ، كتاب الحدود ، باب التعزير ، مطلب في تعزير المتهم)

(۳) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وإذا بلغ الذكور حدّ الكسب يدفعهم الأب إلى عمل ليكتسبوا أو يوجرهم وينفق عليهم من أجرتهم بخلاف الإناث . (در مختار) وفي الشامية : قوله : (وإذا بلغ الذكور حدّ الكسب) أي قبل بلوغهم مبلغ الرجال إذ ليس له إجبارهم عليه بعده ، ...... ومفاده أنه يدفعها إلى امرأة تعلمها حرفة كتطريز وخياطة إذ لا محذور فيه . (۵/۲۷۲، كتاب الطلاق ، باب الحضانة ، مطلب لو كان الاخوة أو الأعمام غير مامونين الخ)

ما في " أحكام استخدام الأطفال والانتفاع بما يختصون به " : الأحكام العامة=

....

....

....

....

....

....

....

....

= لاستخدام الطفل هي بحسب الأحوال الآتية : الحال الأولى : أن لا يكون الشأن في الخدمة أن تقابل بأجرة : وهو ما كان محتقرا من الأعمال كالمرّة والمرّتين في الخدمة ونحوها : فهذا جائز إذا لم يضرّ بالطفل . الحال الثانية : ما شأن فيها أن تقا بأجرة كان يرصد لخدمة معين في زمن معين ونحو ذلک ، وهذه لها صورتان : الصورة الأولى : أن يكون فيها مصلحة للطفل كخدمة من يتعلم منه ، أو خدمة رجل في كذا ليتمرن على التواضع ومكارم الأخلاق ، فهذا جائز . الصورة الثانية : أن تنتفي المصلحة : وحينئذ فالحرمة أقرب .

(ص/٤٥٦ ، الخاتمة ، مؤلف : ماهر بن سعد بن عبد اللطيف الخوفي ، دار كنوز اشبيليا)

(٤) ما في " سنن أبي داود " : عن جابر بن عبد الله قال : كان رسول الله ﷺ يقول : " أنا أولى بالمؤمنين من أنفسهم ، من ترک مالا فلأهله ومن ترک دَينا أو ضياعا فإليّ وعليّ " .

وعن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " من ترک مالا فلورثته ، ومن ترک كَلّا فإلينا".

(ص/٤١٠ ، كتاب الخراج والفيء والإمارة ، باب في أرزاق الذرية ، قديمي)

ما في " بذل المجهود " : (أنا أولى بالمؤمنين من أنفسهم) أي أحق بهم وأقرب إليهم ، وقيل : معنى الأولوية : النصرة والتولية ، أي أتولي أمورهم بعد وفاتهم ، وأنصرهم فوق ما كان منهم لو عاشوا . (ومن ترک دَينا أو ضياعا) وهي الذرية (فإليّ) أي إليّ حفظه (وعليّ) أي على ذمتي وأنا أُؤدّيه . (١٠/١٣٢ ، ١٣٣ ، باب في أرزاق الذرية)

(حقوق العباد کی فکر کریں: ص/۳۰۲، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

بچوں سے جرائم کا صُدور نہ ہو

مسئلہ (۲۲۵): جرائم کی شرعی سزا جاری کرنے کے لیے بُلوغ شرط ہے، لہٰذا نابالغ اگر چوری، قتل اور زنا کا ارتِکاب کریں، تو ان پر حدود وقصاص کا اِجرا نہیں کیا جائے گا(۱)، البتہ تادیب کی جائے گی، تادیب کے طور پر انہیں بچہ جیل میں رکھا جاسکتا ہے(۲)، لیکن اُن کو سخت سزائیں دینا، ناجائز ہے، سزائیں اُن کی قوتِ برداشت کے مطابق دی جائیں، اور پُر مشقت کام نہ لیا جائے، اور ان کی اصلاح کے لیے جیلوں میں تعلیم وتربیت کا نظم کیا جائے۔ اگر والدین اپنے بچوں کو اسلامی اصولِ تعلیم وتربیت کے مطابق، تعلیم وتربیت دیں، تو ان سے جرائم کا صُدور نہیں ہوگا، اس لیے ہر ماں باپ پر لازم ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اسلامی اصول کے مطابق تعلیم وتربیت دیں۔(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن علي عن النبي ﷺ قال : " رفع القلم عن ثلاثة : عن النائم حتى يستيقظ ، وعن الصبي حتى يحتلم ، وعن المجنون حتى يعقل " .

(ص/۶۰۵، كتاب الحدود ، باب في المجنون يسرق أو يصيب حدا ، الرقم :۴۴۰۳، جامع الترمذي : ۱/۲۶۳، أبواب الحدود ، باب ما جاء فيمن لا يجب عليه الحد)

ما في " الموسوعة الفقهية " : شروط تعم الحدود كلها : وهي البلوغ والعقل والنطق .

(۱۳۸/۱۷، حدود ، الإثبات في الحدود)

وفيه أيضًا : لا خلاف بين الفقهاء في أن الحد لا يجب إلا على مكلف ، وهو العاقل البالغ ، لأنه إذا سقط التكليف من غير العاقل البالغ في العبادات ، وسقط الإثم عنه في=

....
....
....
....

= المعاصي ، فالحد المبني على الدرء بالشبهات أولى .
(۱۴۲/۱۷ ، حدود ، شروط وجوب الحد)
(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : إن الحد لا يجب على الصغير ويجوز تعزيره .
(۲۵۶/۱۲ ، تعزير ، الألفاظ ذات الصلة)
وفيه أيضًا : جمهور الفقهاء على أن الأصل في التعزير أنه مشروع في كل معصية لا حدّ فيها ولا كفارة ، ويختلف حكمه باختلاف حاله وحال فاعله . (۲۵۶/۱۲ ، تعزير ، الحكم التكليفي)
ما في " رد المحتار " : الفرق بين الحد والتعزير أن الحد مقدر والتعزير مفوّض إلى رأي الإمام ، وأن الحد يدرأ بالشبهات والتعزير يجب معها ، وأن الحد لا يجب على الصبي والتعزير شرع عليه ...... ان الحد مختص بالإمام والتعزير يفعله الزوج والمولى وكل من رأى أحدًا يباشر المعصية . (۱۰۳/۶ ، كتاب الحدود ، باب التعزير)
ما في " بدائع الصنائع " : الصبي أو المجنون إذا وطئ امرأة اجنبية لا حد عليه لأن فعلهما لا يوصف بالحرمة فلا يكون الوطء منهما زنا . (۴۸۷/۵ ، كتاب الحدود)
ما في " رد المحتار " : ولا يحبس الصبي إلا بطريق التأديب لئلا يتجاسر إلى مثله إذا باشر شيئًا من أسباب التعدي قصدا ، فلو خطأ فلا ، كذا في كفالة المبسوط ، وفي المحيط للقاضي : حبس الصبي التاجر تأديبا لا عقوبة ، لئلا يماطل حقوق العباد ، فإن الصبي يؤدب لينزجر عن الأفعال الذميمة . (۱۲۳/۸ ، كتاب القضاء ، مطلب في حبس الصبي)
(۳) ما في " اتحاف أولي الألباب بحقوق الطفل وأحكامه " : يقول ابن القيم رحمه الله تعالى : فمن أهمل تعليم ولده ما ينفعه وتركه سدى فقد أساء إليه ، وأكثر الأولاد إنما جاء فسادهم من قبل الآباء وإهمالهم لهم وترک تعليمهم فرائض الدين وسننه فأضاعوهم صغارًا فلم ينتفعوا بأنفسهم ولم ينفعوا آبائهم كبارا . (ص/۲۸۵ ، كتاب تربية الأطفال وتأديبهم ، تحت رقم الجواب : ۳۷۰) (اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

بچوں کو تادیب مضرت رساں نہ ہو

مسئلہ (۲۲۶): والدین، اولیاء اور اساتذہ کو بچوں کی تادیب کا حق حاصل ہے، لیکن ضروری ہے کہ یہ تکلیف دہ اور مضرت رساں نہ ہو، اور شرعی حدود کے اندر ہو۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (وإن وجب ضرب ابن عشر عليها بيد لا بخشبة) (تنوير وشرحه) . وفي الشامية : (بيد) أي ولا يجاوز الثلاث ، وكذلك المعلم ليس له أن يجاوزها ، قال عليه الصلاة والسلام لمرداس المعلم : " إياک أن تضرب فوق الثلاث ، فإنک إذا ضربت فوق الثلاث اقتصّ الله منک " اهـ . اسماعيل عن أحكام الصغار للأسروشني ، وظاهره أنه لا يضرب بالعصا في غير الصلاة أيضًا ، ..... قوله : (قلت الخ) مراده من هذين النقلين بيان أن الصبي ينبغي أن يؤمر بجميع المأمورات ، وينهى عن جميع المنهيات . اهـ . ح . (۲/۴ ، ۵، كتاب الصلاة)

وفيه أيضًا : (والأب يعزّر الإبن عليه) وقدمنا أن للولي ضرب ابن سبع على الصلاة ، ويلحق به الزوج . نهر . وفي القنية : له إكراه طفله على تعلم قرآن وأدب وعلم لفريضته على الوالدين، ولو ضرب اليتيم فيما يضرب ولده (الصغر لا يمنع وجوب التعزير) فيحرى بين الصبيان . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (وفي القنية الخ) وفيها عن الروضة : ولو أمر غيره بضرب عبده حل للمأمور ضربه ، بخلاف الحر ، قال : فهذا تنصيص على عدم جواز ضرب ولد الآمر بأمره ، بخلاف المعلم ، لأن المأمور يضربه نيابة عن الأب لمصلحة ، والمعلم يضربه بحكم الملک بتمليک أبيه لمصلحة الولد . اهـ . وهذا إذا لم يكن الضرب فاحشا كما يأتي في المتن قريبا . (۶/۱۲۹، ۱۳۰، كتاب الحدود ، باب التعزير ، مطلب في تعزير المتهم)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : والأصل أن الواجب لا يتقيد بوصف السلامة والمباح يتقيد به ، ومنه ضرب الأب ابنه تأديبا أو الأم أو الوصي ، ومن الأول ضرب الأب أو الوصي أو المعلم بإذن الأب تعليما فمات لا ضمان ، فضرب التأديب مقيد لأنه مباح ، =

....

....

=وضرب التعليم لا ، لأنه واجب ومحله في الضرب المعتاد . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (ومحله في الضرب المعتاد) أي كمًا وكيفًا ومحلا ، فلو ضربه على الوجه أو على المذاكير ، يجب بلا خوف ولو سوطا واحدا لأنه إتلاف . (۱۰/۲۱۹، ۲۲۰، كتاب الجنايات ، باب القود فيما دون النفس ، مطلب الصحيح أن الوجوب على القاتل الخ)

ما في " رد المحتار " : أما المعلم فله ضربه لأن المأمور يضربه نيابة عن الأب لمصلحته ، والمعلم يضربه بحكم الملك بتمليك أبيه لمصلحة التعليم ، وقيده الطرطوسي بأن يكون بغير آلة جارحة ، وبأن لا يزيد على ثلاث ضربات ، .... قال الشرنبلالي : والنقل في كتاب الصلاة : يضرب الصغير باليد لا بالخشبة ، ولا يزيد على ثلاث ضربات .

(۹/۶۱۶، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع ، البحر الرائق :۵/۸۳، كتاب الحدود ، باب حد القذف ، قبيل كتاب السرقة)

ما في " الفتاوى الهندية " : والخامس أن لا يضرب الصبيان ضربا مبرحا ولا يجاوز الحد فإنه يحاسب يوم القيامة . (۵/۳۷۹، كتاب الكراهية ، الباب الثلاثون في المتفرقات)

ما في " الموسوعة الفقهية " : كما اتفقوا على أنه يجب على الولي تأديب الصبي لترك الصلاة والطهارة ، ولتعليم الفرائض ونحو ذلك ، وذلك بالقول إذا بلغ سبع سنين ، وبالضرب إن لزم لإصلاحه إذا بلغ عشرا ، .... تثبت ولاية التأديب للإمام ونوائبه كالقاضي بالولاية العامة . للولي بالولاية الخاصة أبا كان أو جدا أو وصيًا أو قيما من قبل القاضي . للمعلم على التلميذ بإذن الولي ..... يؤدب الصبي بالأمر بأداء الفرائض والنهي عن المنكرات بالقول ، ثم الوعيد ثم التعنيف ثم الضرب إن لم تجد الطرق المذكور قبله ولا يضرب الصبي لترك الصلاة إذا إذا بلغ عشر سنين لحديث : " مُروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين ، واضربوهم عليها وهم أبناء عشر سنين ، وفرّقوا بينهم في المضاجع " . ولا يجاوز ثلاثا عند الحنفية والمالكية والحنابلة ، وهي أيضا على الترتيب ، فلا يرقى إلى مرتبة إذا كان ما قبلها يفي بالفروض وهو الإصلاح . (۱۰/۲۰– ۲۴، تأديب ، حكمه التكليفي ، ولاية التأديب ، طرق تأديب الصبي) (اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

مصادر ومراجع

رقم	اسماء کتب	اسماء مصنفین ومؤلفین	مکتبہ/مطبع
	کتب عقائد		
۱	القول المفید علی کتاب التوحید	دکتور محمد بن صالح عثیمین	دار ابن جوزی
۲	شرح کتاب الفقہ الأکبر	شیخ ملا علی قاری	دار الکتب العلمیۃ
۳	الابانۃ عن اصول الدیانۃ	امام ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری	دار ابن حزم
۴	حجۃ اللہ البالغۃ	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	دار المعرفۃ بیروت
۵	الزواجر عن اقتراف الکبائر	علامہ ابن حجر ہیثمی	مکتبہ نزار مصطفی الباز
	کتب تفاسیر		
۶	التفسیر الکبیر	امام فخر الدین رازی شافعی	علوم اسلامیہ اردو بازار
۷	تفسیر مظہری	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	مکتبہ زکریا دیوبند
۸	روح المعانی	امام شہاب الدین سید محمد محمود آلوسی	مکتبہ زکریا دیوبند
۹	احکام القرآن	امام ابوبکر معروف بابن عربی	ریاض الحدیثیہ
۱۰	احکام القرآن	امام ابوبکر بن علی رازی جصاص	مکتبہ شیخ الہند دیوبند
۱۱	احکام القرآن	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	ادارۃ القرآن لاہور
۱۲	احکام القرآن	مفتی شفیع مفتی اعظم پاکستان (بحکم تھانوی)	ادارۃ القرآن لاہور
۱۳	احکام القرآن	مولانا ظفر احمد تھانوی (بحکم تھانوی)	ادارۃ القرآن لاہور
۱۴	بیان القرآن	حکیم الامت علامہ تھانوی	ادارہ تالیفات اشرفیہ
۱۵	تفسیر القرطبی	امام ابوعبداللہ احمد انصاری قرطبی	دار عالم الکتب الریاض
۱۶	البحر المحیط	امام ابوحیان غرناطی اندلسی	دار الکتب العلمیۃ
۱۷	حاشیۃ القونوی علی تفسیر البیضاوی	عصام الدین اسماعیل بن محمد حنفی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۸	تفسیر بیضاوی	قاضی ناصر الدین ابوالخیر عبداللہ بن عمر	یاسر ندیم اینڈ کمپنی

۱۹	معارف القرآن	مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع	فرید بکڈ پو دیو بند
۲۰	تفسیر النسفی	ابوالبرکات عبداللہ بن احمد النسفی	مکتبہ رحمانیہ لاہور
۲۱	التفسیر المنیر	دکتور وہبہ زحیلی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۲۲	الدر المنثور فی التفسیر المأثور	امام جلال الدین سیوطی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۲۳	معالم التنزیل المعروف بتفسیر البغوی	عبداللہ بن احمد بن علی الزید	دار طیبۃ للنشر والتوزیع، الریاض
۲۴	تفسیر القرآن العظیم	ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن مطیر اللخمی	المکتبۃ الشاملۃ
۲۵	التحریر والتنویر المعروف بتفسیر ابن عاشور	محمد الطاہر بن محمد بن محمد الطاہر ابن عاشور	مؤسسۃ التاریخ العربی
۲۶	تفسیر التستری	ابومحمد سہل بن عبداللہ التستری	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۲۷	تفسیر روح البیان المعروف بتفسیر حقی	اسماعیل حقی بن مصطفیٰ استانبولی حنفی الخلوتی	داراحیاء التراث العربی
۲۸	غریب القرآن لابن قتیبہ	ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری	دارالکتب العلمیۃ مصریہ
۲۹	التفسیر الواضح	دکتور محمد محمود حجازی	دارالجیل الجدید
۳۰	لطائف الاشارات	عبدالکریم بن ھوازن القشیری	ھیئۃ مصریۃ عامۃ للکتاب
۳۱	فتح القدیر	امام محمد بن علی بن محمد شوکانی	دارالکتب العلمیۃ
۳۲	تفسیر الکشاف	علامہ جاراللہ زمخشری	دارالایمان سہارنپور

کتب احادیث وشروحِ احادیث

۳۳	صحیح بخاری	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	احیاء/ قدیمی/ الریاض
۳۴	صحیح مسلم	امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری	احیاء/ قدیمی/ الجیل
۳۵	سنن ابی داود	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی	مکتبہ بلال دیوبند
۳۶	سنن ترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسی ترمذی	مکتبہ بلال/ بیروت
۳۷	سنن نسائی	امام ابوعبدالرحمٰن بن شعیب بن علی	دارالسلام/ مکتبہ تجاریہ
۳۸	سنن ابن ماجہ	امام ابن ماجہ قزوینی	قدیمی/عیسی الحلبی
۳۹	الموطا	امام مالک بن انس	مکتبہ بلال دیوبند
۴۰	مشکوۃ المصابیح	شیخ ولی الدین خطیب تبریزی بغدادی	یاسر ندیم اینڈ کمپنی
۴۱	مسند احمد	امام احمد بن محمد بن حنبل	دارالحدیث قاہرہ
۴۲	المعجم الکبیر	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی	داراحیاء التراث

۴۳	المعجم الاوسط	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی	بیروت/ دارالحرمین القاھرۃ
۴۴	سنن دارقطنی	امام حافظ علی بن عمر	دارالایمان/ دارالمحاسن
۴۵	نصب الرایہ	امام جمال الدین زیلعی حنفی	دارالایمان سہارنپور
۴۶	سنن الکبری	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی	دارالکتب العلمیۃ
۴۷	کنز العمال	علامہ علاء الدین علی متقی ہندی	دارالکتب العلمیۃ
۴۸	جمع الجوامع	امام جلال الدین سیوطی	دارالکتب العلمیۃ
۴۹	مجمع الزوائد	علامہ شیخ نورالدین ھیثمی	دارالکتب العلمیۃ
۵۰	شعب الایمان	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی	دارالکتب العلمیۃ
۵۱	مستدرک حاکم	ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری	دارالکتاب العربی
۵۲	کشف الخفاء	اسماعیل بن محمد بن عبدالہادی عجلونی	دارالکتب العلمیۃ
۵۳	شرح ابن بطال	شیخ علی بن خلف بن بطال قرطبی	دارالکتب العلمیۃ
۵۴	فتح الباری	علامہ ابن حجر عسقلانی	السلفیۃ/ الریاض
۵۵	عمدۃ القاری	امام بدرالدین عینی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۵۶	فیض الباری	علامہ شیخ انورشاہ کشمیری	مکتبہ شیخ الہند/ بیروت
۵۷	انعام الباری	شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی	مکتبۃ الحراء
۵۸	المنہاج شرح صحیح مسلم	امام ابوزکریا محی الدین یحی بن شرف	احیاء التراث
۵۹	شرح النووی علی صحیح مسلم	امام ابوزکریا محی الدین یحی بن شرف	مکتبہ بلال
۶۰	موسوعۃ فتح الملہم	مفتی شبیر احمد عثمانی/مفتی تقی عثمانی	داراحیاء التراث
۶۱	بذل المجہود	شیخ خلیل احمد سہارنپوری	دارالبشائر الاسلامیۃ
۶۲	عون المعبود	ابوعبدالرحمٰن شرف الحق عظیم آبادی	احیاء التراث العربی
۶۳	حاشیۃ السنبھلی علی ابی داود	علامہ شیخ محمد حیات سنبھلی	مکتبہ بلال دیوبند
۶۴	معارف السنن	علامہ محمد یوسف بنوری	مکتبہ سعید ایچ ایم کراچی
۶۵	ہامش الترمذی [نفع قوت المغتذی]	علی بن سلیمان مالکی	مکتبہ بلال دیوبند
۶۶	العرف الشذی	علامہ انورشاہ کشمیری	مکتبہ بلال دیوبند
۶۷	تحفۃ الالمعی	مفتی سعید احمد پالن پوری	مکتبہ حجاز دیوبند

۶۸	شروح سنن ابن ماجہ	تحقیق رائد بن صبری ابن ابی علفہ	بیت الافکار الدولیۃ
۶۹	مرقاۃ المفاتیح	علامہ شیخ ملا علی قاری حنفی	ملتان/ اشرفیہ
۷۰	مرعاۃ المفاتیح	شیخ ابوالحسن مبارکپوری ہندی	بحوالہ فتاوی عثمانی
۷۱	شرح الطیبی	شرف الدین حسین بن محمد بن عبداللہ	مکتبہ زکریا دیو بند
۷۲	التعلیق الصبیح	علامہ ادریس کاندھلوی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۷۳	التمہید	امام ابن عبدالبر مالکی	احیاء التراث
۷۴	اعلاء السنن	علامہ شیخ ظفر احمد عثمانی	دارالکتب العلمیۃ
۷۵	فیض القدیر	عبدالرؤف المناوی	دارالمعرفۃ بیروت
۷۶	کتاب الآثار	اما محمد بن حسن شیبانی	داالایمان سہارنفور
۷۷	شرح معانی الآثار	امام ابوجعفر طحاوی احمد بن محمد	مکتبہ ملت دیوبند
۷۸	الکوکب الدری	بحوالہ فتاویٰ محمودیہ، میرٹھ	مکتبہ یحیویہ سہارنپور
۷۹	کتاب علوم الحدیث	عثمان بن عبدالرحمٰن [ابن الصلاح]	دارالفکر سوریا/ دارالمعاصر
۸۰	شرح السنۃ	الحسین بن مسعود البغوی	المکتب الاسلامی دمشق، بیروت
۸۱	الورع لِابن حنبل	ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۸۲	الجامع الصغیر	امام جلال الدین سیوطی	دارالکتب العلمیۃ
۸۳	کشف الخفاء	اسماعیل بن محمد بن عبدالہادی عجلونی	دارالکتب العلمیۃ
۸۴	الترغیب والترہیب	حافظ زکی الدین عبدالعظیم منذری	دارالکتب العلمیۃ

کتب فقہ وفتاویٰ عربی

۸۵	المبسوط	شیخ الاسلام ابوبکر محمد بن احمد سرخسی	دارالکتب/ دارالمعرفۃ
۸۶	تنویر الابصار مع الدر والرد	امام محمد بن عبداللہ التمر تاشی	دارالکتب العلمیۃ
۸۷	الدرالمختار مع الشامیۃ	علامہ شیخ علاء الدین حصکفی	دارالکتب العلمیۃ/ زکریا
۸۸	ردالمحتار	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی	بیروت/ دیوبند/ نعمانیہ
۸۹	بدائع الصنائع	ملک العلماء شیخ علاء الدین کاسانی	بیروت/ دیوبند
۹۰	البحر الرائق	علامہ زین الدین (ابن نجیم حنفی)	دارالکتب العلمیۃ
۹۱	منحۃ الخالق علی البحر الرائق	محمد امین شہیر بابن عابدین الشامی	دارالکتاب دیوبند

۹۲	تبیین الحقائق	امام فخر الدین عثمان بن علی زیلعی	دارالکتب العلمیۃ
۹۳	النہر الفائق	امام سراج الدین ابن نجیم حنفی	دارالایمان سہارنپور
۹۴	الفتاوی الہندیۃ	شیخ نظام وجماعت علماء ہند	زکریا/ رشیدیہ
۹۵	الفتاوی البزازیۃ علی ہامش الہندیۃ	امام حافظ الدین محمد بن محمد (ابن بزاز)	مکتبہ زکریا دیوبند
۹۶	فتاوی قاضی خان	فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی	زکریا/ رشیدیہ
۹۷	العنایۃ مع الفتح	امام اکمل الدین بابرتی	دارالکتب العلمیۃ
۹۸	فتح القدیر	کمال الدین معروف بابن ہمام	دارالکتب العلمیۃ
۹۹	الاختیار لتعلیل المختار	علامہ شیخ ابن مودود موصلی حنفی	دارالارقم / العالمیۃ
۱۰۰	النتف فی الفتاویٰ	امام ابوالحسن علی بن حسین سغدی	دارالکتب العلمیۃ
۱۰۱	حاشیۃ الطحطاوی	احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی	مکتبہ شیخ الہند/ اشرفیہ
۱۰۲	مراقی الفلاح	حسن بن عمار بن علی شرنبلالی	دارالکتب العلمیۃ
۱۰۳	غنیۃ المتملی (حلبی کبیر)	علامہ شیخ ابراہیم حلبی	سہیل اکیڈمی لاہور
۱۰۴	خلاصۃ الفتاویٰ	امام طاہر بن عبدالرشید بخاری	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۱۰۵	الفتاوی التاتارخانیہ	علامہ شیخ عالم بن علاء دہلوی ہندی	دارالایمان سہارنپور
۱۰۶	الفتاوی الولوالجیۃ	ظہیر الدین عبدالرشید الولوالجی	دارالایمان سہارنپور
۱۰۷	المحیط البرہانی	علامہ محمو بن احمد بخاری	داراحیاء التراث
۱۰۸	مجمع الانہر	شیخ عبدالرحمٰن بن محمد (شیخی زادہ)	دارالکتب العلمیۃ
۱۰۹	الدرالمنتقی شرح الملتقی مع مجمع الانہر	شیخ محمد بن علی معروف بالعلاء حصکفی	دارالکتب العلمیۃ
۱۱۰	الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید	شیخ عبدالحمید محمود طہماز	دارالقلم دمشق
۱۱۱	الفقہ الحنفی وادلتہ	شیخ محمد سعید صاغرجی	ادارۃ القرآن والإسلامیۃ
۱۱۲	الکافی فی الفقہ الحنفی	وہبی سلیمان غاوجی	مؤسسۃ الرسالۃ بیروت
۱۱۳	موسوعۃ الفقہ الاسلامی	محمد ابراہیم بن عبداللہ التویجری	بیت الافکار الدولیۃ الاردن
۱۱۴	الہدایہ شرح البدایہ	امام برہان الدین مرغینانی	مکتبہ اسلامیہ/ قدیمی
۱۱۵	کتاب الآثار	امام ابویوسف یعقوب	من موقع المکتبۃ الشاملۃ
۱۱۶	کتاب الآثار	امام محمد بن حسن الشیبانی	داالایمان سہارنفور

۱۱۷	کتاب الکسب	امام محمد بن حسن الشیبانی	المطبوعات الاسلامیۃ
۱۱۸	المختصر القدوری	امام احمد بن محمد بغدادی قدوری	مکتبہ بلال دیوبند
۱۱۹	المعتصر الضروری مع القدوری	شیخ محمد سلیمان الہندی	ادارۃ القرآن کراچی
۱۲۰	الجوہرۃ النیر ۃ	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الزبیدی	دارالکتب العلمیۃ
۱۲۱	اللباب فی شرح الکتاب	شیخ عبدالغنی الغنیمی المیدانی	قدیمی کتبخانہ کراچی
۱۲۲	الفقہ الاسلامی وادلتہ	دکتور وہبہ زحیلی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۱۲۳	الموسوعۃ الفقہیۃ	وزارۃ الاوقاف والشون الاسلامیہ	وزارۃ الاوقاف کویت
۱۲۴	حاشیہ ارشاد الساری للقاری	ملاعلی القاری	المکتبۃ الامدادیۃ بمکۃ
۱۲۵	مجموعہ رسائل لکنوی	عبدالحی لکھنوی	ادارۃ القرآن کراچی
۱۲۶	سباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر	ملحقہ برسائل لکنوی	ادراۃ القرآن کراچی
۱۲۷	فقہ النوازل	محمد بن حسین الجیزانی	دارابن الجوزی
۱۲۸	المغنی	ابن قدامہ حنبلی	مکتبۃ القاہرۃ
۱۲۹	نفع المفتی والسائل	علامہ عبدالحی لکھنوی	بھارت آفسیٹ دہلی/ دارابن حزم
۱۳۰	آکام النفائس فی أداء الاذکار بلسان الفارس	علامہ عبدالحی لکھنوی	من مجموعۃ رسائل اللکنوی
۱۳۱	عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایۃ	علامہ عبدالحی لکھنوی	یاسر ندیم اینڈ کمپنی
۱۳۲	السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ	علامہ عبدالحی لکھنوی	سہیل اکیڈمی لاہور
۱۳۳	الألعاب الریاضیۃ	علی حسین امین یونس	دارالنفائس اردن
۱۳۴	جامع الاحکام الفقہیۃ	امام قرطبی	دارالکتب العلمیۃ
۱۳۵	حاشیۃ السراجی	محمد نظام الدین کیرانوی	مکتبہ یاسر ندیم
۱۳۶	روضۃ الطالبین	محی الدین یحی بن شرف ابی زکریا النووی	المکتب الاسلامی
۱۳۷	ہذا حلال وہذا حرام	عبدالقادر احمد عطا	دارالفضیلۃ القاہرۃ
۱۳۸	تحفۃ المودود باحکام المولود	شمس الدین بن ابوبکر ابن قیم الجوزیۃ	مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز
۱۳۹	اتحاف اولی الالباب بحقوق الطفل واحکامہ	ابوعبداللہ احمد بن احمد العیسوی	دارالکیان الریاض
۱۴۰	احکام استخدام الاطفال والانتفاع بما یختصون بہ	ماہر بن سعد بن عبداللطیف الخوفی	دارکنوز اشبیلیا
۱۴۱	فتاوی اللجنۃ الدائمۃ	اللجنۃ الدائمۃ	اللجنۃ الدائمۃ

۱۴۲	مجموعۃ الفتاوی	امام ابن تیمیۃ	مکتبۃ الریاض
۱۴۳	التشریع الجنائی الاسلامی	عبد القادر عودہ	مؤسسۃ الرسالۃ بیروت
۱۴۴	الموسوعۃ الجنائیۃ الاسلامیۃ	سعود بن عبد العالی البارودی	عضویۃ التحقیق --
۱۴۵	غیاث الامم فی التیاث الظلم	عبد الملک بن عبد اللہ الجوینی	ط: نہضۃ مصر، وط: قطر
۱۴۶	بحوث فی قضایا فقہیۃ معاصرۃ	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی	مکتبہ وحیدیہ دہلی
۱۴۷	احکام مرض الایدز فی الفقہ الاسلامی	د: راشد بن مفرح الشہری	مکتبۃ المزینی
۱۴۸	فقہ الزکوۃ	دکتور یوسف القرضاوی	مؤسسۃ الریان دمشق
۱۴۹	موسوعۃ مسائل الجمہور	محمد نعیم محمد ھانی ساعی	دار السلام قاہرہ

کتب فقہ وفتاویٰ اردو

۱۵۰	فتاویٰ محمودیہ	علامہ مفتی محمود حسن گنگوہی	کراچی/ میرٹھ
۱۵۱	حاشیہ فتاویٰ محمودیہ	مفتی فاروق صاحب	مکتبہ محمودیہ میرٹھ
۱۵۲	امداد المفتین [عزیز الفتاوی]	مفتی عزیز الرحمٰن	مکتبہ زکریا بکڈپو
۱۵۳	آپ کے مسائل اوران کا حل	شہید مولانا محمد یوسف لدھیانوی	کتب خانہ نعیمیہ
۱۵۴	فتاویٰ دار العلوم دیوبند	مفتی عزیز الرحمٰن	دار العلوم دیوبند/ زکریا
۱۵۵	فتاویٰ دار العلوم دیوبند	مفتیان دار العلوم دیوبند	علی شبکۃ نیت
۱۵۶	فتاویٰ بنوریہ	جامعہ بنوریہ ٹاؤن کراچی	علی شبکۃ نیت
۱۵۷	احسن الفتاویٰ	علامہ مفتی رشید احمد پاکستانی	دار الاشاعت دیوبند
۱۵۸	فتاویٰ عثمانی	علامہ مفتی محمد تقی عثمانی	معارف القرآن کراچی
۱۵۹	کفایت المفتی	علامہ مفتی کفایت اللہ دہلوی	دار الاشاعت پاکستان
۱۶۰	فتاوی امارت شرعیہ	قاضی مجاہد الاسلام قاسمی	امارت شرعیہ (بہار)
۱۶۱	فتاویٰ حقانیہ	علامہ مفتی عبد الحق پاکستانی	دار العلوم حقانیہ پاکستان
۱۶۲	امداد الفتاویٰ	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	دار العلوم کراچی
۱۶۳	امداد الاحکام	شیخ ظفر احمد عثمانی/ عبد الکریم گمتھلوی	مکتبہ زکریا دیوبند
۱۶۴	فتاوی محمدیہ	مولانا احمد سندھی	بحوالہ احسن الفتاویٰ
۱۶۵	فتاویٰ رحیمیہ	مفتی عبد الرحیم لاجپوری	دار الاشاعت کراچی

۱۶۶	خیر الفتاویٰ	مفتی خیر محمد جالندھری	مکتبہ الحق جوگیشوری
۱۶۷	کتاب الفتاویٰ	شیخ خالد سیف اللہ رحمانی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
۱۶۸	جدید فقہی مسائل	شیخ خالد سیف اللہ رحمانی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
۱۶۹	فتاویٰ دار العلوم زکریا (افریقہ)	مفتی رضاء الحق صاحب	زمزم پبلشرز کراچی
۱۷۰	کتاب المسائل	مفتی محمد سلمان منصور پوری	فرید بکڈپو دہلی
۱۷۱	روضۃ الفتاوی	مفتی محمد اسماعیل واڈی والا	فرید بکڈپو دہلی
۱۷۲	فتاوی بنوریہ	مفتیان جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی	علی شبکۃ نیت
۱۷۳	جواہر الفقہ	علامہ مفتی شفیع احمد عثمانی	تفسیر القرآن جامع مسجد دیوبند
۱۷۴	فتاوی فلاحیہ	مفتی احمد ابراہیم بیمات	ناشر: حافظ اسجد بیمات
۱۷۵	فتاوی عبد الحی	علامہ شیخ عبد الحی لکھنوی	مکتبہ تھانوی دیوبند
۱۷۶	اشرف الجواب	حکیم الامت علامہ تھانوی	دار الاشاعت کراچی
۱۷۷	خزینۃ الفقہ فی مسائل النکاح	مفتی محمد کوثر علی سبحانی مظاہری	جامعۃ الفلاح دار العلوم الاسلامیۃ
۲۱۷۸	نوادر الفقہ	شیخ الحدیث حضرت مولانا یونس صاحب	ادارہ افادات اشرفیہ
۱۷۹	مسائل قربانی	مولانا عبد المعبود	القاسم اکیڈمی پاکستان
۱۸۰	موبائل کے مسائل	مفتی محمد اسماعیل برہانپوری	مکتبہ نعیمیہ دیوبند
۱۸۱	المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ	مفتی محمد جعفر ملی رحمانی	جامعہ اکل کوا
۱۸۲	محقق ومدلل جدید مسائل	مفتی محمد جعفر ملی رحمانی	جامعہ اکل کوا
۱۸۳	مالا بد منہ فارسی	علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی	الامین کتابستان دیوبند
۱۸۴	مکہ فقہ اکیڈمی کے فیصلے	المجمع الفقہ الاسلامی/فہیم اختر ندوی مترجم	ایفا پبلیکشنز

کتب اصولِ فقہ وقواعد فقہ

۱۸۵	شرح عقود رسم المفتی	علامہ محمد امین شہیر بابن عابدین الشامی	دار الکتاب دیوبند
۱۸۶	الموافقات فی اصول الاحکام	امام ابو اسحاق شاطبی	دار المعرفۃ/ احیاء التراث
۱۸۷	الاشباہ والنظائر	علامہ زین الدین (ابن نجیم حنفی)	مکتبہ فقیہ الامت دیوبند
۱۸۸	ہامش الاشباہ [شرح الحموی]	علامہ شیخ احمد الحموی	مکتبہ فقیہ الامت دیوبند
۱۸۹	درر الحکام شرح مجلۃ الاحکام	شیخ علی حیدر استنبول ترکی	دار الجیل بیروت

۱۹۰	شرح المجلة	سلیم رستم باز البنانی	احیاء التراث
۱۹۱	جمہرة القواعد الفقہیة	دکتور علی احمد الندوی	شرکة الراجحی المصرفیة
۱۹۲	المقاصد الشرعیہ	شیخ نور الدین الخادمی	دار اشبیلیا
۱۹۳	أصول الفقہ الإسلامی	دکتور وھبہ الزحیلی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۱۹۴	الاصول والقواعد للفقہ الاسلامی	شیخ مفتی محمد جعفر ملی رحمانی	الہدی پبلیکیشنز دہلی/ یاسین بکڈپو
۱۹۵	شرح السیر الکبیر	امام محمد بن الحسن الشیبانی	دار الکتب العلمیة بیروت
۱۹۶	قواعد الفقہ	شیخ مفتی عمیم احسان مجددی برکتی	اشرفی بکڈپو دیوبند
۱۹۷	القواعد والضوابط الفقہیة	علامہ ابن تیمیہ	----------
۱۹۸	القواعد والضوابط	بحوالہ موسوعة القواعد الفقہیة	بحوالہ موسوعة القواعد
۱۹۹	اعلام الموقعین	امام ابن قیم الجوزیہ	احیاء التراث

کتب متفرقہ

۲۰۰	اتحاف السادة للمتقین	سید محمد بن محمد حسینی زبیدی	مؤسسة التاریخ العربی
۲۰۱	معجم لغة الفقہاء	شیخ محمد رواس قلعہ جی حامد صادق	ادارة القرآن کراچی
۲۰۲	التعریفات الفقہیة مع قواعد الفقہ	مفتی سید عمیم احسان مجددی	اشرفی بکڈپو دیوبند
۲۰۳	کتاب التعریفات	علامہ سید شریف جرجانی	دار الکتب العلمیة
۲۰۴	معجم مصطلحات الالفاظ الفقہیة		
۲۰۵	فیروز اللغات	الحاج مولوی فیروز الدین	فیروز سنز لاہور
۲۰۶	قاموس اطلس الموسوعی	دار اطلس للنشر والتوزیع	جمہوریہ مصر
۲۰۷	طبی لغات [مخزن الجواہر]	حکیم غلام جیلانی	مکتبہ دانیال لاہور
۲۰۸	المعجم الوسیط	ابراہیم مصطفیٰ ورفقاؤہٗ	کتب خانہ حسینیہ دیوبند
۲۰۹	القاموس الوحید	مولانا وحید الزماں قاسمی کیرانوی	کتب خانہ حسینیہ دیوبند
۲۱۰	حصن حصین	ابوالخیر محمد بن محمد الجزری	المکتبة الرحیمیة دیوبند
۲۱۱	نزہة المجالس ومنتخب النفائس	عبدالرحمٰن بن عبدالسلام الصفوري/ الصفوي)	مکتبہ صدیقیہ دیوبند
۲۱۲	شرح مختصر الطحاوی	بحوالہ آپ کے مسائل اوران کا حل	بحوالہ آپ کے مسائل
۲۱۳	الروح	علامہ ابن القیم الجوزی	دار الکتب العلمیة بیروت

۲۱۴	تربیۃ الاولاد فی الاسلام	احسان عُتیبی	موقع مقالات اسلام ویب
۲۱۵	کیف نفھم القرآن الکریم	عبدالسلام بن ابراہیم بن محمد الحصین	المکتبۃ الشاملۃ
۲۱۶	جمع القرآن الکریم حفظاً وکتابۃً	دکتور علی بن سلیمان العبید	المکتبۃ الشاملۃ
۲۱۷	المصحف المطبوع بطریقۃ برایل للمکفوفین؟	الدکتور حسام الدین عفانہ/ جامعۃ القدس فلسطین	جمعیۃ أصدقاء الکفیف فلسطین
۲۱۸	ماھو حکم ترجمۃ معانی القرآن إلی طریقۃ برایل؟	موقع الإسلام سؤال وجواب	www.islamQA.com
۲۱۹	اللجنۃ الدائمۃ للإفتاء فی السعودیۃ	اللجنۃ الدائمۃ	اللجنۃ الدائمۃ
۲۲۰	موقع الإسلام سؤال وجواب	www.islamQA.com	www.islamQA.com
۲۲۱	کتابۃ القرآن الکریم بنظام برایل للمکفوفین	دکتور عبداللہ الخمیس	almoslim.net
۲۲۲	مقالہ مدرسۃ النور فاردی بلائنڈ ترکی کانفرنس	مدرسۃ النور فاردی بلائنڈ	ترکی/ ارسال کردہ از اکیڈمی
۲۲۳	الاتقان فی علوم القرآن	امام جلال الدین سیوطی	قدیمی کتب خانہ/ دار الحدیث
۲۲۴	مناہل العرفان فی علوم القرآن	محمد عبدالعظیم الزرقانی	احیاء الکتب العربیۃ قاہرہ
۲۲۵	تجاویز اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا	۲۴ رواں سمینار بمقام کیرلا	ایفا
۲۲۶	احکام المسابقات	عبدالصمد بن محمد بلحاجی	دارالنفائس اردن
۲۲۷	ازالۃ الخفاعن خلافۃ الخلفاء	شاہ ولی اللہ محمد دہلوی	من موقع المکتبۃ الشاملۃ
۲۲۸	زادالمعاد فی ہدی خیر العباد	امام ابن قیم الجوزی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۲۲۹	اقتضاء الصراط المستقیم	شیخ الاسلام ابن تیمیہ	دار عالم الکتب/ مطابع المجد
۲۳۰	منکرات البیوت	رائد بن صبری بن أبی علفۃ	مکتبۃ السوادی
۲۳۱	حیوۃ الحیوان	علامہ کمال الدین دمیری	احیاء التراث العربی بیروت
۲۳۲	کتاب شرح الصدور	علامہ جلال الدین سیوطی	دارالکتاب العربی
۲۳۳	ہدیۃ العروس	حافظ مبشر حسین لاہوری	نعمانی کتب خانہ لاہور
۲۳۴	تبسیط النحو	د: شفیق عمر البلوی	دارالقبلۃ الثقافۃ جدہ
۲۳۵	القواعد الاساسیۃ للغۃ العربیۃ		مکتبہ عثمانیہ کوئٹہ
۲۳۶	تحریر سنبٹ عربی شرح کافیہ	نامعلوم	مکتبہ تھانوی دیوبند
۲۳۷	احکام اسلام عقل کی نظر میں	حکیم الامت تھانوی	مکتبہ نعیمیہ دیوبند
۲۳۸	حیوۃ المسلمین	حکیم الامت تھانوی	بحوالہ محمودیہ کراچی

۲۳۹	اصلاح الرسوم	حکیم الامت تھانوی	عروش پبلیکیشنز دیوبند
۲۴۰	ذکر و فکر	شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
۲۴۱	حقوق العباد کی فکر کریں	مولانا محمد ہارون معاویہ	دارالاشاعت کراچی
۲۴۲	علمی مکاتیب	مولانا مرغوب احمد لاجپوری	جامعۃ القرأت کفلیتہ
۲۴۳	بہارِ شریعت	بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ	بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ
۲۴۴	عرفانِ شریعت	مولوی امجد علی قادری رضوی	بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ
۲۴۵	عرفانِ ہدایت	مولوی محمد عرفان رضوی بریلوی	بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ
۲۴۶	رسالہ محرم وتعزیہ داری	مولوی محمد مصطفیٰ خان بریلوی	بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ
۲۴۷	شامِ کربلا	مولانا شفیع اوکاڑوی قبلہ - مکتبہ جامِ نور دہلی	زمزم آفسیٹ پریس دہلی)
۲۴۸	روزنامہ ترجمانِ اردو مالیگاؤں	ترجمانِ اردو	روزنامہ
۲۴۹	آپ کے شرعی مسائل	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	روزنامہ اردو ٹائمز